لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب

تاریخ مراکش و مغرب الاقصیٰ

حصہ دوم و سوم

یکجا

جسے کارپردازان کارخانہ وطن لاہور نے مسٹر میکنس
کی کتاب سے ترجمہ و تالیف کیا

سنہ ۱۹۰۶ع

سنہ ۱۹۶۳ بکرمی مطابق سنہ ۱۳۲۴ھ
میں

مطبع حمید لاہور میں باہتمام مولوی محمد انشاء اللہ مالک مطبع و رحمت اللہ ایجنسی کے کھوکھر سے
شائع ہوا

طبع اول. قیمت ۸ عہ

عرض حال

محترم ناظرین۔ حصہ اول اس کتاب کا خود میں نے مولانا احمد زندہ مورخ مراکش
و مسٹر میکنس کی کتب سے تالیف کیا تھا۔ جو سنہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہو گیا۔ حصہ دوم سوم بھی
میں اُسی انداز سے لکھنا چاہتا تھا۔ مگر بوجہ عدیم الفرصتی سال پر سال گذرتے گئے۔ اور
میں اس کام کے لئے وقت نہ نکال سکا۔ اور جو چند اجزا حصہ دوم کے پہلے لکھ چکا تھا۔ اُنپر کچھ
ایزاد نہ کر سکا چونکہ ایکطرف اس عدیم الفرصتی کے کم ہونے کی امید دن بدن زیادہ موہوم
ہوتی جاتی تھی۔ دوسری طرف خریداران حصہ اول تکمیل کتاب کیواسطے درپے اصرار کر رہے
تھے۔ باقی حصہ کتاب کا صرف انگریزی سیاح کی تصنیف سے ترجمہ کرا کے شائع کر دیا جاتا ہے جو
اسکی نظر ثانی کے لئے بھی وقت نہیں ملا۔ تاہم بہتر سے بہتر مترجم جو دستیاب ہو سکا اُس سے
یہ ترجمہ کرا دیا گیا ہے اور یقین ہے کہ اُس سے شاید ہی کسی جگہہ کوئی فروگذاشت ہوئی ہو گی
اس جلد میں جو حصص دوم و سوم پر مشتمل ہے۔ صرف پہلے چند صفحات میرے لکھے ہوئے ہیں۔
مراکو کا مسئلہ آجکل پھر تازہ ہو رہا ہے۔ اور اس موقعہ پر کتاب ہذا کی اشاعت یقیناً
شائقین کو اُس کے سمجھنے میں بہت کچھ مدد مل سکیگی۔ مسٹر میکنس نے جابجا بہت سا
زہر اُگلا ہے۔ اگر صحت نے ساتھ دیا اور فرصت ملگئی تو انشاء اللہ طبع ثانی میں اُس کے
ہذیانات کا شافی جواب لکھدونگا۔ والسلام

العارض بندہ **محمد انشاء اللہ** عفی عنہ مالک و اڈیٹر اخبار وطن

لاہور

مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

تاریخ مراکو حصہ دوم

فصل نہم

زمانہ فلالی حکمران سلاطین ۱۷۲۷ء سے ۱۸۹۴ء تک

بدامنی اسمعیل خواہ ظالم تھا یا عادل اس کے مضبوط ہاتھ کے اُٹھنے کی دیر تھی کہ تمام ملک میں پھر سخت بدامنی معہ اپنی لازمی خرابیوں اور تباہیوں کے تمام ملک میں پھیل گئی۔ وہی قومیں جو اس کی اپنی پنجہ حکومت میں ملک کو قابو میں رکھنے کا کام دیتی رہی تھیں۔ اب نااتفاقی اور فتنہ و فساد برپا کرنے کا موجب ہو گئیں اور وہی سپاہ بوکل کی طرح اسکے اشارہ پر چلتی تھی۔ اب شورش و ہنگامہ اور بدامنی پھیلانے کا باعث ہو گئی اور تیس برس تک سلطنت ان کا مشغلہ بنی رہی جب چاہا کسی کو بادشاہ بنا دیا۔ اور جس وقت ذرا بگڑے اُسے علیحدہ کر کے اور فرمانروا بنا لیا۔ اس قلیل عرصہ میں اسمعیل کے سات بیٹوں کو اس طرح انہوں نے اپنا کھلونا بنا رکھا تھا۔

ہشتم احمد الذہبی بقول مسٹر میکنس اسمعیل نے وفات سے تین دن پہلے احمد کو تافیلالت سے مکناس بُلا لیا تھا۔ باپ کی وفات پر تمام درباریوں نے جیش عبید کے اشارہ سے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اسقدر داد و دہش کی اور لشکر کو اسقدر انعام و اکرام عطا کیا کہ اسکا لقب "الذہبی" یعنی سونا لٹانے والا پڑ گیا لیکن یہ نوجوان ایسا عالی ظرف نہ ثابت ہوا کہ حکومت و فرمانروائی کے نشہ و ترنگ پر غالب ہو سکے۔

اس کم ظرفی کو شراب خوری کی علت نے اور بڑھا دیا ہوا تھا۔ ان دونشوں نے مل کر اُسے نیم دیوانہ بنا دیا۔ اُس نے خود مختاری کو بڑا مقتضی اور مدعا خونریزی اور قتل وسفک سمجھا۔ چنانچہ تخت پر بیٹھے اُسے چند دن ہی ہوئے تھے کہ اپنے باپ کے بڑے بڑے سرداروں اور جرنیلوں کو قتل کرا دیا جن میں علی بن یشی، ابن الاشقر پاشا اور خواجہ سرایان محل شاہی کا اعلیٰ افسر مرجان آغا بھی شامل تھے۔ مرجان کے ماتحت ۲۲ سو خواجہ سرا تھے۔ جن میں سے ہر ایک کے تابع کم از کم دو غلام ہوتے تھے۔ مرجان بیت المال کا بھی اعلیٰ مہتمم تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ قتل لشکر عبید کے اشارہ پر وقوع میں آئے تھے۔

بادشاہ کو عیش و عشرت میں مبتلا اور سلطنت کے قابل ارکان کے قتل میں مشغول دیکھکر مقبوضات کے گورنروں کو بھی باہم خانہ جنگی برپا کرنے کی جرات نہ ہوگئی۔ بلکہ بربر اور قبائل عرب کی طبعی سرکشی بھی پھر عود کر آئی۔ ایف پر ابو العباسی احمد حکمران تھا۔ خود اس نے اور اس سے پہلے اُس کے باپ نے اس علاقہ کے باشندوں کے ساتھ طنجہ اور طرابلس کی فتح میں نمایاں کارگذاری دکھائی تھی۔ اور بنابرین بادشاہ اور رعایا دونوں کی نظروں میں اُسے بڑی وقعت حاصل تھی۔ متصلہ بندر تطاوین پر ابوحفص عمر الوقاش حاکم تھا۔ اسے بیرانہ سال ہو جانے پر اسمٰعیل نے میر منشی کی آسامی سے گورنر بنا دیا تھا۔ سب سے اول نئے عہد میں ان دونوں میں خانہ جنگی برپا ہوئی۔ ابوحفص نے ابو العباس کو شکست دی اور اس فتح پر اتنا اترایا کہ زمین و آسمان کو اپنے سامنے ہیچ سمجھنے لگ گیا۔ سلطان احمد نے اس میں کچھ مداخلت نہ کی۔ جس پر ایک طرف ابو العباس کو طلب امداد کے حفیصون سے نامہ و پیام کرنا پڑ گیا۔ اور دوسری طرف باقی عمال بھی خودسر ہو گئے۔ علی بن یشی اور ابن الاشقر نے بربری قبائل کو اس طرح قابو رکھا تھا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت مشہور ہے کہ انہوں نے شریر جنات کو آفتابوں اور بوتلوں میں قید کر دیا تھا۔ ان کے قتل ہونے پر وہ پھر آزاد ہو گئے اور گھوڑے اور اسلحہ خرید کر ویسے ہی سرکش اور فتنہ پرداز بن گئے جیسے کہ پہلے تھے۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ ان کی دلیری و بیباکی یہاں تک بڑھ گئی کہ دار الخلافہ کے قرب و جوار تک پہنچکر ڈاکے مارنے لگ گئے۔ دوسری طرف لشکر ایسا بے قابو ہو گیا۔ کہ جیش ودایا کا جو دستہ فاس میں مامور تھا۔ اُس نے جمعے بازار اور سوق الخمیس کو روز روشن میں لوٹ کر سینکڑوں کو قتل اور بہت سے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ باشندوں کا ایک

وفد شکایت لیکر دارالخلافہ کو گیا۔ مگر بادشاہ تک رسائی نہ ہوئی۔ درباریون نے راستہ سے ان کو واپس کر دیا۔ اس پر اہالی فاس نے اطاعت چھوڑ کر بغاوت اختیار کر لی سلطان نے فوج اور توپ خانہ بھیجدیا۔ جس کی گولہ باری سے شہر کو بہت نقصان پہونچا۔ آخر سلطان کے بھائی مستغنی نے فریقین میں مصالحت کرا دی اور محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ مگر اس مصالحت کو چند مان ہی ہوئے تھے کہ دو ایک رقیب جیش لشکر غلامان کے سردارون کی مجلس نے جن کو عبید الالوان پکارا جاتا تھا احمد کو معزول کرنے کا ارادہ کر کے اہالی فاس کو اس سے مطلع کیا۔ وہ ان سے متفق الرائے ہو گئے۔ غلامون نے ایک دستہ سوارون کا خط دیکر سلطان کے بھائی عبدالملک ابی مروان کو لانے کے لئے بجلد رسالہ بھیجدیا۔ جب وہ وادی بہت پہونچ گیا تو ایک سال کی حکومت کے بعد احمد کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔

عبدالملک ثالث ابی مروان | مگر نیا سلطان بھی غلامون کو خوش نہ کر سکا۔ وہ منتظم اور قابل ہونے کے ساتھ ہی ممسک بھی بہت تھا۔ مولائی اسمٰعیل ہر لشکر کو ہر سال ایک لاکھ مثقال انعام دیا کرتا تھا۔ مولائی احمد نے تخت نشین ہو کر اسی پچاس ہزار مثقال اور ایزاد کر دیئے تھے عبدالملک سے جب انہون نے بیعت کا انعام مانگا اور صرف چار ہزار مثقال ملے تو وہ سخت بگڑ گئے۔ اور اُسے معزول کرنے کے صلاح و مشورہ شروع ہو گئے۔ سلطان کو خبر ہو گئی اس نے ایک بزرگ کو انہیں سمجھانے اور ڈرانے کے لئے بھیجا۔ اس کا اور اُلٹا اثر ہوا۔ انہون نے ایک دستہ مولائی احمد کو لانے کے لئے بجلد اسے بھیجدیا۔ جہان اسے معزول کر کے روانہ کر دیا گیا تھا۔ اور ادھر دارالخلافہ پر حملہ کر کے تمام شہر کو لوٹ لیا۔ عبدالملک لڑکے شہر میں داخل ہوتے ہی کچھ مصاحب ساتھ لیکر فاس کو بھاگ گیا اور اہالی شہر کی پناہ جالی۔ یہ واقعہ ذالحجہ [illegible] میں گذرا۔ جب غلامون کو اس کے فاس پہونچنے کی خبر ملی تو انہون نے اہالی فاس سے اُس دستہ کو جسے مدبرون کی سرکوبی کے لئے عبدالملک نے منگوایا تھا قید کر لیا۔ اتنے میں احمد بھی پہونچگیا۔ اس نے اہالی فاس کو ان کے دستہ کے افسر کے ہاتھ عبدالملک کے حوالہ کر دینے اور اطاعت قبول کر لینے کا پیغام بھیجا۔ باشندون نے صاف انکار کر کے پیغام لانے والے کو قتل کر دیا۔ پھر احمد نے پھر فوجکشی کر دی اور توپون کے گولون سے باشندون کا ناک میں دم کر دیا۔ محاصرہ برابر پانچ مہینے جاری رہا۔ آخر جب محصورین بہت تنگ آ گئے تو انہون نے

عبدالملک کی جان بخشی کے وعدہ پر اطاعت ماننا منظور کر لیا۔ احمد نے اس شرط کو مان لیا اور سالم بادشاہ کامی کو بھیجکر عبدالملک کی خود بھی تشفی کی کہ اُسے کسیطرح کی اذیت نہ پہونچے گی۔ وہ چاہے تو سجلماسہ چلا جائے۔ خواہ فراز ادریسی میں رہایش پذیر ہو جائے۔ عبدالملک اس وعدہ پر بھائی کے پاس چلا گیا جو اُسے اپنے ساتھ مکناس لیگیا۔ وہاں پہونچے احمد کو تھوڑی ہی مدت ہوئی تھی کہ سخت بیمار ہو گیا۔ اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ یہ بیماری مرض الموت ہے تو عبدالملک کے قتل کا حکم دیدیا۔ اور اس سے بعد تیسرے دن خود بھی ۴ شعبان سنہ ۱۱۴۱ھ (۱۷۲۸ء) کو فوت ہو گیا۔ پیلو کا بیان ہے کہ عبداللہ کی ماں نے اُسے زہر دیدیا تھا۔

مولانا احمد بن خالد الناصر کے پرنانا لکھتے ہیں کہ احمد الذہبی عادات و شمایل تفتیش و لاپروائی وغیرہ جملہ امور میں بالکل امین بن ہارون الرشید عباسی کے مشابہ تھا۔ لیکن حالانکہ بادشاہی سے پہلے وہ کسی معرکہ میں شامل نہ ہوا تھا۔ اعلٰے پایہ کا شہسوار تھا۔

عبداللہ المرتضٰے پنجم | عبداللہ خاتون خنا ئی بنت بکار المغفری کے بطن سے سمٰعیل کا فرزند تھا۔ سجلماسہ سے وہ بھی عبدالملک کے ساتھ آیا تھا۔ جب لشکر غلامان باغی ہوا تو وہ پھر سجلماسہ کو واپس چلا گیا۔ احمد کے مرنے پر سب اعیان دولت اور سرداران جیوش نے اُسے بادشاہی کے لیئے منتخب کر کے اس کے نام کا خطبہ شروع کر دیا۔ اور اسے سوار بھیجکر سجلماسہ سے بُلا بھیجا۔

اس کے بھی تخت نشین ہوتے ہی فاس کے آزادی پسند باشندوں سے بگڑ گئی۔ لیکن اس دفعہ زیادتی سلطان کیطرف سے ہوئی۔ اس نے چند دربار کے موقعوں پر اُن کے نائبین کی عمداً تحقیر و تذلیل کی جس سے آخر برافروختہ ہو کر اُن کو مقابل ہونا پڑا۔ مگر ایک شہر کل فوج کا مقابلہ کب تک کر سکتا۔ محاصرہ کی شدت اور گولہ باری کے پےدرپے نقصانات نے اس دفعہ بھی ان کو بالآخر سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور بادشاہ کا مطالبہ مان کر اپنے باغات اور بیرونی قصبے اس کے حوالے کر دیئے۔ ان کل محاصروں میں شاہی توپخانہ معمولی ٹھوس گولوں کے علاوہ بمب کے گولے بھی چلاتا رہا تھا۔ مولانا احمد نے معمولی گولوں کو کرر (جمع کرۃ) اور بمب کو بنب لکھا ہے۔ یہ محاصرہ ۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۲ھ کو ختم ہوا۔ اسی سال سلطان کی والدہ خناثی اور اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ حج بیت اللہ کے لیئے حجاز کو روانہ ہوئے ٭

فاس سے ملنا سا واپس آ کر عبداللہ نے بربر قبایل کی سرکوبی کے لئے بلاد آیت یورکا رخ کیا بربر اُس کی آمد پر آیت یسری کو بھاگ گئے۔ اس نے وہان تک اُن کا تعاقب کیا اور ہزارون کو قتل کر کے پھر کچھ عرصہ کے لئے امن قایم کر دیا لیکن رعایا کو جیسے ان قزاقون کیطرف سے امن نصیب ہوا ویسے ہی اس کے بالمقابل ایک ظالم بادشاہ سے سابقہ پڑ گیا جس نے بلا تصور اد نے اعلے جس پر نظر عتاب پڑ گئی اُسکو قتل کرا دینا اپنا معمولی شیوہ بنا لیا تھا اسکی سنگدلی و سفاکی اسی پر بس نہ رہی بلکہ بے زبان عمارات بھی اس کی وحشت و درندگی سے محفوظ نہ رہیں۔

مدینہ ریاض کی بربادی مکناسا مختلف چھوٹے چھوٹے شہرون یا ٹکڑون کا مجموعہ تھا۔ جن میں مدینہ ریاض جسے اسمٰعیل نے بڑے شوق سے تعمیر کرایا تھا۔ سارے شہر کی رونق و زینت تھا۔ اس محلہ اور اس کے رہنے والون کی شامت اعمال ایک دن علی الصبح عبداللہ محل سے باہر نکل کر ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ وہان سے اس کی نظر منحوس اتفاقاً اس محلہ پر پڑ گئی۔ خدا معلوم اُس وقت اس کے دل میں کیا آیا کہ فی الفور اس کے گرا دینے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ اکثر وزراء۔ اُمراء اور اعیان سلطنت کے مکان اور نیز اعلے درجے کے مدارس۔ حمام۔ ہوٹل سرا و قہوہ خانے و بازار اس حصہ میں تھے۔ اُمراء نے ایک دوسرے کی ضد بضد اس کی رونق بڑھانے کے لئے ایکدوسرے سے بڑھ چڑھ کر یہان عالیشان محل اور مکان تعمیر کرائے ہوئے تھے۔ اکثر بدنصیب باشندے ابھی خواب میں ہی تھے کہ گرانے والے قضا مبرم کیطرح ان کے سر پر پہنچ گئے۔ اور اُن کو اس وقت خبر ہوئی جبکہ چھتیں اُن پر گرنی شروع ہو گئیں۔ اس افراتفری میں جس سے جسقدر بن سکا وہی قیمتی مال متاع لیکر گھرون سے نکل گئے۔ جنکا کوئی معین و مددگار نہ تھا وہ کچھ بچانا تو درکنار جانیں بھی سلامت نہ لیجا سکے۔ اور سینکڑون عورتیں ضعیف مرد اور بچے دبکر ہلاک ہو گئے۔ انہدام کا کام دس دن جاری رہا اور اس مدت میں وہ شہر جو آنکھون کے لئے راحت اور دل کو سرور بخشا کرتا تھا مٹی کا ایک بڑا تودہ رہ گیا۔

اسی برس اس نے کئی قبیلون کے سینکڑون بڑے بوڑھے بلوا کر بظاہر راہزنی کی سزا کا بہانہ کر کے قتل کرا دیئے۔ ان میں سے ایک قبیلہ کے لوگون کے ساتھ

بڑی محبت تھی اور چونکہ اسکو عبید نے احمد کے حکم سے قتل کر دیا تھا اس نے پہلے دن سے انکو تباہ کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس عزم کی تکمیل میں اس نے اُن غلام سپاہیوں کو جو مفصلات میں تھے راتب دینا بند کر دیا اور پایہ تخت کی متصلہ چھاؤنی کے غلاموں کی طاقت فضول معرکوں میں کمزور کرتے رہنے کے ساتھ ہی خود بھی انہیں حتی الوسع قتل کراتے رہنے میں کوئی دریغ نہ کرتا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ معمولی سپاہیوں سے تجاوز کر کے ان کے افسروں کے متعلق بھی یہی کارروائی شروع کر دی حتیٰ کہ ۱۱۴۷ھ تک صرف اس کے حکم سے دس ہزار غلام ہلاک ہوئے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو عبید لیوان نے اُسے معزول اور قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور دوسرے ہی دن اُس کی تعمیل کرنے والے تھے کہ عبداللہ کو اطلاع ملگئی اور وہ دو بیٹوں کو ہمراہ لیکر راتوں رات قبیلہ آیت ادارسن کے پاس چلا گیا جو بڑے ادب و احترام سے پیش آئے اور خود ہمراہ جاکر اسے تادلا چھوڑ آئے۔ وہاں سے وہ مراکش کو ہوتا ہوا وادی نول میں اپنے ننھیال مناترہ قوم کے پاس چلا گیا۔ اور تین برس تک وہاں رہا۔ دوسری طرف اس کا گورنر محمد بن علی بھی سلطان کے فرار کی خبر سنکر رات کو فاس سے نکل صبح زرہون جا کی۔ یہ واقعہ ۱۱۴۷ھ (۳۵-۱۷۳۴ء) کا ہے۔

ابی الحسن علی ششم الملقب بالاعرج

عبداللہ کو فرار پر دیوان نے اسمٰعیل کے ایک اور بیٹے ابی الحسن علی کو بادشاہی کے لئے پسند کر کے سجل ماسہ سے بُلوا بھیجا۔ وہ ربیع الثانی ۱۱۴۷ھ میں فاس جا پہنچ گیا اور فاس میں مسعود دراس کو گورنر مقرر کر کے تاکید کر دی کہ معمولی زکوٰۃ شرعی عشر و ن اور معمول خفیف ہدایا کے سوا اور کسی طرح کا ٹیکس مانندوں سے نہ لے۔ مگر کُنا سا ہو نیکر جب لشکر کو انعام و اکرام دینے میں اُسکا خزانہ خالی ہو گیا تو وہ ایک سخت نالایق حرکت کا مرتکب ہوا۔ اس نے اپنی سوتیلی ماں خناثی والدہ عبداللہ کو قید کر کے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا جو چنداں مالیت کا نہ تھا۔ اس پر اسے شبہ پیدا ہوا کہ شاید خناثی نے زر و مال کو کہیں چھپا دیا ہے اور خناثی پر مال مدفونہ بتانے کے لئے بہت کچھ سختی کی۔ مگر اس عابدہ و زاہدہ فیاض منش خاتون کے پاس فی الحقیقت کوئی دولت نہ تھی۔ ابی الحسن کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اور بقایدہ دارین کی زر سیاہی خرید لی۔ ابوعبداللہ الکنسوس لکھتا ہے۔ خاتون حرۃ[۱] خناثی نہایت صالحہ۔ عالمہ اور عابدہ عورت تھی۔ اس نے

[۱] حرۃ بمعنی آزاد عورت۔ اسے خاتون یا لیڈی کا مرادف سمجھنا چاہیئے۔ مؤلف

شہر کے سینکڑوں عاجز بھی اس ظالم کی قربانی چڑھ گئے۔ قبیلہ حجادہ کے دو سو اشخاص کو جب قتل کے لئے میدان کو لے گئے تو اکثر باشندگان شہر بھی تماشا دیکھنے کے لئے وہاں جمع ہو گئے۔ اتنے میں عبداللہ بھی محل سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب لوگ خوف کے مارے ادھر ادھر بھاگ گئے۔ ان میں سے کچھ ایک متصلہ غار میں چھپ گئے۔ اُن کو وہاں گھستے ہوئے اس تیز نظر عقاب نے دیکھ لیا تھا مقتل پر پہنچکر حکم دیا کہ غار کے منہ کو پتھروں سے چُن دیا جائے۔ حکم کی فوراً تعمیل ہو گئی اور سب کے سب وہیں دم گھٹ کر مر گئے۔

اِن مظالم کو غلاموں ایسے سنگدل فرقہ بھی زیادہ عرصہ کے لئے ٹھنڈے دل سے نہ دیکھ سکا۔ ان کی جماعت نے اُسے کہلا بھیجا کہ مسلمانوں کا اسطرح ناحق خون کرنا کسیطرح درست نہیں ہو سکتا۔ عبداللہ اس پیغام پر اپنے اعمال سے باز آجانے کی بجائے اب غلاموں کا بھی دشمن ہو گیا۔ مگر بظاہر اس خفگی کا کچھ اظہار نہ کر کے ان کو انعام و اکرام بھیجدیا۔ اور اہلِ فازاز (بربروں) کی سرکوبی کے لئے تیار رہنے کا حکم دیدیا۔ ادھر اہلِ فاس پر جن کی طرف سے اسکے دل میں روز اوّل سے سخت کدورت بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ محمد بن علی بن یشی کو گورنر مقرر کر کے یہ ہدایت کر دی کہ فاس والوں کے پاس زر دولت کا نام و نشان باقی نہ رہنے پائے کہ اسی کے بل پر وہ ہمیشہ اکڑتے ہیں۔ نامراد گورنر نے اس حکم کی سخت تعمیل کی۔ ہر محلہ کے نقیب جمع کر کے اُن سے زردار لوگوں کے نام مع حیثیت معلوم کر لئے پھر ان سب کو بُلا کر جیلخانہ میں ڈالدیا۔ اور ہر ایک پر ایک ہزار سے لیکر ایک لاکھ مثقال تک جرمانہ لگا دیا کہ جب تک یہ ادا نہ ہو قید میں رہیں۔ جو متمول بھاگ گئے تھے۔ ان کے بھائیوں۔ بیٹوں اور عورتوں کو قید کر دیا۔ ان سے فارغ ہو کر کاشتکاروں اور اہلِ حرفہ سے یہی سلوک کیا۔ اور ان کے لئے علیٰ قدر مدارج ایک سو سے لیکر ایک ہزار تک جرمانہ تجویز کیا۔ اس ظالمانہ لُوٹ سے شہر میں ایک صاحب استطاعت باقی نہ رہ گیا۔ اور ہزاروں لوگ جنگلوں پہاڑوں اور دیہات کو بھاگ گئے۔ اور سینکڑوں نے تو بلاد سوڈان۔ تونس مصر اور شام سے ورے دم نہ لیا۔ پیچھے صرف عورتیں۔ بچے یا بے زر و قلاش مرد رہ گئے۔ ظلم کا یہ آرہ ۱۱۴۳ھ سے لیکر ۱۱۴۵ھ تک ۱۳ مہینوں تک اہالیٔ فاس کے

سرحد چلتا رہا۔

ہسپانیہ سے لڑائی

سنہ ١٧٣٢ء میں عبداللہ نے ستہ کے ہسپانویوں پر حملہ کیا۔ لیکن چونکہ ایک ہسپانوی نومسلم ریپرڈا نے جو پہلے ہسپانوی بادشاہ کا وزیراعظم تھا اسکی امداد کی عبداللہ کو فاش شکست ملی۔ اس کے بعد اس نے اوران پر حملہ کیا۔ مگر وہان بھی شکست کھائی میدان جنگ پر ہسپانویون کو عبداللہ کے نام نطاوین کے ایک انگریز سوداگر کا خط ملا۔ جس میں اس نے سامان حرب کی قیمت کا مطالبہ کیا ہوا تھا۔ اس کی بنا پر ہسپانویون نے یہ ثابت کرنے کی بڑی کوشش کی کہ انگلستان مراکشیون کی مدد کرتا رہا ہے لیکن ان کی کوششیں بے سود رہیں۔ ریپرڈا کے مفصل حالات بارھوین فصل میں لکھے گئے ہیں۔

سنہ ١٧٤٦ء میں عبداللہ نے ۱۵ ہزار عبید سوار قاید قاسم پاشا کے زیر کمان اور تین ہزار ودایا لشکر عبدالملک بن ابی عزہ کے ماتحت بربرون کی سرکوبی کے لیے علاقہ فازاز کو بھیجا۔ جب یہ لشکر دریا ام الربیع کو عبور کرکے میدان ادخسان میں پہنچا۔ تو بربر بظاہر بھگوڑون کیطرح خیال آیت کو بھاگ گئے۔ فوج بھی تعاقب میں وہان تک پہنچ گئی جب یہ وہان کی تنگ گھاٹیون میں داخل ہوگیا تو بربرون نے رات کیوقت پتھرون اور درختون سے گھاٹیون کے دہانون کو بند کردیا اور علے الصباح یکبارگی ہجوم کرکے سلطانی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ اس ناگہانی حملہ سے اسکے پاؤن اکھڑ گئے اور وہ دہانہ کی طرف الٹے دوڑے۔ وہان پہونچکر جب اسکو بند پایا تو ان کے حواس باختہ ہوگئے۔ اور گھوڑے اور اسلحہ چھوڑ کر پتھرون اور درختون کو ہٹانے یا ان پر چڑھکر دوسری طرف کو نکل جانے کے لیے پیدل ہوگئے۔ بربرون نے سب سامان لوٹ لیا۔ پھر بھگوڑون کو پکڑ کر ان کے جسم کے کپڑے بھی اوتار لیے کسی کو قتل نہ کیا اور سب کو اس تباہ حالت میں مکناسا کو واپس کردیا۔ عبداللہ نے ان کی دلجوئی کے لئے ان کو زر و دولت اور ملبوسات عطا کرنے کا وعدہ کرکے اپنے صدر مقام مشرع الرمہ کو بھیجدیا مگر ان کے دل اس کی طرف سے صاف نہ ہوئے۔ ان کو یہ شبہ ہوگیا تھا کہ بربرون نے ان کے ساتھ یہ سلوک اسی کے اشارہ سے کیا ہے۔

یہ شبہ عبداللہ کے برتاؤ سے دن بدن زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ عبداللہ کو عبدالملک سے

بہت سو علوم اپنے والد شیخ بکار سے حاصل کئے تھے۔ میں نے ابن حجر کی کتاب اصابہ کے حاشیوں پر اس خاتون کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے متعدد عالمانہ حاشیے دیکھے۔

ابی الحسن نے کچھ تو اس نالایقی سے لوگوں کو آزردہ کر لیا۔ دوسرے اس کے گورنر نے بھی اس کی نصیحت کے برخلاف فاس کے باشندوں پر پہلے جیسے گورنروں کی طرح ظلم و ستم شروع کر دیا۔ جس پر وہ پھر باغی ہو گئے۔ ان کو مطیع کرکے ابی الحسن بربر قبائل سے عوض لینے کے لئے جرار لشکر لیکر جبل فازوز کو روانہ ہوا۔ مگر اس لشکر کا بھی وہی حشر ہوا جو عبداللہ کی مہم کا ہوا تھا۔ البتہ بربروں نے سلطان اور اسکے خاص دستے سے کچھ تعرض نہ کیا۔ مکناس واپس آکر لشکریوں نے نئے ملبوسات۔ اسلحہ اور راتب مانگا۔ مگر اس کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا کہ ان کے مطالبہ کو پورا کرتا۔ اس سے لشکری بہت بیزار ہو گئے اور ملک میں تمام قحط پھیل گیا۔

عبداللہ کا دوبارہ بادشاہ ہونا اتنے میں خبر پہونچی کہ عبداللہ مکناس کیطرف بڑھا آرہا ہے کچھ لشکریوں کی صلاح ہوئی کہ اُسے اپنا بادشاہ بنالیں اور کچھ ابی الحسن کے طرفدار رہے۔ اول فریق غالب رہا۔ اور ابی الحسن بھائی کی آمد سے پہلے فاس جدید کو بھاگا۔ اور جب جیش ودایا نے اسے وہاں داخل نہ ہونے دیا تو قانہ اسکے راستہ اصدف عرب کے قبیلے کے پاس چلا گیا۔ جو بڑی عزت سے پیش آئے اور اسے اپنا داماد بنالیا۔ وہ ان کے پاس سلطنت و حکومت کو فراموش کرکے کئی برس رہا۔ پھر ۱۱۶۹ھ میں مکناس چلا آیا۔ مولوی عبداللہ نے اُسے فاس میں ایک عالیشان مکان رہنے کے لئے دیدیا۔ مگر عبید نے اُسے جلد گرفتار کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ بڑا منحوس شخص ہے۔ اسی کی وجہ سے ملک خراب ہوا ہے۔ اس پر عبداللہ نے اسے تافیلالت کو بھیجدیا۔ جہاں وہ تا دم وفات مقید رہا۔

مولا محمد بن اسمٰعیل المعروف بابن عربیہ عبداللہ کو اہالی مکناس راستہ میں ہی بمقام تادلا جاملے اور اس کی بیعت جاکی اور اس کے مخالف عبیدی سردار سالم کو جو مکناس سے بھاگ زہون کو چلا گیا تھا۔ پکڑ کر اس کے سامنے پیش کیا جو اسیوقت قتل کر دیا گیا۔ سالم نے اہل فاس کی اتفاق رائے سے اسمٰعیل کے ایک اور بیٹے محمد کو آنے کے لئے لکھ بھیجا ہوا تھا۔ وہ ابھی راستہ میں تھا کہ اسے سالم کی گرفتاری و قتل کی خبر پہونچ گئی۔ جس پر وہ چوری سے فاس

جا کر وہاں اپنے ایک دوست کے مکان میں چھپ رہا۔ عبداللہ قصبہ الی کران پہونچا۔ تو اُسے وہاں اہالی فاس کے نائب بھی استقبال و محبت کو لئے آ ملے۔ وہ اس دفعہ بھی ان سے بڑی بے توجہی اور سختی سے پیش آیا۔ فاس والے بگڑے دل تو پہلے ہی تھے اس برتاؤ سے وہ اس دفعہ بھی بگڑ گئے۔ کناسیون سے بھی عبداللہ کچھ اچھی طرح پیش نہ آیا۔ سب نے صلاح و مشورہ کر کے عبداللہ کے کناس پہونچنے سے پہلے محمد کو فاس سے لاکر بادشاہ بنالیا۔ یہ اطلاع پاکر عبداللہ پھر جبال بربر کو بھاگ گیا۔ یہ واقعہ ۱۱۴۹ھ و ۱۷۳۶ء کا ہے۔

محمد کو بھی دو اڑھائی برس سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ اور بادشاہ تو زر و دولت بالجبر چھینا کرتے تھے۔ اس نے لشکریون کا پیٹ بھرنے کیلئے رعایا کے کھیتوں اور گھرون سے گندم اور جو تک جمع کر منگوائے اور وہان جھاڑو پھروا دی۔ ابھی تخت پر بیٹھے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ ایک رات مولائی عبداللہ غارتگرون کیطرح اصطبل شاہی پر آ پڑا۔ اور اس کے محافظون کو قتل کر کے طویلہ کو آگ لگادی۔ مولائی محمد نے خبر پاتے ہی اس کا تعاقب کیا لیکن عبداللہ دور نکل گیا تھا۔ ملک میں چارون طرف بدامنی پھیل رہی تھی۔ ایسی حالت میں لشکریون کی تنخواہ کے لئے روپیہ بہم پہنچنا بھی مشکل ہو گیا۔ اور انھی کمبختون نے ۲۳ ربیع الاول ۱۱۵۱ھ ۲۴ صفر ۱۱۵۱ھ کو مولائی محمد اور اس کے معتمد گورنر فاس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اور مولائی مستضی بن اسمٰعیل کو تافیلا سولت سے بلاکر تخت پر بٹھا دیا۔ یہ بھی (ایک سال) کی آزمائش کے بعد وہ بھی الگ کر دیا گیا۔

لشکر کی تنخواہ اور انعام کے لیئے جب اور کسیطرح روپیہ نہ ملسکا تو اس نے پہلے وہ ذخیرے جو سلطان اسمٰعیل نے شوره و نیله کقوتھہ۔ فولاد۔ ساگنی لکڑی اور دیگر مختلف اجناس کے جمع کر رکھے تھے نکال کر بیچ دیئے۔ جب ان سے بھی کچھ نہ ہوا تو شاہی محلون کے گنبدون سے تانبے اور گلٹ کے پترے اتروا دیئے۔ اور بالآخر تانبے کی توپیں تڑوا کر پیسے مضروب کرالئے۔ ان جزورسیون سے ظاہر ہے لاکھون اور کروڑون کی رقم کہاں دستیاب ہو سکتی تھی۔ اس کے لیے اب باشندگان فاس اور دیگر مقامات کے ہستوں کو ستانا شروع کیا۔ اور ایک بڑے بزرگ کو اس شبہ میں کہ صرہ فغانی کا روپیہ اس کے پاس امانت رکھا ہے پٹوایا اور قیدخانہ میں ڈالدیا۔ دوسری طرف مولائی عبداللہ نے بربر و عرب کے قبایل کو ہمراہ لیکر ملک میں وہ اودھم برپا کر دیا کہ الامان۔

آخر عبید نے مستضی کو معزول کرکے عبداللہ کو پھر بلا بھیجا۔ مستضی طنجہ وغیرہ چھوڑتا ہوا
مراکش کو چلا گیا۔ اس کے عہد کا بڑا واقعہ یہ ہے کہ اہل تطوان نے اس کے
بادشاہ ہونے پر کوئی وفد مبارکباد کہنے کے لیے نہ بھیجا۔ ابی العباس پاشا والی القصر و
طنجہ کو ان سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کا موقعہ مل گیا۔ اس نے مستضی سے اجازت لیکر جملہ
[illegible] تطوان پر حملہ کرکے شہر کو لوٹ لیا۔ اور عوام الناس کے علاوہ [illegible]
شہر کو تاراج کر دیا۔ مستضی کی والدہ قبیلہ وکالہ کی لڑکی تھی۔

عبداللہ کو تیسری مرتبہ پانچ برس حکومت کرنی ملی۔ ابھی [illegible] اس کے متعلق
میں لکھا تھا۔ یہ پانچ برس بھی بدستور سابق ظلم و ستم، قتل و غارتگری اور خانہ جنگیوں میں
بسر ہوئے جن میں سب سے اہم ابی العباس پاشا گورنر طنجہ کی بغاوت تھی۔ آخر عبید بھی باغی کے
ساتھ شامل ہو گئے جس پر عبداللہ کو بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ پہلے اس کی والدہ خناث
مکناس سے بھاگی اور دوسرے دن عبداللہ بھی بھاگ کر اپنے [illegible] کے
پاس چلا گیا۔ اور اسکی جگہ مولائی زین العابدین ابن اسمٰعیل کو جو ابی العباس کا مہمان
بنکر طنجہ میں مقیم تھا بادشاہ بنا دیا۔ یہ ربیع الاول ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) کا واقعہ ہے۔
مگر اہل فاس اور قبیلہ ودایا نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ وہ لشکر لیکر مکناس سے
ان کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ لیکن ابھی راستہ میں ہی تھا کہ غلام بگڑ کر واپس چلے گئے
اور تخت نشینی سے دو ہی ماہ بعد زین العابدین کو تخت سے جدا کر دیا۔ عبداللہ تو قریب
ہی جبال بربر میں منڈلا رہا تھا۔ وہ فوراً بربری لشکر لے کر آ پہنچ گیا۔

ودایا اور اہل فاس نے اسے بڑی خوشی سے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ جو اب
چوتھی مرتبہ سلطان تھا مگر چند ماہ بعد جب مستضی بھی آ گیا تو عبید و ابی العباس اس کے
طرفدار ہو گئے۔ فریقین میں ذی قعدہ ۱۱۵۸ھ سے لیکر آغاز ۱۱۵۹ھ تک لڑائی
ہوتی رہی۔ کبھی عبداللہ بھاگ جاتا اور کبھی مستضی۔ آخر عبداللہ کو پے در پے فتوحات
حاصل ہوئیں۔ پہلی فتح میں عبداللہ اور اس کے معاون بربریوں کو لشکر کا کل
اسباب غنیمت میں ملا جس میں ہزاروں گھوڑے، اونٹ، خچر اور [illegible] کے علاوہ بہت
[illegible] تنبو، خیمے، ریشمی [illegible]
[illegible] عبداللہ [illegible]

کہ یہ پہلی لڑائی تھی جس میں وہ شامل ہوا۔ اس فتح کے بعد عبداللہ نے طنجہ پر حملہ کر کے ابی العباس کی حکومت و طاقت کی قطعی بیخکنی کر دی۔ یہاں سے بھی اُسے بے شمار مال و زر ہاتھ آیا جسے ابی العباس کا خاندان پشتون سے جمع کرتا چلا آیا تھا۔ طنجہ سے واپسی کے وقت مستضی دس ہزار لشکر لیکر عبداللہ کا مزاحم ہوا۔ اس میں بھی عبداللہ غالب رہا۔ اور پانچہزار سے زاید گھوڑے اُسے غنیمت میں ملے۔ اس فتح سے خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سب فریقون نے عبداللہ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔

اس خانہ جنگی کے دوران میں دو قابل ذکر واقعات یہ گذری۔ حرہ خناثہ ۶ جمادی الاول ۱۱۵۵ھ کو جوار بیت اللہ میں جا بسین۔ اسی سال (۱۷۴۲ء) جب حاجیون کا قافلہ حجاز کو روانہ ہوا۔ تو مولائی عبداللہ نے ۴۲ چھوٹے بڑے قرآن مجید جن کی جلدیں سنہری اور ہر ایک پر بیش قیمت جواہرات اور موتی جڑے ہوئے تھے ہدیۃً بیت اللہ شریف اور مزار نبوی کو روانہ کئے۔ ان میں ایک وہ مصحف کبیر تھا جو عقبانی کے نام سے مشہور تھا۔ اور جو عادت و احترام میں مصحف عثمانی سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا تھا۔ اسے مشہور صحابی عقبہ بن نافع الفہری فاتح مغرب نے حضرت عثمان کے نسخہ سے بمقام قیروان اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا اور اندلس کے اموی بادشاہون کے پاس نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا تھا۔ اندلس سے اسے سعدی شرفا مغرب میں لائے۔ چنانچہ منصور نے بھی قرآن شریف پر اپنے دوسرے بیٹون سے بڑے بیٹے الشیخ کے لئے بیعت لی تھی۔ آخر ۱۱۵۵ھ میں یہ در یتیم اپنے اصل وطن حرم شریف کو پہنچ گیا۔ قرآن شریف کے ان نسخون کے ساتھ ۲ سو مختلف رنگون کے یاقوت حجرہ نبوی کے لئے بھی بھیجے گئے۔

اس تحفہ کی روانگی سے بعد عبداللہ سات برس زندہ رہا۔ یہ سات برس بھی بُری طرح کٹے۔ کبھی غلامون سے بگاڑ اور بربریون سے صلح۔ کبھی فاسیون سے صلح اور بربریون سے عناد۔ کوئی سال خیریت سے گذرنے نہ پایا۔ خانہ جنگی کے خاتمہ پر پہلے بربریون سے بگاڑ ہوا۔ یہ معاملہ ابھی طے نہ ہوا تھا کہ غلام بگڑ گئے۔ سلطان نے وددیا کو بلا بھیجا اور ان کی پناہ میں مکناس سے فاس جدید کو چلا گیا۔ ادھر غلام نبی حسن وغیرہ مخالف قبایل کی مسلسل ایذا دہی سے تنگ آ کر اسی سال ۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء)

میں شریع الرملہ کو خالی کر کے مکناس آ گئے۔ اور اصطبل۔ قلعہ۔ شہر۔ مملان۔ الغرض جہاں جگہ ملی۔ ڈیرے ڈال بیٹھے۔ اور ۱۱۶۲ھ میں چند برسوں کی مسلسل لڑائی سے اکتا کر سید محمد بن عبداللہ کو جو مراکش میں گورنر تھا لکھا کہ اگر چاہو تو ہم تمہاری بیعت پر رضامند ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا خطبہ شروع کر دیا۔ مگر محمد نے باپ کی نافرمانی سے صاف انکار کر دیا۔ اور بادشاہی اختیار کرنے کی بجائے مصالحت کرانے کے لیے مراکش سے مکناس آ کر عبیدہ کو اپنے باپ کا پھر تابع فرمان بنا گیا۔ جو اس لحاظ سے پانچ دفعہ معزول ہو کر چھٹی دفعہ سلطان تسلیم کیا گیا۔ پیرانہ سالی میں عبداللہ کی سفاکی اور بھی بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ عمر کے آخری دو برس وہ فاس جدید کے قریب مقام دار دبیبغ میں پڑا رہا۔ ڈر کے مارے کوئی اس کے قریب نہ پھٹکتا تھا۔ انگریز مورخ ٹھروٹن کا بیان ہے کہ ۱۷۴۲ء میں اپنے سامنے عبداللہ کو ۳۵۰ باغیوں کو قتل کراتے دیکھا۔ جن میں سب سے پہلے شخص کو اس نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ان کی لاشیں بلا دفن کئے میدان میں عرصہ تک سڑتی رہیں۔ بیلو لکھتا ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ نے ایک ہفتہ میں دو ہزار دو آدمی قتل کرائے۔ بالآخر ۲ صفر ۱۱۷۱ھ (۱۷۵۷ء) کو یہ قہر الٰہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ملک کی بلا کٹ گئی۔ اس کی خوشحالی کا زمانہ پھر عود کر آیا۔ اور چتر شاہی پھر ایسے بادشاہ کے سر پر سایہ افگن ہوا جو نیک نہاد۔ عقلمند۔ رعیت پرور اور عادل ہونے کے ساتھ ہی سچا۔ دیندار۔ باحمیت اور صاحب اقبال بھی تھا۔ یہ اسی ظالم عبداللہ کا دوسرا بیٹا محمد تھا۔ جس کا تیسرا بھائی باپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔

مولائے مستضی معزول ہو کر ۱۱۵۰ھ میں بلاد خود کو بھاگ گیا تھا۔ وہاں سے مولائے عبداللہ کے تعاقب پر مختلف علاقوں میں گشت کرتا ہوا طنجہ پہنچا۔ اور وہاں کے گورنر قاید عبدالکریم ایفی کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اور لوگوں پر سخت ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ جس سے تنگ آ کر اہل ایف نے ایک دن اس پر اچانک حملہ کر کے اُسے قید کر لیا اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ ان کے پنجے سے رہائی پانے پر اس نے اپنے بھائی عبداللہ سے سابقہ تقصیرات کی معافی مانگ کر درخواست کی کہ اس کی رہائش کے لئے کوئی جگہ خود ہی مقرر کر دے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ تو نے میرا کوئی قصور

نہیں کہا گیا۔ اگر تو جنگ کرنا چاہتا ہے تو میری طرح باپ کے ملک کو بخشا۔ اب اگر تو میری حمایت و اطاعت میں آنے کو تیار ہے تو میں اسے خوشی سے منظور کرتا ہوں۔ میری رائے میں آصیلا کی رہایش تمہارے لیئے مناسب ہوگی۔ اور اگر تو ملک چاہتا ہے۔ تو میدان تیار ہے مستضی خط پڑھ کر بندر آصیلا کو چلا گیا۔ اور خضر غیلان کے مکان کو مرمت و درست کر کے سنہ ۱۱۶۲ھ میں وہاں آباد ہو گیا۔ چند دن بعد وہاں کے بعض اہل طمع اس کے دوست بن گئے۔ اور اُن کے مشورہ پر اس نے غلہ کا بیوپار شروع کر دیا۔ وہ گندم و جو وغیرہ متصل علاقہ کے عرب دہقانوں سے خرید کر منہ مانگے نفع پر ممالک غیر کے انصار و تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتا جن کے جہاز اب چاروں طرف سے آصیلا میں پہونچنے شروع ہو گئے۔ اس فایدہ سے دنوں میں اُس کی حالت سنور گئی۔ سینکڑوں خوشامدی جمع ہو گئے اور اس نے طیطوان و طنجہ سے اسلحہ خرید کر اپنی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔ عبداللہ کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو بھائی کو آصیلا میں رہنے کی اجازت دینے پر بہت نادم ہوا۔ اور اسی وقت ایک طرف اپنے بیٹے محمد گورنر مراکش کو اور دوسری طرف قاید ابی محمد کو آصیلا جا کر مستضی کو وہاں سے نکال دینے کا حکم بھیجدیا۔ سلطانی فوج کے پہونچنے پر مستضی کے بیٹے نے شہر سے باہر آ کر عجت پیش کی کہ ہم یہاں سلطان کی اجازت سے رہتے ہیں اور اس نے ہمیں اس بندر کی آمدنی عطا کر رکھی ہے۔ تم کیوں تعرض کرتے ہو۔ لیکن گورنر نے ایک نہ مانی۔ اور جب تک مستضی باہر نہ نکل آیا محاصرہ سے دست بردار نہ ہوا۔ مستضی اخر جبر شیخ ابی بکر بن عربی کے فرزند کو چلدیا اور گورنر اس کا مال و اسباب اور اسلحہ و بارود وغیرہ لیکر مستضی کے بیٹے کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں پہونچگیا۔ عبداللہ نے ہتھیار اور بارود رکھکر باقی تمام سامان مستضی کے خاندان کو دیدیا۔ جو سنہ ۱۱۶۹ھ میں مستضی کو سجلماسہ میں جا ملا۔ سجلماسہ پہونچنے سے پہلے چند قبایل کو اپنے ساتھ ملانے کی ناکام کوشش کی تھی وہاں جا کر اس نے ملک و سلطنت کا بالکل خیال چھوڑ دیا اور باقی ماندہ زندگی بسر کر کے سنہ ۱۱۷۰ھ میں راہی ملک بقا ہو گیا۔

جیش العبید | مولائی محمد بن عبداللہ کے عہد کی تاریخ شروع کرنے سے پہلے اس لشکر کے حالات کا بیان بعض موقعوں پر بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا احمد بن خالد الناصری

لکھتے ہین، مولائے اسمٰعیل کے اواخر عہد مین عبید کی افواج تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی۔
رفاہ و عزت مین اسوقت ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ ان کی بارکین عالیشان محلات کے
سرمارتی تھین۔ گھوڑے اور اسلحہ جیسے ان کے پاس تھے۔ شاید ہی دنیا کی کسی سپاہ
کے پاس ہون۔ یہی کیفیت وردی اور ان کے دیگر سامان کی تھی۔ ان مین کو ستر ہزار
و پیدل مشرع الرملہ کی بارکون مین رہتے تھے۔ یہین ساہل پاشا کے ماتحت ۲۵ ہزار
ینگچری (یکیشاریہ) سپاہ کا رسالہ بھی رہتا تھا۔ ترکی ینگچریون کیطرح مراکش
ینگچری بھی پیدل تھے۔ صرف افسر گھوڑون پر سوار ہوتے تھے۔ تاوعت اور
وجدہ وس مین پانچ ہزار پیدل تھے۔ اور باقی پچاس ہزار مغرب کے دوسرے
قلعون مین منقسم تھے۔ جہان وہ ہر طرح کے آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے
تھے۔ ہر قلعہ کے متصلہ علاقہ کے باشندون کو حکم تھا کہ پیداوار کے اعشار مین سے
اسقدر غلہ اور چارہ قلعہ والون کی فوج اور ان کے جانورون کے لئے پہنچا دیا
کرین۔ سلطان اسمعیل کے وقت تک اس انتظام مین کوئی خلل نہ پڑا۔ اسکی وفات
پر جب اسمعیل کی اولاد مین خانہ جنگی برپا ہوگئی تو ایک طرف قبایل نے مقررہ رسد
پہونچانی بند کردی۔ اور دوسری طرف سلاطین نے سلسل جدال و قتال سے ان کی
خبرگیری کا کوئی خیال نہ رکھا جس پر ان قلعون سے عبید فاقہ کشی سے تنگ آکر
قلعون کو چھوڑ چھاڑ ہمسایہ قبایل مین منتشر ہوگئے۔ اور عرب و بربر قبایل نے
نامی قلعون کو لوٹ کھسوٹ کر ایسا ویران کردیا کہ پھاٹکون کے کواڑ اور چھتون
کی لکڑیان تک اوتار لے گئے۔ صرف دیوارون کے ڈھانچ باقی کھڑے رہ گئے
یہی حالت مولا عبد اللہ کے عہد مین حبشیون عبید کے مشرع الرملہ سے مکناس چلے جانے
پر مشرع الرملہ کی ہوئی۔ تو جس وہان کے عالیشان محلون اور بارکون کی چھتین
اینٹ پتھر اور شہتیر تک اوتار کر لیگئے۔ اور وہان ان کو کوٹھریون کے مول
بیچ ڈالا۔ کچھ عرصہ فقط دیوارین کھڑی رہین۔ مگر ان کی باری بھی جلد آگئی۔ اور
غارتگرون نے انہی کو گرانے پر اکتفا نہ کرکے دفینون کی تلاش مین فرشون اور
زمین کو بھی کھود ڈالا۔

مکانات کے ساتھ یہان تک لشکریون کی بھی جمعیت پریشان ہوگئی۔ مکناس سے نصف

زیادہ سپاہی نہ پہونچے۔ باقیماندہ اپنے اپنے سابق قبایل اور مالکون کے پاس چلے گئے۔ جو مکناس پہونچے۔ ان میں سے بھی اکثر ہر ایک چیز کی گرانی کیوجہ سے وہان زیادہ مدت نہ ٹھیرے۔ بڑے بڑے شہرون میں یونہی تو ہمیشہ گرانی کا زور رہتا ہے۔ مگر ان دنون خشکسالی اور خانہ جنگی نے اور بھی قحط برپا کر رکھا تھا۔ پس صرف وہی لوگ وہان رہ گئے جو یا تو متمول تھے۔ یا کوئی ہنر جانتے تھے۔ اور ان لوگون کا بھی قافیہ تنگی مکان سے تنگ ہو رہا تھا۔ شہر میں کوئی گنجایش نہ ہونے کے باعث انہون نے شہر کے متصل باغات اور زمینون میں ڈیرے ڈالدیے تھے۔ جہان بربر قبایل اکثر چھاپے مارتے۔ اور ان کے بال بچون اور مال و اسباب کو اٹھا لیے جاتے۔ اس طرح اس لشکر کا بھی حصہ کثیر حصول معاش کے لیئے دیہات اور قبایل میں جا بسا اور سپاہگری کے فن اور بندوق و توپ کے ہنر کو بھولا کر عام لوگون کیطرح ہو گئے۔ اس سپاہ کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا۔ جب ۱۱۵۹ھ میں مکناس میں زلزلہ آیا۔ تو ہمیں سے پانچ ہزار کے قریب دیوارون کے نیچے دب کر مر گئے۔

مولای محمد کے عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کے وقت تک اس سپاہ کی حالت یوماً فیوماً بدتر ہوتی چلی گئی۔ اس دور اندیش و بیدار مغز فرمانروا نے باقی سلطنت کے دوسرے صیغون اور محکمون کیطرح اس لشکر کو بھی پھر بحال کر کے سپاہ کا مقتدر ترین حصہ بنا دیا۔ جب اس نے ادہر توجہ کی تو عبید کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ پائی۔ اس نے دادا کی طرح منتشر افراد کو پھر قبایل سے جمع کر دیا اور پہلے کیطرح بیش قیمت گھوڑون۔ اسلحہ اور وردیون سے اس پرانے لشکر کو دوبارہ مرتب کر کے دولت اسمعیلہ کو اپنی حسن سیرت اور قابلیت سے خواری و ذلت کے بعد از سر نو عزت اور ذلت و گمنامی کے بعد حیات تازہ بخشی۔ سید احمد بن خالد اس موقعہ پر ایزاد کرتے ہیں کہ مذہب اشعریہ کے مطابق فسق و فجور کی وجہ سے امام معزولی کا مستوجب نہیں ہو جاتا۔ بنا بریں مولا احمد بن اسمعیل جایز امام اور مولا عبدالملک اسپر خروج کرنے والا تھا۔ اسیطرح عبداللہ جایز بادشاہ تھا اور اس کے ساتھ جنگ کرنے والے سپاہی باغی سے زیادہ رتبہ نہ رکھتے تھے ؎

سعدی محمد بن عبداللہ
سنہ ۱۷۵۷-۱۷۹۰ء

محمد ثالث[۵۱] بن عبداللہ جو سابق میں گورنر سفی تھا تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نیک اور عقلمند شخص کے سر پر چتر شاہی سایہ افگن ہوا۔ اس نے مراکو میں ۳۳ سال تک حکمرانی کی۔ اس کے عہد حکومت میں ملک نے ہر قسم کی ترقی کی اور چاروں طرف فارغ البالی کے آثار نظر آنے لگے[۵۲]۔ اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ زودائیا کو غارت کرکے اور فقیق کا محاصرہ کرکے ان دونوں مقامات پر اپنا قبضہ کرلیا[۵۳]۔ تمام ملک میں جسقدر ظالم اور سخت گیر گورنر تھے ان کو گرفتار کرلیا شہروں میں ازسرنو قلعے بنا کر ان کو مضبوط کیا۔ سلّی اور رباط دو بندرگاہ تھے۔ ان دونوں میں اسوقت ایک جہاز رہا کرتا تھا۔ چنانچہ سعدی محمد نے ان کو فتح کرکے ہمیشہ کے لئے ان کی آزادی اور خودمختاری کا خاتمہ کر دیا۔ اور ان دونوں مقامات میں اس نے عمدہ عمدہ بندرگاہیں بنوا دیں۔ اسی زمانہ میں ۱۷۶۰ء میں شہر موگاڈور اور فیدالا کی اس نے بنیاد ڈالی۔ اور فرانسیسیوں نے سلی اور لارش پر فوجکشی کی لیکن ان کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ اسمٰعیل کے کتب خانہ میں اسوقت بارہ ہزار کتابیں تھیں پس سعدی محمد نے اس خیال سے لوگوں کو ان کے پڑھنے کا زیادہ موقعہ ملے ان کو اپنی تمام سلطنت کی بڑی بڑی مساجد میں تقسیم کردیا۔ پس اس پر پادریوں کا ایک مرتبہ پھر زور ہوا۔ اور انہوں نے خوب ترقی کی[۵۴]۔ ۱۷۶۷ء میں اس نے یورپ[۵۵] اور ترکی[۵۶] سے زیادہ دوستانہ تعلقات پیدا کئے۔ چنانچہ اسکو ترکی سے سلطان سلیم سوم نے کثرت سے توپیں۔ بندوقیں۔ بم کے گولے اور سامان جنگ اپنے

۵۱ الزیانی صفحہ ۱۲۷۔ ۵۲ اس زمانہ میں بارڈوانس نے اسکی سب سے زیادہ اس امر کی تعریف کی وہ بوامیر کا ایک اعلی درجہ کا لفٹنٹ تھا اس نے تمام قزاقوں کی بیخ کنی کر دی تھی ۵۳ الناصری صفحہ ۹۶۔

۵۴ الزیانی والناصری صفحہ ۹۵ ۵۵ سعدی محمد کے زمانہ میں ۱۷۶۰ء و ۱۷۸۳ء میں انگلستان ۱۷۶۷ء میں فرانس ۱۷۶۷ء ۱۷۸۰ء و ۱۷۸۵ء میں ہسپانیہ ۱۷۶۶ء میں ڈنمارک ۱۷۷۸ء میں ٹسکنی اور ۱۷۸۶ء میں ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ سلطنت مراکو نے معاہدے کئے اور لنڈن، وئینا، پیرس، لسبن، ہینڈرڈ، ہیگ، مالٹا کو مراکو سے سفیر بھیجے گئے ۵۶ ۱۷۸۶ء میں الزیانی جو بہت بڑا مؤرخ تھا سفیر مقرر ہو کر ترکی کو گیا وہاں پر اسکی اسقدر تعریف اور عزت ہوئی کہ عبدالحمید ہمیشہ اس سے آپکو لکھا کرتا تھا۔ ترکی سے واپس آنے پر وہ پہلے تو تازہ اور اسکے بعد تفیلالت کا گورنر مقرر ہوا۔ لیکن الیزید نے اسکو ایک سازش کنندہ قرار دیکر گرفتار کرلیا اور قیدخانہ میں بھیج دیا۔

جہازوں میں بار کرکے سیدی محمد کے پاس مراکو بھیجا[1]۔ یہ تمام سامان جنگ سے ۱۷۶۹ء آئندہ سال ہی اہل "پرتگال" سے میزیگن واپس لینے میں کام لیا گیا۔ ۱۷۷۴ء میں سیدی محمد نے ہسپانیہ کے قلعہ ملیلا کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن کارلس سوم نے ایک عہد نامہ کے واسطے کہا جس کی رو سے اس نے بر و بحر میں امن وصلح قایم رکھنے کی شرط پیش کی۔ مورون کے سفیر نے اسکو منظور کرکے اسپر دستخط کر دیے۔ اس پر وہ سفیر بہت زیادہ مورد عتاب ہوا۔ محمد نے کہا کہ اگر اہل ہسپانیہ ہمارے سامان جنگ کو بحری راستہ سے طنجہ اور موگاڈور کو لے جاویں تو میں اپنی فوجوں کو واپس بلا لونگا۔ چنانچہ بادشاہ کارلس ہسپانیہ اسپر رضامند ہو گئے اس پر محمد نے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا اور بری لڑائی کا خاتمہ ہو کر امن قایم ہو گیا[2]۔

الیزید کی بغاوت ۱۷۷۵ء یہ بات چونکہ فوجوں کے منشا کے خلاف ہوئی اس وجہ سے انہوں نے مکنیز میں لڑائی اور فساد کی کوشش کی۔ یہ حالت دیکھکر سلطان نے اپنے بیٹے الیزید کو فوج کے مغلوب کرنے کے واسطے بھیجا۔ محمد کی یہ تدبیر خلاف ثابت ہوئی۔ کیونکہ باغیوں نے الیزید سے یہ کہا کہ ہم تم کو بھی اپنا سلطان بنا لیں گے۔ اسپر وہ رضامند ہو کر باغیوں کا بھی ساتھی بن گیا۔ اس وقت محمد کو بڑی مشکل پیش آئی اور بدقت تمام ودائیا اور بربرہ کی فوج کی مدد سے اس نے ان کو مغلوب کیا۔ الیزید نے زرہون کے معبد میں جا کر پناہ لی اور وہاں شریعت کی سفارش پر ہی اس کے باپ سلطان نے اسکے قصور کو معاف کیا جیشیوں کی جو فوج تھی اسکو سلطان نے اطراف ملک میں بھیج دیا۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بعد میں جو بغاوتیں ملک میں ہوئیں وہ شروع نہ ہو سکیں۔ اسکے علاوہ ۱۷۷۶ء و ۱۷۷۸ء میں سخت امساک باران ہوا اور تمام ملک میں قحط پڑ گیا۔ سلطان نے رعایا کی امداد کرنے اور اسکو قحط کے اثر سے محفوظ رکھنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور بطور قرض حسنہ کے زر کثیر رعایا کو بانٹ دیا۔

تکلیف دہ زمانہ ۱۷۸۲ء اس کے بعد بھی سلطان کو اطمینان نصیب نہ ہوا۔ اور اس کا اضطراب بدستور قایم رہا۔ ۱۷۸۲ء میں ایک شخص حاج الیموری نامی نے

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۴۳۔ [2] الناصری صفحہ ۱۰۴۔ الناصری میں یہ بھی لکھا کہ سیدی محمد نے مکہ معظمہ کے سلطان سے اسی زمانہ میں ایک عہد نامہ بھی کیا تھا۔ [3] الزیانی صفحہ ۱۴۵۔

مہدویت کا دعویٰ کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ اہل بربر اس کے پاس جوق کے جوق آنے لگے اسکے
ادعائے مہدویت کو تسلیم کرتے اور اس کی بیعت ہو جاتے تھے[1]۔ لیکن سلطان محمد نے
اس کی سرکوبی کے واسطے ایک سخت مہم بھیجی جس نے اس مدعی مہدیت کے مریدوں اور
معتقدوں کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ اسکے بعد بھی سلطان کی پریشانیوں کا خاتمہ[2] نہ ہوا
الیزید نے زیارت حرمین شریفین کی اجازت چاہی۔ سلطان نے اسکو منظور کر لیا۔
ان ہی دنوں میں سلطان نے اپنے ایک سفیر کو کچھ تحائف دیکر ایک شریف کے پاس بھیجا
تھا۔ جو سلطان کا داماد بھی تھا۔ الیزید نے موقعہ پاکر اس سفیر کے پاس سے تمام
تحائف کی چوری کرادی[3]۔ اس پر سلطان نے اسکی اچھی طرح گوشمالی کی اور ولیعہدی سے
خارج کر دیا۔ لیکن اس نے بڑی دلیری کی اور تین سال کے بعد طیطوان کے متصل ملا
عبدالسلام کی عبادتگاہ میں آن کر پناہ لی۔ اور یہاں سے ہی ایک اور بغاوت کی تدابیر
سوچنی شروع کر دیں۔ سنہ ۱۷۹۰ع میں سلطان بذات خود اس کی گوشمالی کے واسطے گیا۔
لیکن اسکا کاسہ زندگی لبریز ہو چکا تھا۔ پس اس نے راستہ میں قضا کی اور تمام دنیا و
مافیہا کو خیرباد کہا۔ اس وقت مراکو میں عام طور سے کشت و خون شروع ہو گیا۔ جو ملا
اسمعیل کی خونریزی سے اگر زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہ تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے یہ
حالت زیادہ عرصہ قایم نہ رہی[4]۔

مولائی الیزید
سنہ [illegible]

یہ بات بدفعہ مرتبہ بیان کی گئی ہے اور عام طور پر یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ
ملا الیزید کی والدہ انگلستان یا آئرلینڈ کی رہنے والی تھی
یہ عورت وینس سے کانسل کے افسر کی بیوہ تھی۔ لیکن جس بنیاد پر یہ بات

---

[1] [illegible] صفحہ ۱۰۰۔ [2] الزیانی [3] قونصل مائرا نے لکھا ہے کہ اسوقت سلطان سعدی محمد کے
دوسرے بیٹے عبدالرحمن نے اپنے بھائی یزید کے پاس ایک پیغام بھیجا جو حسب ذیل ہے:۔ مجھ کو والد کے انتقال کی
خبر ملی ہے اور میں نے سنا ہے کہ تم اپنے عبادتخانہ سے باہر نکل آئے ہو۔ سلطان ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور میرے باپ کے
روپیہ کو بیوقوفوں کے بانٹ رہے ہو۔ اے بدنصیب چوہے یا تو اپنے سوراخ میں گھس جا ورنہ اگر تو انسان ہے
تو مراکش میں آکر مجھ سے مل۔ کیونکہ تجھ کو جان لینا چاہیے کہ فرشتہ کسی بادشاہ کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔
[4] ایضاً صفحہ ۱۰۱۔ لمپریر کا جو الیزید کی تخت نشینی سے ایک سال پہلے مراکو میں مقیم ہوا تھا۔
اس نے لکھا ہے کہ الیزید کی نانی انگریزی قوم کی عورت تھی۔

بنی ہیں۔ وہ تعریباً فسانہ ہیں۔ تاریخ سے ان کا ٹھیک پتہ نہیں چلتا ہیگو نے لکھا ہے کہ میرے ایک ہمعصر نے اس حکومت کے واقعات اطلاً ذاتی واقفیت کی بنیاد پر لکھے ہیں۔ لیکن اس نے اسکا نام ظاہر نہیں کیا ہے الغرض اس نے لکھا ہے کہ الیزید کی ماں ہسپان کی ایک لونڈی تھی اور اسکا نام سگیتا تھا۔ بہرحال وہ کسی کے بطن سے ہو وہ بد باطن جو اب تخت شاہی پر متمکن ہوا ہمیشہ علانیہ طور پر انگریزون کے ساتھ مراعات کیا کرتا تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی عام طور پر تمام سلطنتوں سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ لیکن انگریزون کو اس سے بھی مستثنیٰ کر دیا۔ الیزید کو باشندگان ہسپانیہ کے ساتھ بہت زیادہ کاوش تھی اور اسکے حرکات و سکنات سے ہمیشہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کو نفرت اور حقارت کی نگاہون سے دیکھتا ہے سلطان محمد کا وزیر اہل ہسپانیہ کے ساتھ بہت مراعات کیا کرتا تھا۔ پس الیزید نے ایک دن طنجہ میں ہسپانیہ کے سفارتخانہ کے دروازہ پر اس وزیر کے ایک ہاتھ اور دو بڑے بڑھے حاکمون کے سرون میں میخیں ٹھکوا دیں۔ وزیر کے دوسرے ہاتھ کو کاٹ کر اودیدا کے پاس بھیجیا اور اسکا سر قلم کر کے میکنیز میں ہسپانیہ کے گوشہ نشین لوگون کی خانقاہ کے سامنے ایک ستون پر نصب کرا دیا اور اس کے بعد اس کی بہت کچھ بیحرمتی کی۔[ا۵] ان تمام باتون کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن اعلان دشمنی و جنگ سے پہلے ہسپانیہ کے قونصل اور سفیر نہایت عقلمندی سے وہان سے اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔[۵۲] الیزید کی یہ خواہش تھی کہ کسیطرح مسیوتا کو واپس

---

[۵۱] میکنیز میں جو یہودی نائب قونصل رہا کرتا تھا الیزید نے اسکی ایڑیون میں سوراخ کر کے اب منصور الالج پر ایک بھیڑ کیطرح لٹکا دیا اور لیتیب بن عطار کو جو قوم کا یہودی لیکن اسکے باپ نے ایمان لا رہا تھا زندہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلوا دیا۔

[۵۲] ہسپانیہ کا قونصل وغیرہ سیر کا ارادہ ظاہر کر کے ہسپانیہ کے جہازون میں سوار ہو گئے لیکن مورون کو ان کا اصلی منشا معلوم ہوا تو ان کی آتش غضب مشتعل ہو گئی۔ لاریکی اور موگاڈر کے نائب قونصلون نے اسکی شکایت کی کہ ہمارے اہل وعیال کو ہم سے جدا کر لیا گیا۔

نوٹ۔ ان تمام کارروائیون کے مفصل حالات انگریزی قونصل کے مراسلون میں جو اس نے نوبت بنوبت بھیجے تھے مندرج ہیں۔ وہ مراسلے ہنوز مراکو کے محافظخانہ میں موجود ہیں۔

لے لیا جاوے اور ابن بارہ میں اُسکے انگریزون کی امداد پر بھروسہ تھا اور بالخصوص اس وقت جبکہ ہسپانیہ سے اس کی جنگ کا خاتمہ ہونے والا تھا اس نے انگریزون کی امداد پر علانیہ طور سے اپنے بھروسہ کا اظہار کر دیا۔ اس نے انگریزون سے مدد لینے کے واسطے لاریکی انگریزون کو دینا چاہا لیکن انہون نے اسکے لینے سے انکار کر دیا۔[۵۹]

اصول اور عمل الیزید کا قول تھا کہ مراکو کے ہر ایک سلطان کو اسقدر خونریزی کرنی چاہیئے کہ اس کے قلعہ کے دروازہ سے شہر تک ہمیشہ خون کی نہر جاری رہے اور لوگون کی زندگی ہمیشہ خوف اور اندیشہ کی حالت میں بسر ہو۔ اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنی سلطنت کے جن اضلاع میں یہودی رہا کرتے تھے انکو غارت کر دیا۔ اس سے اس کی صرف یہ غرض تھی کہ اس کے حبشیون کے رسالے خوش ہون اور اچھی طرح کام کریں۔ اس کے علاوہ اس نے چند یہودی عورتون کو زندہ جلوا دیا۔ اس نے خود اپنے ہاتھون سے طنجہ کے پاشا کو دو مرتبہ گولیون سے مجروح کیا۔ اس کے دونون کان کٹوائے اور اسکا سر پاش پاش کرا دیا۔ اسی پاشا کی بیوی کی پستانون کو شکنجہ میں دبوا دیا اور اس کی دیا شائی ماں کو دو دن تک ہلکی ہلکی آگ کے اوپر آویزان رکھا اور اس کے سر پر میخیں جڑوا دیں۔[۶۰] لاریکی کے رئیس اور پاسابث کی عمر اسی سال یا اس سے بھی کچھ زیادہ تھی ان دونون کی داڑھیان جڑ سے اکھڑوا دیں۔[۶۱] مراکش کے مفتیون نے حکم دیا کہ ظالم سلطان کو تخت شاہی سے معزول کر دیا جاوے اور حقیقت میں اس کا یہ حکم بالکل انصاف پر مبنی تھا۔ لیکن الیزید اسپر نہایت برہم ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ مفتی کی زندہ کھال تمام جسم سے اوتاری جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کے تمام اعضا ایک ایک کر کے علیحدہ کر دیے گئے اور اسکے بعد اسکا سر قلم کرا دیا۔ الغرض الیزید کے مظالم اسقدر بڑھ گئے تھے کہ ان کی کوئی حد و شمار نہ رہی تھی [illegible] بیان سے باہر ہیں [illegible]

[۵۹] اس مکار ظالم کو انگریزون نے صرف اسقدر مدد دی کہ انہون نے [illegible] کرنل [illegible] کو اپنی [illegible] کی ملازمت کرنے سے [illegible] میدان میں انکی امداد کرنے کی اجازت دیدی۔ [illegible] بھاگ کر [illegible] شخص جو مسلمان ہو گئے تھے ان کو سلطان کے حکم سے برہنہ کر کے انگریزی قونصل کے حوالے کر دیا گیا اور وہ جبرالٹر کو بھیج دیے گئے اسوقت [illegible] بارود کی بجائے آٹا استعمال [illegible] [illegible]

سلطنت کرنے کے بعد اس کی بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ اس کے دوسرے بھائیوں نے اسکے خلاف سلطنت کا دعویٰ کیا۔ تمام رعایا ان کی ساتھ ہو گئی۔ اور الیزید سے بغاوت شروع کر دی۔ وہ ان کی سرکوبی کے واسطے اٹھا لیکن ناکامیابی ہوئی۔[۵۱]*

عہد ہشام سنہ ۹۵-۱۷۹۲ء

الیزید کی سلطنت کے خاتمہ کے بعد فوراً مراکش میں اعلان کر دیا گیا کہ ملا ہشام تخت نشین کیا گیا۔ لیکن سلطنت کے دوسرے حصوں میں اسکے دوسرے بھائیوں کی بادشاہت کا اعلان کیا گیا۔ یعنی سلطنت فیض کے نصف شمالی حصہ میں مسلمہ اسی سلطنت کے نصف جنوبی حصہ میں سلیمان دوم اور طفیلالت میں عبدالرحمن کو بادشاہ بیان کیا گیا۔ اسی وقت سوس کے بعض حصص میں وہاں کی رعایا نے سعدی احمد و موسیٰ کے بیٹے کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اسپر تمام بھائیوں میں تین سال تک سخت جھگڑے ہوتے رہے۔ بالآخر سلیمان اپنے تمام بھائیوں پر غالب آ گیا۔ ہشام کو تخت چھوڑنے پر مجبور کیا اور تمام سلطنت کو پھر ملا کر ایک کر لیا۔[۵۲]

عہد سلیمان سنہ ۱۸۲۲-۱۷۹۵ء

سلیمان کے عہد حکومت میں سلطنت مراکو میں ایسی ہی خوشحالی اور فارغ البالی ہوئی جیسی کہ محمد ہفتم کے زمانہ میں نہیں گئی۔[۵۳] اس زمانہ میں اہل مراکو کثرت سے بحری چوریاں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کی پوری طور پر بیخکنی کرنے کا فخر اسی سلطان کو حاصل ہے

---

[۵۱] الیزید کے مفصل حالات انگلستان کے صیغہ خارجہ کے ایک مراسلہ میں لکھے ہوئے ہیں اور اب وہ پبلک ریکارڈ آفس مراکو جلد ۱۰ سنہ ۲۵ میں موجود ہیں۔ * الزیانی و الناصری صفحہ ۱۲۹۔

[۵۲] سلیمان کی تخت نشینی کے موقع پر اسکے وزیر محمد بن عثمان نے ایک عجیب ترتیب اعلان بادشاہ کی جانب سے شائع کیا۔ اسکے الفاظ بالکل بادشاہ کے الفاظ معلوم ہوتے تھے چنانچہ اس میں لکھا تھا کہ میں امن قائم کرنیکے واسطے کس طرح طفیلالت گیا۔ لیکن چونکہ میری امن پسندی اور دل گستری کی وجہ سے فوج اور رعایا نے مجھکو تخت نشینی کے واسطے بلا بھیجا ہے میں ارادہ کر لیا ہے کہ اپنی سلطنت کی نگرانی میں اور غیر ممالک کے تعلقات کی سلسلہ رعایا کی امیدوں کے موافق ہی کام کرونگا۔ ملا سلیمان سے اس کی رعایا نے کہا تھا کہ بلحاظ رحمدلی کے سلطان بہ نسبت مراکو کے بہشت بریں کے زیادہ قابل ہے۔

* بروک جلد اول صفحہ ۳۵۹۔

[۵۳] الترجمانی +

اس کے باپ سعدی محمد کے عہد میں بھی اس کے متعلق غیر ممالک سے چند عہد نامے کئے تھے جن کی وجہ سے اس کی علیحدگی بہت کچھ کم ہو گئی تھی۔ لیکن اب اس عہد میں کسی نہ کسی وجہ سے یورپ کے تعلقات میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں جس زمانہ میں عیسائی غلاموں کی کثرت تھی اور غیر ممالک کے ساتھ مراکو کے تعلقات وسیع تھے اس زمانہ کے حالات ہم کو کسیقدر زیادہ معلوم ہیں۔ لیکن اس کے بعد کے اندرونی حالات ہم کو برائے نام ہی پتہ چلا[۵۱]

معلوم ہوتا ہے کہ اہل مراکو کی یہ خواہش تھی کہ عیسائی سلطنتوں سے بالکل بے تعلق اور الگ تھلگ رہنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ ایسی پالیسی ہے جو اب تک برابر اسی حالت پر چلی جاتی ہے۔ مورون اور یہودیوں کے واسطے سلطان کا حکم تھا کہ جب تک ضمانت نہ دیں اور اجازت حاصل نہ کر لیں اس وقت تک حدود سلطنت سے باہر قدم نہ رکھیں اور جہاں تک ممکن ہوا خود سلطان نے اس کی مثال قائم کی کہ یورپ کی عیش پرستی کو اختیار نہ کیا جاوے۔ سلطان سلیمان کے عہد حکومت میں ۱۷۹۹ء و ۱۸۱۸ء میں دو مرتبہ وبا نازل ہوئی۔ تمام رعایا تباہ و برباد ہو گئی۔ ایک مرتبہ اس کے باپ کے زمانہ میں بھی یہ ہی وبا ۱۷۶۸ء میں نمودار ہوئی تھی۔ الغرض اس وبا کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں قحط پڑ گیا اور تمام ملک میں بد امنی پھیل گئی۔ ایک طرف کوہ اٹلس کی بربری لوگوں نے بغاوت شروع کی اور دوسری طرف ابراہیم اور سعدی پسران الیزید نے یکے بعد دیگر اپنے چچا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ ۱۸۲۰ء میں سعدی العربی شریف وزان کی حمایت کی وجہ سے سلطنت مراکو کا شمالی حصہ ان کے قبضہ میں آ گیا۔ ۱۸۲۲ء میں سلطان سلیمان نے اپنی وفات سے کچھ ہی دنوں پہلے اسکو اپنے بھتیجوں سے پھر چھین لیا۔ انہیں دنوں حمودہ پاشا بن علی (بائی رسولے) نے ٹیونس سے مراکو کو ایک سفارت بھیجی اور اس سے بھی زیادہ ایک دلچسپ خط عبد اللہ بن سعود وہابی فاتح بدعت کنندگان[۵۲] ممالک حجاز نے جزیرہ نمائے عرب سے بھیجا۔ یہ شخص عبد اللہ بن سعود

---

[۵۱] یہ سچ ہے کہ جیکسن کی بے بہا تالیفات میں ہی "علی بے" "ڈولے" "ادر شوسبو" اسی زمانہ میں شائع ہوئیں لیکن یہ تمام کتابیں غیر ممالک کے لوگوں کی تالیفات سے ہیں اور اسی وجہ سے ان میں قومی زندگی کا نام کو بھی ذکر نہیں۔ سوائے "علی بے" کے اور تمام کتابوں میں اہل مراکو کے خیالات اور جذبات کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ [۵۲] استامری صفحہ ۱۴۴۔

اپنے زمانہ میں اسلام بہت بڑا مصلح قوم تھا۔ اقصائے مغرب میں جہاں اصلاح کی بہ قدر
زیادہ ضرورت نہ تھی جس قدر کہ مشرق میں تھی۔ اکثر لوگ اسکے حامی و مددگار بنے[1]
تھے اور ان کو اسکے ساتھ بڑی ہمدردی تھی۔ سلیمان نے اپنے عہد حکومت میں جو آخری
کام کیا وہ یہ تھا کہ عبدالرحمن دوم بن الہشام کو اپنی زندگی میں تخت شاہی پر بٹھا دیا
عبدالرحمن پہلے مگادر میں حاکم مال تھا۔ سلیمان کے زمانہ سلطنت کا سب سے بڑا اور
مشہور واقعہ یہ ہے کہ اس نے اوجدا کو واپس لے لیا تھا۔

عبدالرحمن دوم ۱۸۲۲-۱۸۵۹ء

عبدالرحمن دوم بڑا مصلح کل۔ کفایت شعار اور تجارت کا شایق تھا
سلطان سلیمان نے جو اسکو اپنے بیٹوں پر ترجیح دی اور تخت
نشین بنایا اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اسکو اس امر کا پورا یقین تھا کہ یہ میری
ہی جیسی پالیسی پر حکمرانی کریگا۔ اس کی حکومت کے ابتدائی سالوں میں معمول
کے موافق ملک میں بغاوتیں ہوئیں۔ لیکن ان کو اچھی طرح فرو کر دیا گیا[1]۔ اسکے
زمانہ میں دوسری سلطنتوں میں باہم دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے اور گذشتہ
صدی میں یورپین سلطنتوں کے ساتھ جو غیر اطمینانی حالت پیدا ہو گئی تھی اور
دوستانہ تعلقات میں جو عدم اطمینانی پیدا ہو گئی تھی وہ اس کے عہد میں رفع ہو گئی
اور باہم رابطہ و اتحاد دوستی قایم ہو گیا۔ لیکن اس زمانہ میں چونکہ یورپ کے
بحری چوروں کی بڑی کثرت ہو گئی اسوجہ سے یورپ کے ساتھ زیادہ عرصہ تک
دوستی قایم رہنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سب سے پہلے ۱۸۲۸ء میں انگلستان سے
اور پھر ۱۸۲۹ء میں ہسپانیہ اور آسٹریا سے لڑائی کے آثار پیدا ہو گئے۔ یا
کم و بیش کم یہ خیال تو ضرور ہوتا تھا کہ جو مال و اسباب سمندروں میں لوٹ لیا جاتا ہے
اس کے متعلق کوئی جھگڑا ضرور کھڑا ہوگا۔ باشندگان آسٹریا نے مراکو کے
چند بندرگاہوں پر گولہ باری ضرور کی ہر چند کہ ان کو اپنے حادثوں میں ناکامیابی
ہوئی لیکن ان کو کچھ شوق پھر بھی حاصل ہو گئے۔ امپیریل گارڈ کے دو دستا
سیکشن نے بغاوت شروع کی۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ فاس میں جمہوری سلطنت قایم
ہو گئی۔ لیکن سلطان نے ایک سال سے زیادہ عرصہ تک اسکا محاصرہ رکھا۔ بالآخر

---

[1] الناصری صفحہ ۱۷۰-۱۷۳، ۱۰۲

نتیجہ یہ ہوا کہ فاس اور مکناس کے درمیان میں ایک لاکھ روپیہ ٹیلیٹ سپاہیوں نے رد دیا
کے تیس ہزار آدمیوں کو غارت کر دیا۔ باغی افواج کو جس وقت شکست دیکر ان کی
بغاوت کو فرو کر دیا تو وہ تمام ملک میں منتشر ہو کر بھاگ گئیں اور اسوقت سے پھر
کبھی انہوں نے ملک میں بدامنی نہیں پھیلائی۔

فرانس کے ساتھ لڑائی سنہ ۱۸۴۴ء

سنہ ۱۸۳۰ء میں فرانس اور الجیریا میں مناقشہ شروع ہو گیا اس کی
وجہ سے مراکو میں بھی اس زمانہ میں بہت سے نئے واقعات پیش آئے
ابتدا میں عبدالرحمن کو بھی اس لوٹ مار میں شریک ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ اور
ٹلیمسین پر حملہ بھی کیا لیکن بے سود ثابت ہوا۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں عبدالرحمن کو مجبور کر کے
ایک عہد نامہ پر دستخط کرائے گئے۔ جس کی رو سے ٹلیمسین پر اپنے تمام حقوق سے
اس نے دست برداری کی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وہ اس بات پر بھی مجبور کیا
گیا کہ آئندہ شاہ الجیریا سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اور اس سے کسی قسم کی خط وکتابت
نہ کرے۔ اس زمانہ میں الجزائر کا بادشاہ عبدالقادر تھا جو نہایت مشہور و معروف
آدمی تھا۔ فرانسیسیوں نے جو عہد نامہ کرایا تھا اسکا آخری حصہ بالکل بیکار
ثابت ہوا[1]۔ سنہ ۱۸۴۲ء میں جس وقت انہوں نے عبدالقادر کو مغلوب کر کے
اس کی سلطنت سے نکالا تو وہ بھاگ کر مراکو پہنچا۔ اور وہاں پناہ چاہی۔ لیکن ابتدا
میں انکار کر دیا گیا۔ اس کے دو سال بعد سنہ ۱۸۴۴ء میں جبکہ وہ مال غنیمت لیکر سرحد
مراکو کو عبور کر کے گیا۔ اسوقت اوجدہ پر حملہ کرنے کا فرانسیسیوں سے بہانہ کر دیا گیا۔
امیر عبدالرحمن نے مراکو کے سرحدی شہر پر دوبارہ قبضہ کرنے کی غرض سے اپنا
فوج کو فراہم کر کے جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور چند چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے
بعد جنگ آزلی میں لڑائی کا نتیجہ اہل مراکو کے خلاف نکلا[2]۔ طنجہ اور موگادور
پر بہت کچھ گولہ باری ہو چکی تھی۔ بلکہ موگادور تقریباً بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا[3]۔ وہاں

---

[1] سی محمد بن ادریس عبدالرحمن کا وزیر تھا۔ عبدالرحمن نے جو عہد نامہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ میں آئندہ
عبدالقادر کو کسی قسم کی مدد نہ دونگا اسکی خلاف ورزی کرنے پر اس ایک وزیر کی جان نکلوائی۔
[2] الناصری جلد ۴ صفحہ ۵۴۵ و ۵۵ میں باب کے حصہ میں ایک نوٹ بطور ضمیمہ کر دیا ہے اسکو ملاحظہ فرمائیے۔
[3] سنہ ۱۸۴۴ء میں ہی اس جنگ کے مفصل حالات پیرس میں شائع ہوئے تھے۔

کے جزیرہ پر فرانسیسیون نے قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن شہر کے چارون طرف جو قومیں رہتی تھیں انہون نے اسکا محاصرہ کر لیا۔ عام طور پر لوگ اسقدر کثرت سے باہر چلے جاتے تھے اور اپنے وطنون کو چھوڑتے جاتے تھے کہ ایک مرتبہ جب کاری اعلان شائع کیا گیا تو ایک آدمی بھی کہیں باقی نہ رہا تھا جو اسکو سنتا اور اس پر کاربند ہوتا۔ جب عہد نامہ صلح لکھا گیا تو اس میں منجملہ دیگر شرایط کے یہ بھی لکھا تھا کہ عبدالقادر کو آیندہ کبھی مدد نہ دیجا دے گی اور اوجدا جو لالہ مغنیہ سے بہت زیادہ قریب شہر ہے اس میں کبھی دو ہزار سے زیادہ فوج نہ رہے گی۔ اسی وقت سرحد قایم کرنے کے واسطے ایک کمیشن مقرر کیا گیا جس نے اکثر مقامات پر اسقدر خراب حد بندی کی کہ دوسرون کو ہمیشہ اس کی تصحیح کے واسطے کہنے کا موقعہ مل سکتا تھا۔ اسوقت فرانسیسیون سے جو بڑی غلطی ہوئی اور جسکا انکو افسوس بھی بہت رہا یہ تھی کہ انہوں نے توآت میں جو نہایت زرخیز ملک تھا اور جو ٹمبکٹو کے راستہ میں واقع ہے مسلمانون کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ حالانکہ اہل فرانس کی نظریں ابتدا سے اُس کی جانب لگی ہوئی تھیں۔ بالآخر ۱۸۴۷ع میں عبدالقادر کے پیچھے مراکو بڑے ہی درپے ہوئی جس کی وجہ سے وہ فرانسیسیون کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوا۔ اور پھر وہان سے جلاوطن کر کے دمشق کو بھیجدیا گیا۔ ان دنوں مراکو کے باشندون کے خیالات اس قسم کے ہو رہے تھے جسکی وجہ سے عبدالرحمن کو عام بغاوت کا اندیشہ تھا۔ جب وہ اپنا تمام خزانہ تفیلالت کو لیگیا حالانکہ اب تک ہر طرح امن قایم تھا۔

فرانسیسیون اور پروشیون کے دعاوی۔ سنہ ۱۸۵۱ع

فرانسیسیون کو اب تک اپنے مقبوضات قایم کرنے کے دعوی تھے جس وقت ان کی جماعت کافی طور سے جمع ہو گئی تو انہون نے ساتی پر گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن اس لڑائی جھگڑہ سے رتبت کو کوئی تعلق نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرانسیسیون کا جو مقصد تھا وہ ان کے حسب منشا پورا ہو گیا۔ اس کے کچھ دن بعد شاہ پروشیا اور ریف کے لوگون میں جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شاہ نے ان پر دفعتاً حملہ کر دیا تھا اور خشکی پر اُترنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن اپنے خرچہ کا تاوان لیکر اپنے ارادہ سے باز رہا۔ اسوقت میں بحری چوریون اور قزاقیون کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔ غیر طاقتیں

بھی اب بحری قزاقون کی حمایت نہ کرتے تھیں۔ مختلف طریقون سے عہد نامے ہونے لگے اور مراکو اب اپنی اصلی حالت پر آنے لگا۔

سیدی محمد ہشتم ۱۸۵۹-۱۸۷۳ء

سینتیس سال کی حکومت کے بعد عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا اور اسکا بیٹا محمد ہشتم اس کی بجاے سریر آراے سلطنت ہوا۔

عبدالرحمٰن نے اپنی حیات ہی میں اپنے اس بیٹے کو اپنا ولیعہد قرار دیا تھا۔ باوجودیکہ اس کے باپ نے اسکو اس جلیل القدر مرتبہ کے واسطے منتخب کیا تھا لیکن تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد اسکو اپنے اپنے بڑے رقیبون سے لڑنا پڑا[a]۔ آخر کار ہسپانیہ سے اسکی لڑائی چھڑی اسوقت اسکو اُن سے امن ملا۔ عبدالرحمٰن کی زندگی کے آخری دنون میں بھی میڈرڈ دارالخلافہ ہسپانیہ سے بہت سی شکائیتیں پیدا ہونے لگی تھیں۔ وہان کے باشندے بہت سے عجو پیش کرنے لگے تھے۔ بالخصوص ہسپانیہ کے ان قلعون کے متعلق جو مراکو میں واقع تھے اور اُن قلعون کے باشندون اور الریف کی قومون میں باہم سخت تنازعات شروع ہو گئے تھے[b]۔ سلطان عبدالرحمٰن کے انتقال کے بعد جبکہ سلطنت میں بدنظمی پھیل گئی اس وقت اس سے تین باتون کا خاص طور سے مطالبہ کیا گیا۔ اول یہ کہ ہسپانیہ کے چند باشندے جو میلیلا کے قریب گرفتار کر لئے گئے تھے ان کو آزاد کر دیا جاوے۔ دوسرے تاوان دیا جاوے۔ تیسرے ہر ایک صوبہ میں کچھ آزادانہ حقوق دیئے جاویں[c]۔ جوقت سلطان نے پہلے مطالبہ کو منظور کرا لیا تو دوسرون کی بابت اور زیادہ زور دیا گیا۔ ان باتون پر ہسپانیہ کے

---

[a] الناصری صفحہ ۱۱ –

[b] اس جنگ سے قبل ہسپانیہ و مراکو کے سفیرون کے درمیان میں جو خط و کتابت ہوئی تھی اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ہسپانیہ کا یہ ارادہ تھا کہ یا تو سیوتہ کے علاوہ تمام ملک اس بنا پر اپنے قبضہ میں کر لیا جاوے کہ الجزیرہ کے باشندے آئے دن بغاوتیں کرتے رہتے ہیں ورنہ بصورت دیگر جنگ کا اعلان کر دیا جاوے اسکے بعد اسی تعلق طاقتون کے نام جو گشتی چٹھی بھیجی گئی تھی اس میں ایک سببہ بنیاد اور جھوٹا بہانہ اور عذر رکھا گیا تھا۔

[c] کتاب "لینڈ آف دی مورس" کا اکیسوان باب ملاحظہ ہو۔

ایک پاگل اخبار نے بہت زیادہ زور دیا اور گورنمنٹ ہسپانیہ کو اعلان جنگ کی ترغیب دی جس پر وہ آمادہ ہوگئی اور جنگ کا اعلان کردیا۔ یہ اعلان اکتوبر کے مہینہ میں کیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ زمانہ جنگ کے قابل نہ تھا۔ لیکن چونکہ ہسپانیہ میں جاہلانہ وحشیانہ جوش پھیلا ہوا تھا۔ اس نے سب کی آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور کسی کو اسکا خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ موسم کی خرابی کیوجہ سے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اس جوش نے ہی ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی اور نتیجہ اور انجام کار پر ان کو ذرا بھی توجہ نہ ہوئی۔

جنگ تطاوین سنہ ۱۸۶۰ء

سیوتہ کے قلعہ میں جو ہسپانیہ کی فوج رہا کرتی تھی وہ معہ جہازوں کے ایک امدادی بیڑہ کے ٹیٹوان کی جانب آہستہ آہستہ روانہ ہوئی اس فوج اور بیڑہ کے کمانڈر پرم اوڈانل اور رباس تھے۔ دسمبر کے مہینہ تک ان کو کہیں سخت مقابلہ کی نوبت نہ آئی۔ یکم جنوری کو جبکہ نوروز کا دن تھا اہل ہسپانیہ نے مسلمانوں کو سخت شکست دی جس میں موروں کی بہت سی جانیں ضائع ہوئیں[۱]۔ فروری کے آغاز سے پہلے بھی ٹیٹوان کے باشندے اسکو لوٹ کر اور خالی کر کے چلے گئے تھے لیکن فروری کے مہینہ میں چند یہودیوں اور موروں کی درخواست پر جو وہاں باقی رہ گئے تھے ہسپانیہ کے لوگ ٹیٹوان میں داخل ہوگئے۔ واد راس جو ٹینجیر کے راستہ میں واقع ہے وہاں ۲۳ مارچ میں عظیم الشان لڑائی ہوئی جس میں موروں کو شکست فاش ہوئی اور اب اس جنگ کا بھی خاتمہ ہوگیا۔[۲] اگست میں ایک صلحنامہ ہوا اور اس میں اہل ہسپانیہ نے جو شرائط پیش کی تھیں وہ سب منظور ہوگئیں ان شرائط میں یہ بات بھی شامل تھی کہ

۱؎ گوڈارڈ جلد دوم صفحہ ۲۵۳ ۔ ۲؎ ٹائمز کے نامہ نگار ہروان کی رپورٹوں میں اس جنگ کے مفصل حالات موجود ہیں نیز دی بین میں بھی اسکے واقعات درج ہیں۔ ۳؎ اس جنگ میں اور نیز دوسری لڑائیوں میں جو ہسپانیہ اور مراکو کے درمیان میں ہوئیں انکے عجائبات میں ایک یہ بات بھی ہے کہ جب ملک کے افسر اکثر قتل ہوئے تو انکے سروں اور گردنوں میں گولیاں لگیں اسکی وجہ یہی کہ یا تو انکے کھڑے ہونے یا گھوڑوں پر سوار ہونے کی حالت میں تاک کر ٹھیک نشانے لگائے جاتے تھے اس سے مسلمانوں کی نشانہ بازی کا پتہ لگتا ہے کتاب مارڈن صفحہ ۲۱۱ ملاحظہ ہو۔ ۴؎ [illegible]

میلیلہ کے چاروں طرف کا ملک ویدیا جاوے[۱] - علاوہ ازین ہسپانیہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اگر باشندگان بربرہ کسی وقت میں حملہ کریں تو گورنمنٹ ہسپانیہ ان کی گوشمالی کرے لیکن گورنمنٹ مراکش اس میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کرے گی - نیز یہ کہ ساحل سوس پر مچھلی کا جو شکار گاہ ہے اور جس کو اہل ہسپانیہ "سنتا کروز ڈی مار پیکوینا" کہتے تھے اس میں ان کو ہر قسم کے حقوق دیے جاویں - اور چالیس لاکھ پونڈ بطور تاوان کے ادا کیا جاوے جس کی ضمانت کے واسطے تطاوین ان کے ہی قبضہ میں رہیگا[۲]

ملکی آزادی آخری شرط پر انگلستان نے اعتراض کیا اور کہا کہ مراکو کی ملکی آزادی بدستور قایم رکھنی چاہیے - اسی بنا پر مراکو کو لنڈن سے قرضہ لیکر اہل ہسپانیہ کو ادا کرنا پڑا[۳] مراکو کا جسقدر محصول درآمد و برآمد تھا اس کی رسیدوں پر اس قرضہ کی ضمانت دی گئی - چنانچہ ۱۸۸۰ء تک انگلستان اور ہسپانیہ کے محرر ہی ان کی جانچ پرتال کرتے رہے[۴] - اور محاصل کی جو کچھ آمدنی ہوتی تھی وہ دونو قوموں میں بحصہ مساوی تقسیم ہو جاتی تھی - اس انتظام سے قبل مراکو کے محاصل درآمد برآمد کی آمدنی صرف ساڑھے تین لاکھ پونڈ سے کچھ زیادہ تھی - لیکن درحقیقت یہ اسی انتظام کا نتیجہ تھا کہ اب اس مد کی آمدنی ستر لاکھ پونڈ کے قریب پہنچ گئی ہے -

اس وقت سے لیکر اسوقت تک بہت کم ایسے بڑے واقعات پیش آئے ہیں جن کی وجہ سے سلطنت مراکو میں کسی قسم کی بدامنی یا بدانتظامی پیدا ہوئی ہو - الناصری جو اسی زمانہ کا مراکو کا بڑا مورخ تھا اور جس نے اپنی کتاب "کتاب الاستقصا

[۱] ہارٹ[illegible] صفحہ ۲۸ [۲] کتاب "دی لینڈ آف دی مورس" کا انیسواں باب ملاحظہ ہو - [۳] اس وقت او ڈانل ٹیٹوان کا ڈیوک مقرر ہو گیا - [۴] پانچ لاکھ ایکہزار دو سو پونڈ کی چند دستاویزیں لکھی گئیں سر جان ڈرمنڈ ہے کے ہاتھوں سے یہ تمام کارروائی ہوئی جس کی وجہ سے اسکا بہت کچھ اعزاز ہوا - [۵] انگریزوں کا قرضہ تو ۱۸۶۵ء میں ختم ہو گیا اور اس وجہ سے انہوں نے اسی سال میں اپنی نگرانی اٹھالی لیکن ۱۸۸۰ء تک ہسپانیہ کا قرضہ موجود رہا اور ۱۸۸۰ء کے بعد صرف انہی کی نگرانی باقی رہی ہے

اپنی ساٹھ سال کی عمر میں شائع کرائی تھی اس نے سلطان محمد موجودہ سلطان کی تخت نشینی کے زمانہ سے لیکر جنگ ہسپانیہ کے خاتمہ تک واقعات چیستر گنجان صفحون پر لکھے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس میں کوئی ایک بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

اس عہد حکومت میں بھی معمول کے موافق بغاوتیں ہوئیں جن میں سے ایک شخص مسمی جیلانی الرفیع کی بغاوت قابل ذکر ہے۔ اس شخص کی سلطان نے پورے طور پر گوشمالی کی اور لڑائی کے ختم ہوتے ہی اسکو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد سعدی محمد نے چودہ سال تک امن اور چین کے ساتھ سلطنت کی۔ لیکن اس عرصہ میں بھی معمول کے موافق غیر سلطنتوں کے سفیر آتے رہے اور آئے دن نت نئے اپنے حقوق جتاتے اور طلب کرتے رہے۔ بالآخر ۱۸۷۳ء میں سلطان نے وفات پائی اس کی موت کسی اور طرح نہیں ہوئی بلکہ وہ اپنی ہی موت مرا۔

الحسن سوئم ۱۸۷۳ء تا ۱۸۹۴ء	الناصری نے لکھا ہے کہ "اب خلیفۃ المسلمین۔ شاہ دوران۔ آقائے نامدار الحسن بن محمد بن عبدالرحمن دام ملکہٗ وحشمتہٗ سریر آرائے سلطنت

ہوئے"۔ مولا الحسن کے پاس جب اسکے باپ کی وفات کی خبر پہنچی تو اس زمانہ میں وہ سوس میں ایک فوج کا سپہ سالار تھا۔ مراکش میں سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اسکی بادشاہت کو قبول و تسلیم کرکے اسکا اعلان کر دیا۔ لیکن فاس کے باشندے تو کبھی کسی سے خوش ہونے والے ہیں نہیں انہوں نے اسکو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نئے سلطان نے مراکش سے رابت تک دو مہینہ میں اپنا سفر طے کیا اور اس عرصہ میں برابر نہایت سختی کے ساتھ اپنے مخالفوں سے لڑتا رہا۔ لیکن اس کے بعد بھی رابت اور مکناس کے درمیان میں بنی حسن ابھی مغلوب کرنے کو باقی تھا اور اس کے کسی صورت سے قابو میں آنے کی امید نہ تھی۔ آخر کار الحسن سوئم ان تمام مقامات پر قابض ہو گیا اور مکناس میں بھی اس کی بادشاہی کے اعلان میں کامیابی ہو گئی۔ بس اس کے چند مہینوں بعد اسکو فیض جانے کی جرات ہوئی فاس اور مکناس کے درمیان میں اگرچہ صرف ایک ہی دن کا راستہ ہے لیکن بنی مطیر راہ میں مانع آیا اور ایسی سخت لڑائیاں ہوئیں کہ کئی دن راہ میں لگ گئے۔

فاس میں اعلان شاہی

جدید فیض کی حالت تو اس قابل نہ تھی کہ اسکو قبضہ میں لانے اور انتظام قایم کرنے میں کسی قسم کی دقتیں اوٹھانی پڑتیں لیکن قدیم فاس نے الحسن حیم کو بادشاہ تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس کے آنے میں مزاحم ہوئے اور ایک ضعیف العمر نابینا شریف کے کہنے پر سلطان کو شہر میں داخل ہونے سے باز رکھنے کی غرض سے شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ اسی شریف نے وہاں کے باشندون سے یہ معمولی بات کہکر کہ تم پر اب نئے نئے بڑی بھاری محصول اور محاصل مقرر کر دیئے جاوینگے۔ ان کو بھڑکا رکھا تھا۔ قدیم فاس کے باشندون نے اس شرط پر اس کو ابتدا میں سلطان تسلیم کیا کہ وہ عنکاس کے ٹیکس کو موقوف کر دے جسے ہمیشہ سے وہان کے لوگ ناپسند کرتے رہے ہیں چنانچہ سلطان نے ان کی اس شرط کو منظور کر لیا تھا۔ لیکن اس نے اس شرط کو عرصہ تک قایم نہیں رکھا اور ان پر دوبارہ ٹیکس مقرر کر دیا جس سے ان میں اسکی جانب سے اور بھی زیادہ برے خیالات کی آگ مشتعل ہو گئی۔ ایک دن اتفاق سے بازار میں مال کے حاکم اعلی کے ایک ماتحت اور ایک چمار میں کچھ جھگڑا ہوا جس پر دونون طرف سے گولیان چلنے کی نوبت آگئی۔ بس پھر کیا تھا عام طور سے غدر شروع ہو گیا۔ چمارون نے ابن مال کے مکان کو لوٹ لیا۔ لیکن تمام اہل شہر پر سلطان کے غصہ و غضب کا خوف طاری تھا۔ اس واسطے انہون نے شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے اور کہا کہ تاوقتیکہ سلطان عنکاس وغیرہ کے ٹیکسوں کی منسوخی شرط کو مثل سابق کے برقرار نہ رکھیگا اسوقت تک ہم دروازے نہ کھولیں گے۔ سلطانی فوج نے فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا اور آخر کار مکارون اور دغابازون کی مدد سے وہ فوج شہر میں داخل ہو گئی یہ تو ضرور ہوا کہ پہلی مرتبہ جو ستر سپاہی باب مہرخ سے شہر میں داخل ہوئے ان کو شہر کے لوگون نے بازارمیں ہی گولیون سے مار دیا۔ حاج لینو سلطانی فوجکا جرنل تھا۔ زیادہ تر اسی کی کارگزاریون سے اس مرتبہ فتح نصیب ہوئی تھی۔ لیکن اس کی اسقدر قوت ہو گئی تھی کہ خود سلطان اس سے خایف ہو گیا تھا اسی وجہ سے بمشکل تمام سلطان نے اسکو گرفتار کر کے طیطوان بھیجدیا جہان وہ پندرہ سال تک مقید رہا

عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ اس جنرل کو قید خانہ میں بجوبی جلاب کی سزا دیجاتی ہے۔

مُلا الحسن کا چال چلن

الغرض اس ہیبت کے ساتھ ملا الحسن سویم مراکو کے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ درحقیقت اسکا تخت شاہی پر بیٹھنا مراکو کی خوش قسمتی کا باعث تھا۔ اس کے عہد حکومت میں سلطنت میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں بالخصوص غیر ممالک کے تعلقات اسقدر زیادہ وسیع ہوگئے کہ اس سے پہلے چند بادشاہوں کے عہد میں بھی ایسے نہیں تھے۔ اسکے زمانہ سلطنت میں جو غیر ممالک کے سیاح وغیرہ مراکو گئے۔ انہوں نے مراکو کے حالات نہایت آزادی اور مبالغہ کے ساتھ لکھے وہ چونکہ ملا الحسن کی رعایا اور اس سے پہلے بادشاہوں کے حالات سے ناواقف تھے اسوجہ سے انہوں نے اسکے متعلق یہ رائے قایم کی کہ ملا الحسن ہمیشہ خون کا پیاسا رہتا ہے۔ وہ بڑا ظالم و جابر ہے ہمیشہ لوگوں کو قتل کرنے اور ان کو تباہ و غارت کرنے پر کمربستہ رہتا ہے۔ وہ اسقدر ظالم اور خودمختار ہے کہ گویا اسکے ضمیر قلب ہی نہیں علاوہ ازیں اسکے حاکموں اور علاقوں کا ایک گروہ اس سے بھی زیادہ جابر اس کی حمایت میں ہمیشہ رہتا ہے اور وہ اپنی حرم سرائے میں تمام وقت عیش و عشرت میں مشغول رہتا ہے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ اگر اس کے متقدمین سلاطین اور اس کی رعایا اور عمال کی حالت سے اسکا مقابلہ کیا جاوے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سلطان بہت رحمدل ۔ شریف مزاج ۔ حلیم ۔ اور خونریزی کا سخت مخالف تھا۔ وہ بہت سی اصلاحیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن صرف اسوجہ سے ان میں ناکامیاب رہا کہ وہ درحقیقت بالکل خودمختار حکمران نہ تھا۔ حالانکہ اکثر اسکو خودمختار ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسلامی خیالات کے اعتبار سے ملا الحسن ایک نیک بادشاہ تھا۔ لیکن اسکو پوری قوت حاصل نہ تھی۔ ملا اسمٰعیل جیسا شخص نہ صرف موروں کی حالت کے اعتبار سے وہاں کے واسطے زیادہ موزوں تھا۔ بلکہ غیر ممالک کے لوگوں کے خیالات کے اعتبار سے بھی جس قسم کے اوصاف وہ مشرقی بادشاہوں میں ہونا پسند کرتے ہیں وہ ملا اسمٰعیل میں موجود تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ملا الحسن کو چونکہ اکثر میدان جنگ میں بتبرد آزمائی کا اتفاق ہوا۔ اسوجہ سے ایک جنگجو شخص کی حیثیت سے اس نے شہرت حاصل کی لیکن جب کبھی وہ بذات خاص میدان میں آتا تھا

تو اس کی محافظت کے واسطے چار گارڈ ہوا کرتے تھے اور ان کے جسم پر بھی مثل سلطان کے زرہ بکتر ہوا کرتی تھی[1]

خانہ جنگی ملا الحسن سے پہلے جقدر بادشاہ سلطنت مراکو میں گذرے ہیں ان کے عہد حکومت میں خاص ان کے ہی ملک کے اندر کی لڑائیوں کو مفصل طور سے بیان کرنا چنداں ضروری نہیں معلوم ہوا لیکن چونکہ اس کے بغیر یہ بات اچھی طرح معلوم نہیں ہوسکتی کہ مراکو میں حکومت کا طریقہ کیا ہے اور کسطرح وہان کے سلاطین اس ملک پر حکمرانی کرتے ہیں اسواسطے اب ہم آخری عہد کے فوجی کارناموں اور مہموں کو بتاتے ہیں سلطان الحسن کی حکومت کا آغاز اور اختتام دونوں جنگوں پر ہی ہوا ہے اور یہ لڑائیاں اسکو اپنی رعایا کی سرکش قوموں سے ہی لڑنی پڑیں جس وقت فاس میں اعلان شاہی کو منظور وتسلیم کرلیا اس وقت الریف کا پہاڑی صوبہ مطیع کرنے کی واسطے باقی تھا۔ اور جسوقت وہ بھی سر ہوگیا تو باشندگان مراکش نے سلطان کے خلاف ہتھیار اوٹھالئے جس وقت سلطان جنوبی صوبہ کی بغاوتوں کو مستقل فرو کرکے اوجدا کو جا رہا تھا۔ اسی وقت اسے مجبور ہوکر فوراً نہایت عجلت کے ساتھ پھر فاس کو جانا پڑا۔ فیض اور تهدا کے درمیان میں ملا الحسن کو سب سے پہلی بڑی بھاری شکست غیاطہ کے ہاتھوں سے ہوی اس نے سلطان کی فوج کو ایک تنگ راستہ میں ایسا پسپا کیا کہ وہ متحیر رہگئی اسی وجہ سے اس وقت سے اس کی فوج کے تمام سپاہیوں نے اس راستہ کا نام "وادئی دوزخ" رکھدیا۔ غیاطہ شاہی حرم کو بھی چھین کرلیگیا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سخت نقصان سلطان کو اوٹھانے پڑے۔ اسکے بعد وہ تعاقب کرتا ہوا دوسرے راستہ پر پڑگیا اور اس میں بھی اسکو کامیابی ہوئی تھی کہ اوجدا میں پہنچ گیا۔ لیکن ایک خاص ترکیب اور چالاکی کے ساتھ باغی گورنر گرفتار کرلیا گیا اور پھر فوجیں واپس ہونی شروع ہوگئیں متصل کی ایک قوم کی مدد سے جو ملک کی تمام حالت سے بخوبی واقف تھی غیاطہ کو برائے نام مطیع بنالیا۔ لیکن اسوقت مراکو کے کسی سپاہی یا افسر کو بغیر بھیس بدلے ہوئے اپنے ملک میں پہونچنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔

[1] مارٹینیر صفحہ ۱۳۱۔

غیر ممالک کی فوجون کا جمع ہونا ۱۸۷۸ء

فاس میں سلطان کو ایک سال ہی چین کے ساتھ گذرا تھا کہ تمام جھگڑے اور لڑائیان شروع ہوگئیں۔ لیکن پھر ملک میں امن قایم ہو گیا۔ اس کے بعد ایک سال ایسا سخت قحط پڑا کہ بسبب اسکے لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ ہم نے اسکے بعد سے از سر نو زندگی پائی ہے۔ اسی سال سلطان نے مراکش کو مراجعت کی جہان پہنچکر وہ بیمار ہوگیا۔ جس وقت اس کی بیماری کی خبر عام ہوئی تو زاربرہ کے باشندون نے تمام ملک میں بغاوت شروع کر دی اور اسی اثنا میں غیر ممالک کے جنگی جہاز بندرگاہون میں آنے لگے اور انہون نے اپنے آنے کی وجہ یہ بیان کی کہ غیر ممالک کے جو لوگ یہان آباد ہیں ان کی حفاظت کی غرض سے ہم آئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ان کے آنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام ملک کے باشندون میں جوش پیدا ہوگیا اور انہون نے بغاوتیں شروع کر دیں۔ ۱۸۷۸ء میں ملا الحسن دوبارہ بیمار ہو گیا لیکن اس مرتبہ بھی اسکو صحت ہوگئی۔ اسی وجہ سے دو دفعہ غیر ممالک کی فوجون اور جہازون کا اکٹھا ہو کر آنا بیکار ثابت ہوا مراکو میں عام طور پر یہ حالت تھی کہ جب بادشاہ کہیں چلا جاتا تو بدامنی کے آثار پیدا ہو جاتے تھے اور ہر شخص خود مختار بنجاتا اور اپنی مرضی کے موافق کام کرنے لگتا تھا۔ لیکن اب کچھ دنون کے واسطے وہان کی یہ حالت رفع ہوگئی اور نہ وہان کی پہاڑی قومون کو اور نہ غیر ممالک کے لوگون کو لوٹ مار کا موقعہ ملسکا جسکی ان کو بہت کچھ امیدیں تھیں۔

چھوٹی چھوٹی لڑائیان ۱۸۷۹ء

۱۸۷۹ء میں جس وقت سلطان میدان جنگ میں آیا۔ تو قبائل بن موسٰی۔ ابت عتاب اور بن مطیر کی بغاوتون کو فرو کرکے ان کو اپنا مطیع بنگیا۔ اسکے بعد اگلے سال ۱۸۸۰ء میں سلطان کے ایک چچا نے قبیلہ کلائیہ کو ریف کا رہنے والا تھا سخت لڑائی کے بعد مغلوب کیا۔ اسی سال وزآن کے گرد نواح کی مختلف قومون نے شورش پیدا کردی لیکن جون کے مہینہ میں ان کی بھی گوشمالی کرکے ان کو دبا دیا۔ جولائی کے مہینہ میں قبیلہ ایت یوسی کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی اور اسکے بعد قبیلہ ہٹیلینہ نے سر اوٹھایا لیکن اس کی بھی سرکوبی کر دی گئی۔ مکناس اور رباط کے درمیان میں دو قبیلے رہتے تھے جن کا نام زیمور اور زائیر تھا۔ یہ دونون قبیلے اسقدر سرکش تھے کہ تمام

سلطنت میں اُن کا جواب نہ تھا۔ انہوں نے بھی کچھ جھگڑے پیدا کر رکھے تھے ان کے طے کرنے کی واسطے سنہ ۱۸۸۱ء میں سلطانی فوج روانہ ہوئی اسکے بعد تادلا کی پہاڑی قوموں کی سرکوبی کی گئی اور ان کے بعد قبیلہ زائیانی کی۔ ان مسلسل لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک انگریز فوجی معلم مقرر کیا گیا اور اسکے بعد چند فرانسیسی عارضی طور پر اسواسطے رکھے گئے کہ وہ شاہی افواج کو دوبارہ مرتب کریں۔ کیونکہ اسوقت اسکی سخت ضرورت تھی۔ نیز فرانسیسی افسروں سے ہی متعلق یہ کام تھا کہ وہ سلطانی فوج کو جدید آلات جنگ کے استعمال کا طریقہ سکھاویں۔

سوس کی اول مہم سنہ ۱۸۸۲ء

ان تمام لڑائیوں کے بعد ملا الحسن نے سوس پر حملہ کیا۔ اس مقام پر یہ اسکا پہلا ہی حملہ تھا اور اس نے عہد حکومت میں جسقدر حملے کئے ہیں ان سب سے یہ مہم بڑی تھی۔ اسوقت تمام صوبہ میں صرف دو قبیلوں نے سلطان کی حکومت کو تسلیم کر کے اطاعت قبول کی چنانچہ وہ بالکل شمالی حصہ میں اگریرا میزر اور تزرودنت میں آباد کردیئے گئے۔ جس وقت شاہی افواج نے کوہ اٹلس کو دوبارہ عبور کرنے کی واسطے میدانوں کو چھوڑا اس سے پہلے وہاں تینتالیس قید ایسے تھے جن کو اس نے آباد کیا تھا اور جن میں سے اکثر عہدہ دار بھی تھے ان سب نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اب ان کی خود مختاری کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ شہر لغوان کی فوجوں کو بہاڑی نقصان اُٹھانے پڑے اور اُن کو سخت سے سخت مشکلات پیش آئیں۔

یوروپین اقوام کا اثر

اس موقع پر جو نئی بات ہوئی اور جو خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ تھی کہ غیر ممالک کا ایک دخانی جہاز سواحل کے مختلف شہروں میں غلہ وغیرہ اور کئی قسم کا سامان لیجانے کے واسطے مقرر کیا گیا چنانچہ وہ اگریرا اور متنا میں یہ چیزیں لیجانے لگا۔ۂ لیکن اگلو کے قریب چونکہ سمندر میں سخت تلاطم تھا اسوجہ سے وہاں کسی قسم کا سامان نہ جا سکا اسوجہ سے جب تک اشیائے خورد و نوش وہاں نہ پہنچ سکیں وہاں کی فوج میں قحط کی حالت موجود رہی۔ اگلو وہ انتہائی مقام تھا جہاں

ۂ اس کے متعلق مفصل حالات اخبار دی فیلڈ مطبوعہ ۲۰ ستمبر میں جانسٹن کوین اور ٹیپن نے شائع کرائے ہیں۔

تک سلطان پہنچ سکا اور اپنی فوجون کو لے گیا تھا لیکن اسکا چچا اپنی فوج کے ایک دستہ کو وادِ آستا کا یا نون تک لیگیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک دوسرا دستہ ترفا ئیا کو اس غرض سے بھیجا کہ وہان جو انگریزون نے ایک کمپنی قایم کی تھی اسپر حملہ کرے۔ غالباً اسی حملہ کی وجہ سے سلطان کا وہان اقتدار قایم ہوگیا اور اس نے ایسی پولیٹکل ضیافت کی کہ ۱۸۹۵ء میں یوروپین قومون کو آخرکار وہان سے ہٹنا اور اس قدر زیادہ تاوان دینا پڑا کہ سلطان کو اس سے رقم کثیر مل گئی[1]۔

سوس کی قسمت کا فیصلہ ۱۸۸۶ء

انیسوین صدی کے آغاز سے ہی سوس کا بڑا حصہ علانیہ طور پر خود مختار ہوگیا اور اسکا فرمانروا سعدی حشام بن احمد و موسلے تھا۔ اسکے بعد اسی کی طرح اس کی اولاد وہان حکومت کرتی رہی۔ لیکن ملا الحسن کی مہم کے بعد جو باہم خط و کتابت ہوئی اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہان کا شریف سلطان کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ سلطان نے اسوقت جسقدر نئے کید مقرر کئے تھے ان میں اس شریف کا ایک بیٹا بھی تھا۔ ملا الحسن کو اسوقت وہان ایک جدید چھاؤنی قایم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس نے تزنیت ایک نیا شہر آباد کرکے وہان چھاؤنی ڈال دی۔ اس سے اسکی غرض یہ تھی کہ ایرینغ جو اس کے خاندان کے دشمنون کا گھر تھا اسپر پورا قبضہ کر لیا جاوے۔ لیکن ایک مسئلہ ہنوز طے ہونے کو باقی تھا وہ یہ کہ گورنمنٹ ہسپانیہ کو سوس کیجانب توجہ ہوئی۔ اسکو یہ بات یاد تھی کہ ۱۸۶۰ء میں ایک عہدنامہ کی رو سے ساحل پر کسی ایک مقام پر مچھلی کا شکار کھیلنے کا حق حاصل ہے پس اس لڑائی سے اُس نے فایدہ اٹھانے کی غرض سے سوس میں ایک بندرگاہ لینے کو واسطے خط و کتابت شروع کردی۔ اور ایک جہاز کو سوس کے حالات معلوم کرنے کو واسطے بھیجدیا۔ چونکہ خود اہل ہسپانیہ میں اس بات پر اختلاف تھا کہ کون سا بندرگاہ لیا جاوے۔ بہرحال انہون نے مقامات تجویز کرکے پیش کئے ملا الحسن نے ان دونون مقامون میں سے کسی ایک مقام پر بھی ان کے حقوق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے باہمی اختلاف کی وجہ سے سلطان کا اس طرح انکار کر دینا بھی کچھ باعث تعجب نہیں۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ ہنوز طے نہیں ہوا اور

---

[1] کتاب "دی لینڈ آف دی مورز" کا بیسوان باب ملاحظہ ہو۔

مایسلہ ہی پڑا ہوا ہے۔ بالآخر ایک چھوٹی موٹی لڑائی کے بعد سلطانی فوج گرمی کے موسم میں بڑا طول طویل کوچ کے باعث سخت نقصان اُٹھا کر مراکش کو واپس ہوئی اور اگست ۱۸۸۲ء میں منزل مقصود پر پہنچ گئی :۔

سخت مقابلہ اس کے دوسرے سال سلطان نے ضلع ٹاڈلا کو فتح کرکے اور پر زور قبیلہ زائیان کو اپنا مطیع بنا کر صوبہ سوس میں داخل ہوا۔ اسوقت تمام صوبہ کے باشندوں نے اسکی حمایت کی۔ یہ حالت صرف اسوقت تک قایم رہی جب تک کہ شہر سما آل کے لوگ ترقی میں ہارج اور مانع نہیں آئے۔ لیکن جس وقت ان کے نئے قلعہ پر گولہ باری کی گئی۔ اس سے وہ فوراً سہم گئے اور بالکل تباہ و برباد ہوگئے۔ آخر میں مجبور ہوکر اطاعت قبول کرلی۔ لیکن پھر بھی عورتوں کیوجہ سے شرایط اطاعت طے نہیں ہوتے انہوں نے شاہی فوج کے ہاتھوں میں جانا منظور نہ کیا۔ اور مردوں سے کہا کہ تاوقتیکہ سلطان بغیر کسی شرط کے معاف نہ کردے اطاعت قبول نہ کرو۔ پس ۱۸۸۳ء میں لڑائی ازسرِ نو شروع ہوگئی۔ لیکن ایکدن رات کو شہر کے تمام آدمی اسے خالی کرکے چلے گئے۔ جب صبح کو سلطانی فوج نے یہ حالت دیکھی تو تمام شہر کو توپ کے گولوں سے اُڑا کر غارت کردیا۔ اگلے مہینہ میں ملک زائیر پر دوبارہ حملہ کیا گیا اور تمام مہینہ اسی میں صرف ہوگیا۔ بعد ازاں کامل چار مہینہ کی جنگ و جدل کے بعد افواج شاہی مکناس پہنچ گئیں۔

الغرض ستمبر آیندہ تک مکناس میں ہی دربار شاہی رہا اس کے بعد فاس کو منتقل ہوگیا لیکن اسی اثنا یعنی ۱۸۸۸ء میں زیمورا اور ایاطہ رومی کے باشندوں سے لڑنا پڑا اگست ۱۸۸۸ء میں قصبہ المیس جو میلوہا کے جنوب میں ہے اسکو ڈائنامیٹ سے اُڑا دیا گیا۔[۵] مراکو میں ڈائنامیٹ کے استعمال کا یہ پہلا موقع تھا لیکن یوروپین اقوام کی تعلیم سے اہل بربرہ کی تباہی کے وقت عام طور پر یہ بھی استعمال کیا گیا تھا ۱۸۸۸ء میں سلطان نے اپنے چچا مُلا الامین کی ماتحتی میں ایک مہم تیشاوان کو بھی بھیجی :۔

۵؎ والعمرانی نے لکھا ہے کہ بندوق کی باروت کا موجد ایک ڈاکٹر تھا علم کیمیا کے آغاز کے زمانہ میں یعنی ۱۳۲۰ء میں وہ ایکدن کوئی کیمیائی تجربہ کر رہا تھا اسوقت اسکو باروت کے اجزا کی کیفیت معلوم ہوئی تھی چنانچہ اس نے اُن سب کو یکجا جمع کرکے باروت بنالی :۔

مطبع کے کام کا آغاز ۱۸۸۳ء

۱۸۸۳ء میں گورنمنٹ مراکو نے ایک ایسی قوت سے کام لینا شروع کیا۔ جو ڈینامیٹ سے بھی کہیں زیادہ قوی تھی یعنی اسی سال طنجہ میں ایک مطبع کھولا گیا اور وہان سے ایک ہسپانی اخبار جسکا نام المغرب الاقصا تھا جاری ہوا۔ اس اخبار کے جاری ہونے کی چند ہی مہینے بعد ایک دوسرا اخبار ریویل ڈو مراکو جاری ہوا۔ اور بعد ازان ۱۸۸۴ء میں ٹائمز آف مراکو نکلا۔[1] اس زمانہ سے لیکر آئندہ کے تمام واقعات سلطنت مراکو بقید زمانہ ان اخبارون میں موجود ہیں لیکن اندرونی حالات کا ان سے پتہ نہیں چلتا بلکہ ان کا پتہ یا تو سواحل کے شہرون میں ملتا ہے یا افواہی باتون میں جو عام طور پر زبان زد خلایق ہیں۔ الناصری نے واقعات مراکو کو آیندہ بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جن کا مقامی یورپین اخبارون کو پورا پورا علم نہیں ہوا۔ لیکن تمدن کے لوگون نے سواحل پر جو کچھ کارروائیان کیں ان کا جسقدر حال الناصری کو معلوم ہوا اسی قدر بغیر کسی اختلاف کے اکثر اہل مراکو کو معلوم ہے۔

جون ۱۸۸۵ء میں ملا الحسن ایک مہم لیکر مکناس اور رباط کو گیا۔ لیکن جب تک کہ تلیفنہ کے شمالی حصہ میں نہیں پہنچ گیا۔ اسوقت تک وہان جنگ کا آغاز نہیں ہوا۔ اسکے بعد مراکش آیا اور تمام موسم سرما وہان ہی بسر کیا۔

دوم جنگ سوس ۱۸۸۶ء

شروع مارچ ۱۸۸۶ء میں سلطان کو ایک اور بڑی بھاری مہم پیش آئی یہ سوس کی دوسری مہم تھی غرضکہ وہ اپنی فوج کو صفی۔ مگادر اور اگادیر انمیر کی راہ سے لیگیا۔ اس موقع پر دار الاسمی کو بالکل تباہ و برباد کر دیا اور تزنیت کو دیکھتی ہوئی تمام فوجیں ارکشیش اور دریا ہی وادنون کیطرف آگے بڑھتی چلی گئیں۔ حتی کہ گلیمین تک پہنچ گئیں۔ لیکن اس مہم میں سابقہ مہم کی بہ نسبت بہت زیادہ حصہ ملک کو فوجون نے طے کیا۔ اور جہان جہان ہو کر گذریں وہان شریف کی قوت اور اختیارات حاصل کر لی گئیں۔ اس سال دعوت عظیم اتفاق سے ۱۴ر جولائی کو ہوئی لیکن وہ ترودنت میں ہی بڑی شان و شوکت کے ساتھ دی گئی۔ اس سے فارغ ہو کر ترودنت سے فوجیں روانہ ہوئیں اور درۂ بیباوان کے راستہ سے کوہ اٹلس کے زیرین حصہ کو طے کیا۔ راہ میں افواج سلطانی نے کفیفات کے متعدد بڑے بڑے قلعون کو

[1] مراکو میں مطبع جاری ہونے کے مفصل حالات کے واسطے تیسرا حصہ ملاحظہ ہو۔

مسمار کردیا اور ہوآرہ وادوئمنان کے قبائل کو نیست و نابود کر دیا۔ لیکن ہی وقت ان تمام حالتوں کی خبریں یوروپ میں مشہور ہوگئیں۔

۱۸۸۷ء اس کے بعد تادلا اور جنوبی نطیفہ کو اور نیز دمنات کو شاہی افواج نے فتح کیا۔ لیکن دمنات اسوقت سے آج تک موروں کے قبضہ سے نہیں نکلا۔ ان مقامات کو فتح کرکے فوجوں نے رابت کیجانب کوچ کیا۔ لیکن راہ میں شاویہ میں چند سخت لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن باوجود ان لڑائیوں کے فوجیں بغیر کسی مزاحمت کے باعث سے کنناس کو چلی گئیں۔ یہ مہم مئی سے لیکر اگست تک جاری رہی لیکن اس مہم میں سخت محنت کرنے کی وجہ سے سلطان کی تندرستی جواب دیگئی۔ حتیٰ کہ موسم سرما میں اُس کی زندگی سے بالکل مایوسی ہوگئی اور عام طور پر یہ اندیشہ ہوگیا کہ تمام کاروبار سلطنت درہم برہم ہوجاویں گے ساتھ ہی یورپ میں مراکش کی جانب سے اضطراب پیدا ہونا شروع ہوگیا اور نومبر میں اور بھی زیادہ ہوگیا۔ کیونکہ نومبر میں ہی ہسپانیہ نے اس امر کی کوشش کی کہ کسیطرح جزیرہ پریجل کو اپنے قبضہ میں کرکے آبنائے جبر آلٹر میں شامل کر لیا جائے۔

۱۸۸۸ء مئی ۱۸۸۸ء میں افواج شاہی نے دوبارہ کوچ شروع کیا اس کوچ سے صرف یہ مقصد تھا کہ بن ایم گیلا جو کئی صدیوں سے خود مختار بنا بیٹھا تھا اسکو زیر کیا جائے۔ کیونکہ مولا اسمٰعیل کا عرصہ سے ارادہ تھا کہ مراکش سے لیکر کنناس تک کنہ سڑک بنائی جاوے۔ اس مہم کی روانگی کے وقت ہر ایک کام بخیر وخوبی انجام پایا۔ بعض سرداروں نے اظہار وفاداری کیا اور اپنی خدمات پیش کیں ان حالتوں کو دیکھتے ہوئے یہ خیال ہوتا تھا کہ لڑائی کی بہت کم نوبت آویگی۔ مولا سرور جو سلطان کا چچا تھا معہ تین سو سواروں کے قبیلہ آیت سوخمان کے پاس بعض امور کا فیصلہ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو ابتدا میں اسکے ساتھ اس قبیلہ کے لوگوں نے اچھا سلوک اور برتاؤ کیا۔ لیکن بعد میں جو کچھ پیش آیا اس کے متعلق ایک شخص کا بیان بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ شخص وہاں موجود تھا اور اس سے اس واقعہ کے علاوہ اور بھی اکثر باتیں وہاں کی معلوم ہوئی ہیں۔

"تین دن تک تو سلطانی فوج اور سلطان کے چچا نے ایت سوخمان کے

ساتھ مثل بھائیون کے کھانا کھایا اور اسیطرح رہے۔ تیسرے دن فوج نے اپنے گھوڑون کو قرب و جوار کے دیہات میں چراگاہون میں پھرنے اور کھانے کی غرض سے بھیجدیا اسی دن شام کو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جبکہ سب لوگ آرام کر رہے تھے۔ کہ دفعتاً بندوقون کی آوازیں آنے لگیں۔ جو لوگ زندہ رہے وہ سب قبیلہ آیت سخمان کے لوگون کے پاؤن پر گر پڑے لیکن ملا سرور مرحوم نے ان کے قدمون پر سر نہیں رکھا۔ جسقدر فوج وہان بھیجی گئی تھی اس میں سے معدودے چند آدمی ہی واپس آئے اور اب وہ سب مقید ہیں اور ان میں اکثر لوگ بڑے بڑے منصب دار اور ذی رتبہ تھے اور وہ ایسے نہ تھے کہ وہان پشت دکھا کر بھاگ آتے جس وقت سلطان کو یہ خبر ملی وہ فوراً اسکا عوض لینے کے واسطے روانہ ہوگیا۔

اس علاقہ کے تمام سردارون نے وہ خلعت جو ہمارے سلطان نصراللہ تعالےٰ (خدا اسے فتحیاب کرے) کی جانب سے عطا ہوئے تھے پھینک دیئے اور قسم کھالی کہ ہم آدمی نہیں کتے ہی ہون جو اسے اپنے ملک میں سے گذرنے دیں اور ہم اپنی لڑکیون کی شادی اسکے خاندان میں ہرگز ہرگز نہیں کرینگے۔ چنانچہ ایک سردار نے آکر وہ خلعت سلطان کے سامنے ڈالدیں لیکن ان باتون سے سلطان کے ارادہ میں کچھ فرق نہ آیا۔ وہ زیادہ تر مستعدی کے ساتھ بڑھتا گیا جب آیت سوخمان میں وارد ہوا شہر کو باشندون سے خالی پایا تو پھر ان کے معاونین کیطرف رُخ کیا۔ اور ان کو تباہ کردیا جو کچھ وہان تھا آدمی کھا گئے جو چیز ان سے بچ رہی اسے انکے جانورون نے خوب پیٹ بھر بھر کر کھایا اور ان کا پسماندہ آگ کے شعلون کی خوراک ہوگیا۔ الغرض وہ مقام جو سبز باغ کی مانند لہرا رہا تھا خاک سیاہ ہوکر ویرانہ کیصورت میں بدل گیا۔

۱۸۸۹ء اگست کا مہینہ تھا جب مکناس میں پہنچے موسم سرما فاس میں بسر کیا۔ آئندہ سال کوئی نہ کوئی وجہ ایسی پیش آتی رہی جو مانع سفر ہوئی اور ماہ جون میں شمال مشرق کیطرف کوچ ہوا۔ سب سے پہلے غمارہ متصل ریف کا حساب پاک کیا پھر ملا عبدالسلام بن مشیش کے مزار کی زیارت کی اور شیشاوان۔ تطاوین اور طنجہ کی طرف کوچ کیا گو اُمید تو کم تھی مگر تطاوین اور طنجہ میں بڑے زور کا استقبال ہوا۔

یہان تک کہ ملا الحسن نے دس ہزار پونڈ دریائے تطاوین پر پل تعمیر کرنے کو لئے دیئے۔ مگر طنجہ میں اس سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ اہل یورپ کیطرف سے آو بھگت ہوئی اور باوجود اس امر کے کہ کئی قسم کے خدشات خیال میں تھے۔ مگر وقت امن و آرام سے گذر گیا- وہان سے براہ لارایش فاس کیطرف مراجعت کی اور ایت سخمان بر ملا سرور کی موت کا انتقام لینے کی غرض سے حملہ کیا۔ بعد ازان مراکش کی راہ لی۔

سنہ ۱۸۹۰ء — جنوبی دار الخلافہ میں اپنے بیٹون اور بیٹیون کا جو اس قابل تھے عقد نکاح باندہا اور ملک میں چونکہ امن آسایش تھی ایک سال فوج کی بھرتی میں صرف کیا سلطان کی صحت روز بروز خراب ہوتی جاتی تہی اور جب باہر دربار عام میں جلوہ گر ہونے سے معذور ہو گیا تو یورپ میں کئی قسم کے اور توہمات پھیلنے شروع ہو گئے۔

قلعہ طنجہ کا صحن جس میں سلطان مرحوم مدبران دولت خارجیہ کی ملاقات کرتا تھا (درمیانی محرابوں سے خزانہ کو رستہ جاتا ہے جس کے سامنے صنادیق خزانہ رکھے ہیں)

سنہ ۱۸۹۱ء — پھر عقابون کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آنے لگے گویا غنیم کے جنگی جہازون کا بیڑا آن موجود ہوا ہے اور اس کی یہ تعبیر کی گئی کہ مراکو میں جلد ہی بادشاہ گردی ہونے والی ہے۔ فرانسیسیون نے یہ کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح نخلستان طوات ہاتھ لگ جائے اور اس مدعا کو حاصل کرنے کے واسطے شریف وزان کو روانہ کیا مگر اس میں ان کو کامیابی نصیب نہ ہوئی- شریف صاحب تو گھر ہو چکر راہی ملک بقا ہوئے اور سلطان نے شفا پائی اور آیندہ سال تفیلات کی طرف کوچ کیا۔

آخری مہم سنہ ۱۸۹۳ء — والٹر ہیرس نے اس آخری مہم کا بیان بڑی خوبصورتی مگر صحت کے ساتھ کیا ہے کیونکہ وہ بھی اتفاق سے اسوقت میں ملا الحسن کے پاس تھا اگرچہ کوئی ایسی لڑائی واقع نہ ہوئی لیکن تہی مجید اور ایت کو تحفہ تحائف ... دینا پڑا ... ان کی نگرانی ہی کرنی پڑی گو اس قسم کی کاروائی ایک عرب النسل بادشاہ کے واسطے ایک عجب نظارہ تھا- ماہ اکتوبر میں سلطان اس سر سبز منزل مقصود میں پہنچا- لیکن چالیس ہزار سپاہ کے واسطے جس میں نوکر شاگرد پیشہ بھی شامل تھے اسقدر سامان رسد وغیرہ نہیں تھا جس سے موسم سرما بسر ہو سکے

بنابریں اگرچہ سلطان کی صحت کمزور تھی اور راستہ سخت دشوار گذار تھا لیکن حکم صادر ہوا کہ فوج واپس ہو گی۔ دن کی گرمی رات کی سخت سردی اور اسپر خوراک کی قلت یہ ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ سپاہی بکثرت مرنے لگے اور اسپر یہ بھی کہ سپاہ اپنی حفاظت سے بے خوف نہیں رہ سکتی تھی۔ موسم سرما کا شروع تھا درہ کلدہ گذرنے تک سردی زیادہ بڑھ گئی اس مقام پر جو آٹھ ہزار فٹ اونچا ہے غضب کی سردی پڑنے لگی اور سردی کی شدت سے سپاہی خچر گھوڑے۔ اونٹ جان دینے لگے۔ تمام لشکرگاہ پر برف پڑ گئی۔ جدھر نگاہ کرو برف ہی برف نظر آ رہی ہے۔ ہزار جدوجہد اور کوشش سے جوں توں کرکے اس کثیر التعداد فوج کا باقیماندہ حصہ کوہ اٹلس کی مہلک برف اور پہاڑیوں سے بصد مشکل نکل کر میدان میں پہنچا۔ مراکش تک پہنچتے پہنچتے بادشاہ بہت ضعیف ہو گیا۔ تھکا ماندہ سفروں کا مارا ہوا سلطان اپنے نقرہ گھوڑے پر سوار ہے اسکے سر پر قرمزی رنگ کی مخمل کا چتر لہرا رہا ہے اسکی صورت دیکھکر آدمی کے خیال میں اس ہیبت کی تصویر کا ایک نقشہ آتا آتا تھا۔ مولا الحسن کو مراکش میں چین حاصل نہ ہوا۔

۱۸۹۳ء — اس کی غیبت میں اسکی ریفی رعایا اور اہل ہسپانیہ میں لڑائی ہو گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان کو تقریباً ایک کروڑ روپیہ بابت ہرجانہ دینا پڑا۔ اور قبل ازیں اس مہم پر تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ ضرور خرچ ہوا ہوگا۔

افسوسناک خاتمہ — ان واقعات سے سلطان مجبور ہوا کہ اپنا آرام ترک کرکے رباط اور فاس کیطرف کوچ کرے۔ کیونکہ ریفی اقوام کی سرکوبی ضروری تھی مگر فاس میں پہنچنے کا ارادہ ظہور میں نہ آیا اور نہ ہی یہ مہم سر ہوئی بلکہ آدھی رات کو مولا الحسن کا جنازہ رباط میں داخل ہوا۔ چند روز پیشتر سلطان نے تادلہ میں وفات پائی۔ لیکن اسکے منسٹر حاجب شیخ احمد نے جو اسوقت وزارت کے عہدہ پر مامور تھے سلطان کی موت کو مخفی رکھا۔ چپ چاپ رباط میں نعش لائی گئی اور اپنے جد اکبر سعدی محمد مفتتح بن عبد اللہ کے پاس مدفون کی گئی۔

دوسرے روز علی الصباح سلطان کا پیارا بیٹا عبد العزیز جسکو سلطان نے اپنی جانشینی کے قابل بنایا تھا اور جسکو آگے سباط میں روانہ کیا تھا سلطان قرار دیا گیا اور اس

اس خوشی میں بڑے جلسے منائے گئے شہزادہ کی عمر اسوقت سولہ سال کی تھی اور انتظام کی قابلیت نہیں رکھتا تھا نظم و نسق ملک شیخ احمد بن موسےٰ کے ہاتھ میں بطور نائب السلطنت دیا گیا۔ یورپ کی کل طاقتیں شہزادہ کی حمایت کیلئے آمادہ تہیں۔ عنان حکومت شیخ احمد کے ہاتھ میں تھی۔ اسواسطے عبدالعزیز خفیف سی لڑائی کے بعد کامیاب ہو گیا اور جو بغاوت رحامنہ و دیگر مقامات میں اٹھی تہی وہ ایسی سختی کے ساتھ فرو کی گئی کہ تمام قوم کے دلوں میں خوف چھا گیا اور انکو بے اطاعت کئے نہ بن پڑی۔

جو امن و آسایش اسوقت سے مراکو کو حاصل ہے وہ شیخ احمد کی سیاست اور تدابیر ملکی کی بدولت ہے اور اس امر میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اس قسم کا انتظام مراکو کے حصہ میں کبھی نہیں آیا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ خوش نظمی کب تک قایم رہیگی۔

یہ امر مسرت انگیز ہے کہ موجودہ سلطان اپنے والد اور عمو کی بہت تعظیم تکریم کرتا ہے اور ان کا اسکے مزاج میں بہت دخل ہے۔ یہ فریق ایکطرف ہے اور وزیر سابق حاجی معاطی جمائی[1] اسکے بھائی محمد صغیر سابق وزیر جنگ دوسری طرف۔ ہر دو فریق میں ہمیشہ سے سخت رقابت چلی آتی ہے۔ بنابریں جب شیخ احمد بن موسیٰ نے دیکھا کہ اس کے پاؤں بالکل جم گئے ہیں تو سلطان مرحوم کے بعد جسکو مرے ہوئے ابھی پانچ روز بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ فریق مخالف کو جس میں چند چھوٹے چھوٹے عہدہ دار شامل تھے کمناس میں قید کر دیا اور ان کی جائیداد ضبط کر لی۔ اس فریق پر سازش کا الزام لگایا گیا تھا اور اس الزام کی تائید میں وجوہات کافی تہیں۔ کیونکہ اس فریق کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ عبدالعزیز کی تخت نشینی ان کے زوال کی بین دلیل ہے۔

> مولائی عبدالعزیز چہارم کی تخت نشینی کا اعلان سنہ ۱۸۹۴ء

فاس میں نئے سلطان کی تخت نشینی کے اعلان کا انتظام بڑے اعلےٰ درجہ کی حکمت عملی سے کیا گیا۔ پہلے سلطان الحسن کی موت کا اخفا کیا گیا اور ابھی ملک میں اس واقعہ کی خبر نہ ہونے پائی تھی کہ کہ مشہور اور معتبر اشخاص کو بجلد مسجد میں جمع کر کے اس طریق سے فرمان سنا دیا گیا کہ گویا کوئی نئی بات وقوع میں نہیں آئی۔ مولائی عبدالعزیز کی اطاعت کا بیعت

[1] یہ جمائی خاندان جو دراصل ہسپانیہ کا رہنے والا ہے بارھویں صدی میں بڑا طاقتور تھا۔ اس خاندان کا ایک شخص یوسف ثانی کا وزیر تھا اور مہدی ابن تعارت کا دوست تھا۔

جگہ دروازے بند کرکے تحریر کیا گیا۔ اس معاملہ میں شیخ احمد کے دو شخص بڑے معاون تھے ایک اسکا چچا اسمٰعیل اور دوسرا اسکا بھائی عمر۔ بصورت دیگر اسمٰعیل[51] ایک نہایت خوفناک حریف ثابت ہوتا۔ کام کا سرانجام تو اس صورت سے ہو گیا پر چونکہ فصل سے دروکا وقت تھا اور کئی سال کے بعد اس سال فصل اچھی تھی ملک کے لوگ فصل کے سنبھالنے میں بہت مصروف تھے الغرض لوگوں نے اطاعت کا جوا گردن پر بے چون و چرا رکھ لیا اور مانند سابق کوئی شورش برپا نہ کی۔

اہل مراکو آزادی کے از حد دلدادہ ہیں سلطان کی وفات پر ہمیشہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ انتظام درہم برہم ہو جائیگا جب تک اسکا جانشین بزور شمشیر اپنی اطاعت کا لوہا نہ منالے۔ لیکن اس موقعہ پر اگرچہ ساحل پر غیر ممالک کے جہاز موجود اور ان سے حملہ کا بھی اندیشہ تھا مگر ملک میں سوائے چند مقامات کے امن و امان ہی رہا۔ نئے سلطان نے معہ اپنی افواج براہ بین حسن۔ زمر۔ زرہون۔ مکناس۔ فاس کیجانب کوچ کیا۔ جہاں رسم جلوس ادا کی گئی اور کسی قسم کی مخالفت ظہور میں نہ آئی۔

تھوڑا عرصہ بعد سلطان کے بھائی عمر و محمد تخت کے دعویدار ہوئے اسلئے انکو گرفتار کیا گیا۔ چونکہ شیخ احمد وزیر اعظم تھا اس لئے اس نے اپنے ایک بھائی شیخ ادریس کو عہدہ نظارت اور دوسرے بھائی شیخ سعید کو وزیر جنگ مقرر کیا۔ اسوقت سے لیکر آجتک وزیر نائب السلطنت کے اختیار میں کسی قسم کی خلل اندازی نہیں ہوئی۔ بہت سی اصلاحیں[52] کی گئیں اور اگر کوئی شکایت لوگوں کو ہے تو صرف یہ ہی کہ حکومت سلطان نہیں بلکہ وزیر کر رہا ہے

---

[51] جوں ہی اسمٰعیل مسجد میں داخل ہوا اسکے مکان پر پہرا کھڑا کیا گیا مگر جب محافظوں اطاعت تحریر ہو چکا تو پہرا اٹھا دیا گیا۔ [52] یہ اصلاحیں بالعموم صیغہ مال کے متعلق نہیں لیکن شیخ احمد نے جو نہایت قابل تعریف کام کیا یہ تھا کہ اس نے ممالک مشرقیہ میں طاعون کی وجہ سے حکم نافذ کر دیا کہ کوئی شخص مکہ شریف کو حج کو نہ جائے۔ یہ حکم طنجہ کے ممالک غیر کے سفیران کی تحریک پر جاری ہوا تھا۔ اس مضمون کا ایک فرمان جامع مساجد میں پڑھا گیا۔ فاس کے علماء سے اس بارہ میں استشارہ نہیں کیا گیا۔ علماء کے سامنے سلطان کی خواہش کا اظہار کیا گیا اور فتویٰ لیا گیا تھا۔ ۱۹۰۰ء میں سلطان نے قید خانہ جات واقع ساحل و دیگر مقامات کی صفائی کرا لی اور قیدیوں کے روزانہ خوراک میں اضافہ کی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ سلطان عبدالعزیز کے سن بلوغ پر پہنچنے پر شیخ المعظم حکومت سے
دست بردار ہوگا یا نہیں۔

یادداشت محاربہ اہل فرانس سنہ ۱۸۴۴ء

لوئیس فلپ کے تیسرے بیٹے پرنس دی جانول نے جو ایک ناتجربہ کار نوجوان تھا بے سوچے سمجھے
طنجہ پر گولہ باری کردی۔ پرنس کی عمر اسوقت ۲۶ سال کی تھی اور وہ شہرت کا ازبس دلدادہ ہو
رہا تھا۔ طنجہ کی گولہ باری جو دیواروں اور فصیل شہر تک ہی محدود تھی بتاریخ ۶ راگست ۸ بجے
سے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ انگریزی و دیگر جہاز صرف تماشا دیکھا کئے۔ مناڈر کی
گولہ باری بتاریخ ۱۵ راگست شروع ہوئی اور جواب بھی بالخصوص جزیرہ میں زیادہ تر
سخت گولہ باری سے دیا گیا۔ آخر تک مسٹر ڈرمنڈ ہے۔ وزیر دولت برطانیہ کی یہی کوشش
رہی کہ کسیطرح متخاصمین آپس میں مصالحت کرلیں مگر اسکی کوشش مشکور نہ ہوئی اور اہل
مراکش نے جو اپنی نزاکت حالت کا وزن کرنے سے قاصر تھے اسکی درخواست سے انکار کردیا۔
اور ادھر فرانسیسی پرنس کی جوشیلی طبیعت نے کوئی بات نہ چلنے دی۔ کیونکہ اُسے اپنی
طاقت پر بہت بھروسا تھا۔ باشندگان یورپ جو وہاں سکونت پذیر تھے بہزار دقت
جبل الطارق و کیدز کو بغرض حفاظت روانہ کئے گئے اور ان کے مکانات پر
پہرہ لگادیا گیا۔ طنجہ میں تو یہ انتظام چل گیا مگر مناڈر میں نہ چلا کیونکہ وہاں بعض
سوداگر گورنمنٹ کے مقروض ہونے کے باعث ترک مقام نہ کرسکے۔ آخرالامر
شہر خالی کیا گیا اور محاصرین نے لوٹ لیا۔

مارشل بوجنڈ نے جانول کی کارروائی کا حال سُنکر جواب دیا کہ آپ نے
میرے نام ایک ہنڈی تحریر کی ہے لیکن یقین جانو کہ اسکی ادائیگی میں توقف نہیں
ہوگا۔ بتاریخ ۱۹ جون فوج اجدہ میں داخل ہوئی اور بتاریخ ۱۹ جولائی چھوٹی چھوٹی
لڑائیوں اور حملوں کے بعد فوج ملسارنیا واپس ہوئی۔ شروع اگست میں سلطان کے
مقابلہ کے لئے پھر فرانسیسی فوج سرحد سے پار اُتری۔ سلطان بھی معہ چھ ہزار سوار۔ وہیں
بارہ ہزار پیادہ سپاہی اور تقریبًا ساٹھ ہزار سوار جو نئے بھرتی کئے گئے تھے دریائے
اسلی پر پڑا تھا۔ اہل مراکو ایک بجے رات کے دشمن کے کیمپ میں جا پہنچے اور بین

صبح کا ذب کے وقت حملہ کر دیا۔ دوپہر کے وقت بوحمارہ سلطان کے بیٹے کے کیمپ میں چائے پی رہا تھا۔ اہل مراکو کے زندہ و مردہ کی تعداد جو دشمن کے ہاتھ لگی بارہ پندرہ ہزار تھی اور تقریباً ڈھائی سو ان کے اپنے مردہ و زخمی تھے۔ بیمار اسکے علاوہ تھے جو بوجہ گرمی و ماندگی بحساب دو سو ہر روز ہسپتال میں داخل ہوتے تھے۔

باب دہم

باوجود اس امر کے کہ اگر سرسری نگاہ سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی کل ریاستوں میں ملکی انتظام یکسان سا نظر آتا ہے۔ مگر مراکو میں ایک خصوصیت پائی جاتی ہے جو خاص توجہ کے قابل ہے اس میں ہر دیگر جملہ اہل اسلام کی مانند قرآن مجید کے احکام و قوانین اور نبوی احادیث کی پابندی کیجاتی ہے۔ مراکو کے بعض خاندان مثلاً اول ادریسی دوم سوم فاطمی ہشتم سعدی اور نہم فلالی (جو آجکل حکمران ہے) محمدؐ کی اولاد سے کہلاتے ہیں اور اس ملک میں ان کو شریف کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے مسلمانوں پر ان کی تعظیم و تکریم لازم ہے۔

خلافت | اور یہ امر کہ وہ پیغمبر کی اولاد میں سے ہیں ان کے حق میں خلافت کے واسطے ایک بھاری دلیل ہے۔ حالانکہ ترکون کو یہ استحقاق کبھی حاصل نہیں ہوا۔ دیگر خاندان مثلاً موحدین مرینا بھی خلیفہ کہلانے لگے حالانکہ ترکون کیطرح انکو حق نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خاندان مراتبی کے بعض امیرون نے امیر المومنین کہلایا نہ کہ امیر المسلمین لیکن جب سے سلطانی کا لفظ استعمال ہونا شروع ہوا ہے تو امیر المومنین کا خطاب اب کم ہی استعمال میں آتا ہے۔ تاہم خطبون وغیرہ میں سلطان کے لفظ کو امیر المومنین سے تعبیر کرتے ہیں۔

بہرکیف سلطان مراکو اہل مراکو کے نزدیک مسلمہ طور پر ایک دینی و دنیوی حاکم ہے اور اسی بنا پر پہاڑی بربری۔ عربی صحرا کے بدون پر اسکا بڑا اثر ہے یہ کہنا ذرا مشکل امر ہے کہ سلطان کی رعایا کا دلی خیال اسکی نسبت کیا ہے۔ مگر مختصر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ رعایا اسکی نہایت تعظیم کرتی ہے۔ اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اسکا منصب بہت اعلیٰ ہے اور وہ ایک مقدس خاندان کی یادگار ہے۔ دوسرے یہ کہ

اس کے اختیارات میں کوئی خلل نہیں دے سکتا۔ اگرچہ سلاطین مراکو سے بعض اوقات سخت تعدی وظلم سرزد ہوا ہے۔ مگر اس سے اس کی رعایا کی نمکحلالی مین کبھی بھی کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ اور مراکو کی تاریخ میں کوئی مثال ایسی نہیں ملتی کہ کبھی کسی ظالم حاکم کو باغی رعایا نے تخت سے اوتار دیا ہو۔ اگرچہ بعض اوقات نوکروں نے موقعہ پاکر امیر کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن اس قسم کے واقعات اس صورت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں جب کوئی اور دعویدار مدمقابل بنکر کھڑا ہو گیا ہے۔ ممالک شرقیہ میں زیادہ تر اسی ضرب المثل پر عمل چلا آیا ہے جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔ پس جس کسی کے بازو میں زور ہوا وہی مالک بن بیٹھا اور اسکا کوئی مزاحم نہ ہو سکا۔

شاہی القاب القاب جو سلطان کے واسطے استعمال کئے جاتے ہیں وہ کاتب کی جدت طبع کے مطابق ہوتے ہیں۔ تاہم حضرت الشریف یا معالی وغیرہ القاب اکثر استعمال کئے جاتے ہیں مگر سید سلاطین مولا و مولانا کے الفاظ سے خطاب کئے جاتے ہیں۔ جن سلاطین کا نام محمدؐ ہو ان کی نسبت سیدی یا سیدنا مستعمل ہوتا ہے۔

سلطان ایک مطلق العنان حاکم ہوتا ہے اور گو کسی خود رسے اور بے اصول شخص کے ہاتھ میں عنان حکومت ہو تاہم اسکو محدود الاختیار رہنا پڑتا ہے اور اسکی بنیاد ہی مذہبی برکت ہے جو اس کی طاقت کی جڑ ہے۔ بنابریں حریفوں کا خواہ وہ کیسے ہی نزدیکی رشتہ دار کیوں نہ ہوں پہلے ہی بندوبست کیا جاتا ہے بعض کو کسی نہ کسی بہانہ سے قتل کرایا جاتا ہے اور باقیماندہ کو تفیلات میں جلا وطن کیا جاتا ہے۔ مگر اب یہ دستور متروک ہو گیا ہے۔ طرفہ بات اس ملک میں یہ ہے کہ اگرچہ یہاں کے لوگ اپنے خدا کے بھیجے ہوئے سلطان کے اسقدر فرمانبردار ہیں کہ اس کی بعض ناواجب کارروائیوں پر بھی سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ لیکن جب کوئی ایسی اصلاح پیش ہو جو مذہب میں خلل انداز معلوم ہوتی ہو تو فی الفور بگڑ کھڑے ہوتے ہیں اور مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی تجاویز ہوں جو بادی النظر میں معمولی دکھائی دیتی ہوں خواہ ان کے نتائج کیسے ہی سخت واہم کیوں نہ ہوں تو انکی نسبت سکوت اختیار کیا جاتا ہے۔ القصہ کوئی رواج اس ملک میں ایسا نہیں ہے کہ اگر اسے آہستہ آہستہ دانائی سے ترک کرایا جائے تو اس میں کوئی دقت پیش آئے۔

سلطنت کے مشیران

درحقیقت اس ملک میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو سلطان کے دست
اختیار کی مزاحم ہو سکے الا دینی مزاحمت کا حق طایفہ علماء کو حاصل ہے
اور ہر معاملہ اہم میں انکی رائے لی جاتی ہے اور پھر نہایت آزادی سے اسکا اظہار کیا جاتا ہے
اگر سلطان بذات خود علماء کا مشورہ جیسا کہ اکثر استفتا کیا جاتا ہے کبھی نہ بھی لے تو رعایا
کے لوگ خود بخود استفتا کرتے ہیں اور اگر آراء متناقص ہوں جو شاذ و نادر ہی
ہوتا ہے تو اپنے اپنے خیال کے مطابق بلا تامل ایک نہ ایک طرف اختیار کر لیتے ہیں
فی الحقیقت لوگ قدیمی رسم و رواج کو پسند کرتے ہیں اور بدعت کو بنظر پسندیدگی نہیں
دیکھتے۔ لیکن دانا لوگ پیشتر ہی سے سلطان کے اس حد تک قابو میں ہیں کہ وہ
ایسے معاملات میں اپنی رائے ظاہر کرنے سے پہلے سلطان سے امتزاج و استرضا کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں ایک امر مضمر ہے جسکا تصفیہ بلحاظ اغراض اسلام
حضرت الشریف ہی کر سکتے ہیں۔ جیسا حضور عالی مناسب خیال کریں ویسا ہی
ہونا چاہیئے۔

ملا الحسن اور اس کے وزیران

حالانکہ جماعت سلطانی مشیران معاملات عہد و پیمان میں خواہ وہ دشمن کے ساتھ
کئے جاویں یا دوست کے ساتھ نہایت مفید صلاحکار ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر عملی
طور پر دیکھا جائے تو ان کا عدم و وجود برابر ہے۔

رعایا کی آزادی

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ مراکو میں دستی ملکی انقلاب واقع
نہیں ہوتے تاہم اگر کوئی ناواجب تجویز پیش کیجاوے یا کوئی جابرانہ
محصول ملک پر عاید کیا جائے تو لوگ فوراً سلطان کے برخلاف بھی بلا تامل ہتھیار اٹھاتے
ہیں۔ اور ایسا ہی وہ کسی اہلکار جسکو وہ پسند نہ کرتے ہوں کے معزول کرنے
کی صورت میں کرتے ہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایک باغی صوبہ کے لوگ سلطانی فوج
کے ساتھ جنگ و جدال کر رہے ہیں اسکی وجہ یہ تھی کہ سلطان ایک گورنر کو مقرر کرنا
چاہتا تھا اور رعایا اس کے برخلاف تھی۔

سازشیں

سلطانی حرم اور دربار کی سازشیں بھی سلطنت کو ایک قسم کا ضعف
پہنچاتی رہتی ہیں مراکو کے لئے ایک بے غرض [illegible] سے بڑھ کر

کوئی شخص زیادہ خوفناک نہیں سمجھتا سلطان کے حریم میں سیاہ و سفید بہت سی مستورات ہیں جو حرم میں داخل ہونے کی عزت اسقدر اعلیٰ خیال کیجاتی ہے کہ بڑے بڑے رئیس یونہی خوبصورت لڑکیوں کے واسطے رشوت دیتے ہیں - حریم سلطانی کے واسطے قسطنطنیہ سے بھی عورتیں حاصل کیجاتی ہیں - ہماری ایک دوست نے تین عورتیں خریدکیں ایک سلطان کے نذر کی جو موجودہ سلطان کی والدہ سرکیشیا کے رہنے والی تھی اور دو اپنی ذات کے واسطے رکھ لیں - ان عورات سلطانی میں سے بعض فرانسیسی زبان اور چند سُرین باجے کی بھی جانتی ہیں - جب حریم میں ان مستورات کی تعداد زیادہ بڑھ جاتی ہے تو سلطان تحفۃً سپہ سالار وغیرہ کو جنکو خلیفہ کہتے ہیں بخش دیتے ہیں اگرچہ بعض اوقات یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ زوجیت کے لباس میں یہ کوئی سلطانی جاسوس ہی نہ ہو ؛؛

خدام

شیخ احمد بن موسیٰ موجودہ وزیراعظم [جو نائب سلطنت بھی ہے] کی تربیت سلطان کے ساتھ محلسرا میں ہوئی اسکا عہدہ حاجب تھا اور سلطان کی ملاقات اسکی وساطت ہی ہوتی تھی - وہ محل میں رہتا تھا اسواسطے اسکا نام بابا احمد پڑ گیا یعنے سلطان کا باپ - حالانکہ یہ خطاب اکثر خواجہ سراؤں کو دیا جاتا ہے - محلسرا میں خواجہ سراؤں کی خاصی تعداد ہوتی ہے - یہ لوگ بہت روپیہ صرف کرکے ابی سینیا سے لائے جاتے ہیں - یہاں انکو ملوانی کی کہتے ہیں ان کے اصلی نام عطر - کافور - مشک - عنبر وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں - محل کا کاروبار حبشی لڑکے کرتے ہیں مستورات کی خدمت خواجہ سراؤں اور عورتوں کے متعلق ہوتی ہے جو نشاط کا کام بھی کرتے ہیں - سنا گیا ہے کہ سلطان مرحوم پنجشنبہ کے روز باغ میں تمام مخدرات کا معاینہ کرتے تھے اور جسکو پسند فرماتے تھے ان کے واسطے اشارہ کردیتے تھے کہ خاص محل میں بھیجدی جاویں - جہاں وہ ہفتہ کا کچھ حصہ ان کے ساتھ بسر کرتے تھے ؛؛

اولاد سلطانی

شہزادوں اور شہزادیوں کی تربیت جو تعداد میں بیشمار ہوتی ہیں خانقاہوں وغیرہ مقدس مقامات میں کیجاتی ہے یہ مقامات الگ تھلگ جنگلوں میں واقع ہوتے ہیں ہر ایک بچہ کے ساتھ اسکا ایک ہمعمر ساتھی ہوتا ہے تاکہ دنیا میں وہ اسکا بے لوث و بے غرض دوست بنا رہے ؛؛

ہر سال ان لڑکوں اور لڑکیوں کی جو کافی عمر کے ہو جاتے ہیں شادی کی جاتی ہے شادیاں سرکاری خرچ پر حسب ہدایت سلطانی ہوتی ہیں اور وہی چند باقی محل میں رہ جاتے ہیں جنسے سلطان کو بہت محبت ہو یا جنکی والدہ کا ابھی تک رسوخ باقی ہو۔

انتخاب ولیعہد ولی عہد کا تقرر بالکل سلطان کے اختیار میں ہے اور اکثر یہ دستور ہے کہ جس شاہزادہ کو اس عہدہ پر مقرر کرنا ہو پہلے اسے فوج کا سپہ سالار یا گورنر مقرر کیا جاتا ہے۔ گویا یہ ولیعہد کے تقرر کا اعلان ہوتا ہے اور ایسے جلیل القدر ذمہ واری کے عہدہ پر اسے اس غرض کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے کہ قابلیت حاصل کرے چونکہ سلطان کے دل میں ایک یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ شاید اس تقرر کو اسے منسوخ کرنا پڑے اس واسطے اس امر کی احتیاط کی جاتی ہے کہ ولیعہد کی طاقت اس حد تک نہ بڑھ جائے کہ سلطان کے برخلاف کام آسکے اور اکثر ایسا وقوع میں آیا ہے۔ اور جب ولیعہد کی عمر چھوٹی ہو اور ایسے ذمہ واری کے عہدہ کی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ تو سلطان اسے ضروری مواقع پر اپنے ساتھ رکھتے ہیں جیسا کہ موجودہ سلطان کی صورت میں کیا گیا لڑکیوں کی شادی صغیر سنی میں ہی کیجاتی ہے لیکن انکو کوئی منصب بطور حق وراثت نہیں ملتا۔ نہ ہی شہزادوں کے لڑکوں کو کوئی خطاب سوائے لفظ مولا کے عطا ہوتا ہے۔

افسران خاص شاہی خاص محافظین کی جماعت میں بعض خاص افسر بھی شامل رہتے ہیں مثلاً مولی المضال جو چھتر بردار ہوتا ہے جسپر چکن دوزی و طلائی کام اور لعل و جواہر سے مرصع ہوتا ہے۔ مولی الشواش یعنی چوری بردار۔ مولی المشوار (نقیب) جو ہمیشہ بہت بلند آواز ہوتا ہے۔ مولی الخضراب۔ مولی الکحل۔ مولی آتزفل۔ قیف و جلاد۔ مولی الفراش۔ مولی الرواح۔ مول الما۔ مولی الامار۔ مولی السجاب۔ علم بردار وغیرہ وغیرہ ایک دفعہ ایک دوغلہ عورت حاجب کے عہدہ پر ممتاز تھی۔

ادارۂ حکومت سلطنت مراکو میں سب سے اول و افضل سلطان ہوتا ہے جسکی جانب سے کل امور بالواسطہ یا بلاواسطہ فیصلہ پاتے اور طے ہوتے ہیں سلطان کے ماتحت زمرۂ وزرا ہوتا ہے جسکا یہ فرض ہے کہ اس کی خواہشوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ایسے عہدہ داران کی کوئی مقررہ تنخواہ سرکار کیطرف سے نہیں ہوتی۔

اور یہ امر مفہوم ہوتا ہے کہ یہ کمی وہ رعایا سے پوری کر سکتے ہیں اس واسطے اس ملک میں رشوت کی گرم بازاری حد سے زیادہ ہے اور اس خصوص میں کسی عہدہ دار پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔ بنا بریں اس قسم کے منصب حاصل کرنے کے واسطے بڑی بڑی رقوم پیشکش کیجاتی ہیں۔ سلطان کی دائیں طرف وزیر کبیر یعنے صدر اعظم جو اکثر مشیر کل اور وزیر برانی بھی ہے ہوتا ہے لاکن طنجہ میں یہ صورت نہیں ہے وہاں امور خارجیہ کا مہتمم ایک کمشنر ہوتا ہے۔ کمشنر کا در اصل تو یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ممالک غیر کے سفرا سے جو وہاں مقیم ہیں معاملات کا تصفیہ کرے الا معاملات اہم میں اسکو کلی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔

دیوان خاص ایک وزیر دخلانی ہوتا ہے اور گورنروں کا تقرر اسی کے اختیار میں ہوتا ہے یہی باعث ہے کہ یہ عہدہ پرلے درجہ کا با رعب متصور ہوتا ہے بعد ازاں مولی المال یا مشیر مال ہوتا ہے۔ شاہی خزانہ تین بڑے بڑے شہروں میں رکھا جاتا ہے یعنے فاس۔ مکناس اور مراکش میں یا جہاں مصلحت وقت ہو ہر اہل مراکو سرخ فیتہ سے نفرت کرتے ہیں اور وہ کبھی استعمال نہیں کیا جاتا۔ بجز اس صورت کے جب کوئی شخص کام کرنا نہ چاہے اعلےٰ افسران اکثر فرش پر بیٹھکر کام کرتے ہیں۔ مکان کے باہر دروازہ پر یا اصطبل کے صحن میں قالین بچھا لیتے ہیں اور ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ جملہ اعیان دولت تکیے لگائے بیٹھے ہیں اور نزدیک ہی سلطان بھی رونق افروز ہے +

فرامین شاہی وزرا و دیگر عہدہ داران کے علاوہ بہت سے منشی ہوتے ہیں جو شاہی مراسلات وغیرہ ترقیم کرتے ہیں۔ جب مراسلات تحریر ہو جاتے ہیں۔ تو اُن پر مُہر لگائی جاتی ہے دو مہریں ہوتی ہیں چھوٹی اور بڑی۔ مراسلہ کے سرے پر مُہر لگائی جاتی ہے اور مکتوب الیہ مُہر کو بوسہ دیکر پیشانی سے لگا لیتا ہے جب کبھی یہ مطلوب ہوتا ہے کہ کسی شاہی فرمان کا اعلان کیا جائے اور یا بغرض اطلاع عام اس قسم کی خبر کی اشاعت کی جائے کہ فلان قوم کی گوشمالی کے واسطے مہم جانے والی ہے تو مراسلات کی نقول قصبات میں روانہ کی جاتی ہیں جو جامع مساجد میں پڑھی جاتی ہیں اور ساتھ توپیں چھوڑی جاتی ہیں۔ اس قسم کی تحریرات ایک خاص گروہ کی معرفت جنکو مسخرین کہتے ہیں ارسال کیجاتی ہیں اور شاید دنیا میں اس جماعت کے اشخاص سے بڑھکر کوئی حریص ہوگا۔[۵]

[۵] شاید ہندوستان کے تعمیل کنندہ عملے سے زیادہ نہ ہوں۔ مترجم

جب سلطان کسی شخص کو باریاب ہونے کی اجازت دیتا ہے تو یہ لوگ اور ان کے ماتحت فیس مانگ مانگ کر اسکو بڑا تنگ کرتے ہیں اور شرم انکے پاس تک نہیں پھٹکتی۔

سرکاری تحایف

جو کوئی سلطان کی خدمت میں حصول قدمبوسی کی غرض سے حاضر ہوتا ہے اس سے یہ بھی توقع کیجاتی ہے کہ وہ کچھ تحایف بھی نذر کریگا اور اکثر یہاں تک ہوتا ہے کہ تحایف کی ایک فہرست تیار کرالی جاتی ہے اور تمام اشیا جو پیش کیجاتی ہوئی ہیں وہ سلیقہ سے بچھائی جاتی ہیں اور نذر یا تحایف پیش کنندہ کی خواہش تحایف کے مطابق ہوتی ہے بشرطیکہ وہ سلطنت کے کسی اعلے افسر کو خوش کرنا بھول نہ گیا ہو۔ تحایف ریشمی کپڑے وغیرہ ہوتے ہیں یا کوئی ایسی اشیا جو خاص دیکھنے کے لئے ہی ہوں تمام سلطنت میں سلطان ہی ایک ایسا فرد بشر ہے جو نقدی کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ اگرچہ مسموع ہے کہ سلطان مرحوم کبھی کبھی اشرفیوں کا صرہ قبول فرما لیتے تھے جب کوئی اور چیز نذر پیش کنندہ کو دستیاب نہ ہوسکتی تھی۔

دربار عام

سلطان کا دربار عام محض اعزازی ہوتا ہے کیونکہ تمام معاملات بجز کسی خاص بھاری معاملہ کے وزرا ہی طے کرتے ہیں۔ رعایا کے کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ کسا (ایک قسم کا کھلا چوغہ ہوتا ہے) پہنکر سلطان کے حضور میں شرفیاب ہو تمام اشخاص ہمیشہ برنوس میں حاضر ہوتے ہیں اور اسکا دایاں کندھے کی اوپر پیچھے کی طرف ڈال لیتے ہیں۔ جو لوگ سلطان کے حضور میں بغرض شرف نیاز آتے ہیں وہ سر سے برہنہ ہوتے ہیں اور سلطان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں مگر سلطان ہمیشہ بیٹھا رہتا ہے سلطان مراکو کا لباس بہت سادہ ہوتا ہے۔ البتہ گھوڑے کا ساز و یراق بہت شاندار ہوتا ہے اور اس میں رنگ کی بوقلمونی نظر آتی ہے۔

شاہی سواری

سلطان عرض لشکر و طواف کے موقعہ پر اور بروز جمعہ مسجد میں جانے کو لئے سوار ہوتے ہیں۔ چار کوتل گھوڑے مختلف رنگ کے لائے جاتے ہیں سلطان ہر دفعہ ان میں سے ایک سواری کے واسطے انتخاب کر لیتا ہے۔ دیگر مواقع پر کبھی کبھی گاڑی کا بھی استعمال کیا جاتا ہے مگر چونکہ وہاں سڑکیں نہیں ہیں اس لئے بہت فاصلہ تک گاڑی نہیں چلائی جاسکتی شاہی گاڑی نہایت آہستہ آہستہ جاتی ہے اسواسطے سپاہی ہاتھوں میں کوڑے لئے ہوئے آگے چلتے ہیں تاکہ رستہ کسیطرح مدرک جائے سلطان

کے ساتھ ساتھ خاص خدام ہوتے ہیں جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے جن میں سے چوری بردار و چھتر بردار خاصکر دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ چھتر[۵۱] مراکو میں بطور ایک سلطانی نشان کے استعمال ہوتا ہے اور ممالک شرقیہ میں بھی اسکا استعمال اکثر نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ مراکو میں چھتر کا استعمال خاندان سعدی نے شروع کیا تھا۔ گو ان سے پہلے گاہ بگاہ استعمال ہوتا تھا۔

سلطان کی سواری آہستہ آہستہ بڑھتی ہے خلقت کا ہجوم کثیر ہوتا ہے ہر موڑ پر مرد بلند آواز سے بزبان عربی دعا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا کو تا دیر سلامت رکھے اور فتح اسکے نصیب کرے۔ اسیطرح چھتون پر سے عورتوں کی آواز آتی ہے۔ پھر عرضیاں ڈالی جاتی ہیں جو ایک خاص افسر کی تحویل میں رکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ اہل مراکو کا وزرا[۵۲] کی نسبت خواہ ویسا ہی خیال کیوں نہ ہو سلطان کے عدل و انصاف پر ان کو کلی اعتقاد ہے۔

جب کوئی شخص سلطان کی ملاقات کا شرف حاصل کر چکتا ہے تو سلطان کیطرف سے بھی تحایف دیئے جاتے ہیں اور یہ تحایف اکثر گھوڑے۔ تلوار اور زین کی قسم سے ہوتے ہیں۔ جب اشخاص ممالک غیر کو گھوڑے بخشے جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ ان کی راہداری کے واسطے درخواست کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ سوائے اسکے ان جانوروں کو بیرون حدود ملک لیجانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس دقت کی وجہ سے جو حصول

[۵۱] ہندوستان کے بعض حصص میں مثلاً مرہٹوں اور فارس میں چھتر کا استعمال ہوتا ہے۔ برہما۔ جاوا۔ و ممالک ملحقہ میں تو یہ حال ہے کہ جسقدر چھتر کی تعداد زیادہ ہو اسی قدر بادشاہ کا مرتبہ و اقتدار زیادہ متصور ہوتا ہے اور یہ رسم زمانہ قدیم میں بھی رایج تھی کیونکہ نینوا اور مصر کے پتھروں پر اسکی تصویر نظر آتی ہے اور کسی زمانہ میں تمام عالم میں اسکا رواج تھا۔ کیونکہ یہ سایبان وغیرہ جو یورپ و مصر میں شاہی سواری وغیرہ کے وقت استعمال کئے جاتے ہیں یہ اسی کی نقل ہے:۔

[۵۲] الاموں کہتا ہے کہ تمام برائیاں جو کسی ملک میں دیکھی جاتی ہیں وہاں عہدہ داروں کیطرف ہوتی ہیں۔ جانچ۔ بار و کتاب بائبل ان سپین میں تحریر کرتا ہے کہ سلطنت مراکش ردی ترین سلطنت ہے اور اس کے ساتھ خوش اسلوبی سے تعلق قایم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ انہوں نے اکثر بدنیتی ظاہر کی اور اکثر معاملات میں بد عہدی کی:۔

راہداری میں پیش آتی ہے لوگ گھوڑوں کو اسی جگہ فروخت کر دیتے ہیں کیونکہ کبھی کبھی راہداری لینے میں اسقدر خرچ ہو جاتا ہے جو گھوڑی کی قیمت سے بڑھ جاتا ہے اور راہداری طنجہ میں جا کر حاصل کرنی پڑتی ہے۔

لشکر گاہ شاہی

سفر میں شاہی خیام سب سے اونچی جگہ پر نصب کیے جاتے ہیں اور سب سے بڑے خیمہ کی درمیانی چوب پر ایک سنہری گولہ لٹکا ہوتا ہے گویا سلطانی خیمہ کا یہ نشان ہوتا ہے۔ شاہی قیامگاہ کے گرداگرد عورتوں اور خواجہ سراؤں کے خیمے ہوتے ہیں جنکو صرف بر ولی[۵۱] قنات کے اندر تک ہی جانے کی اجازت ہوتی ہے اور اسی قسم کی خیمہ گاہیں دیگر افسران کی ہوتی ہیں جنکو معہ عیال و اطفال سفر کرنے کی اجازت حاصل ہوتی ہے جو ہیں مستورات روانہ ہوتی ہیں تو خیمے آگے بھیجدیئے جاتے ہیں تاکہ شام تک نصب کر دیئے جائیں۔ نزدیک ہی مسجد اور دربار کا خیمہ ہوتا ہے اور تھوڑی ہی فاصلہ پر وزرا و دیگر افسران کے خیمے ہوتے ہیں۔ جماعہ فوج (جسکے بغیر کبھی کوچ نہیں کیا جاتا) اور ان افسران کے قیامگاہوں میں تھوڑی سی جگہ چھوڑ دی جاتی ہے جہاں بازار لگتا ہے۔ جو خیمے استعمال میں آتے ہیں ان کو توکیہ یا خزانہ کہتے ہیں پھر ان کی دو قسم ہوتی ہیں یعنی قبہ اور ... موخر الذکر اکثر افسران کے کام آتے ہیں۔

ملازمان لشکری

کل فوج کے لئے خیمے ہرگز کافی نہیں ہوتے۔ بہت سے لشکریوں کو آسمان کے نیلگوں شامیانہ کے نیچے سونا پڑتا ہے بعض ملازمان لشکری ایک عجیب قسم کے خیموں اور چھپروں میں رہتے ہیں۔ شاگرد پیشہ میں زیادہ تر عورتیں ہوتی ہیں جن کے سامنے بدصورتی بھی شرماتی ہے۔ چار پانچ عورتوں میں ایک گدھا اور ایک خیمہ ہوتا ہے۔ پانی پکھالوں میں جنکو راویہ کہتے ہیں ڈالکر لے جاتے ہیں ایک گدھے پر دو پکھال ادھر ادھر رکھی جاتی ہیں۔ بعض اوقات راویہ غلہ و دیگر اسباب کے واسطے بھی استعمال کیجاتی ہیں۔ اونٹ کے گوشت پر ان لوگوں کا زیادہ تر گذارہ ہے۔ لشکر گاہ میں عجیب قسم کی بے ترتیبی ہوتی ہے۔ کوئی چیز کدھر کوئی کدھر پڑی ہوئی ہے البتہ وہ توپیں جو عرابہ میں رکھی ہوتی ہیں بطور قبلہ نما کام دیتی ہیں کیونکہ ان کا

---

[۵۱] کہتے ہیں کہ مولائی سلیمان کے سامان وغیرہ کی باربرداری کے واسطے تقریباً دو سو قاطر درکار ہوتی تھیں۔ مترجم

اُن کا منہ مکہ شریف کیطرف ہوتا ہے تاکہ نماز کی سمت معلوم رہے چونکہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی اچانک چھاپہ نہ مارے اس واسطے نصف نصف فوج باری باری نماز ادا کرتی ہے۔

موروثی سپاہی

اس امر کے تحقیق کرنے کی کوشش کرنا کہ فی الحقیقت مراکو کی فوج کی کتنی تعداد ہے بالکل بے فایدہ ہے البتہ فوج حرابہ جو یوروپین افسران کے زیر تعلیم ہے باقاعدہ فوج کے نام سے موسوم ہوسکتی ہے باقی فوج بالکل برائے نام ہی فوج بخارا کا بھی یہی حال ہے جسکو بھرتی کئے ہوئے دو صد سال گذر چکے ہیں یہ فوج سوڈان سے بھرتی کی گئی تھی اور مولائی اسمعیل نے جسکو خونخوار بھی کہتے ہیں دو سو سال کا عرصہ منقضی ہوا ہے اسکو از سر نو آراستہ کیا تھا انکا نام جامع الصحیحہ کے مصنف سے لیا گیا ہے اور اس کتاب کی یہ لوگ از حد تعظیم کرتے ہیں۔ گذشتہ ایام میں اس فوج کی طاقت اس حد تک ترقی کر گئی تھی کہ یہ بادشاہ گرین گئی تھی جسکو چاہا تخت پر بٹھا دیا جس کو چاہا معزول کر دیا۔ گویا عزل ونصب سلاطین فوج بخارا کے ہاتھ میں تھا۔ اب یہہ فوج بعض قصبات کے قلاع میں بغرض حفاظت رکھی ہوئی ہے۔ اصل میں یہہ فوج بالجبر بھرتی کر لی گئی تھی اور یہ لوگ بطیب خاطر فوج میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ یہ لوگ جنکو شرعًا تو کوئی حق حاصل نہیں تھا کیونکہ ممالیک میں سے تھے اس لئے شاہی فرمان مصدرہ سنہ ۱۶۹۹ء کے رو سے ونکو استحقاق جایداد عطا کیا گیا۔ اس فوج کے سپاہی سوڈانی الاصل ہونے کی سبب سے غایت درجہ کے سیاہ تھے مگر ستورات سفید رنگ کی عورتون سے نکاح کرنے کے باعث اب ان کی اولاد کا رنگ بہت صاف ہو گیا ہے۔ اشراغہ یا شراردہ ان کے ہموطن بھائی ہیں اور وہ اراضیات پر بطور گذارہ قابض ہیں۔ عیشی لوگ بھی موروثی سپاہی ہیں جنکی خدمات کے عوض میں سرکار کیطرف سے انکو اراضیات ملی ہوئی ہیں اور جب یہ لوگ نوکری پر ہون تو انکو کچھ بھتہ دیا جاتا ہے۔ جسکو وہان کی اصطلاح میں راتب کہتے ہیں۔ راتب کی مقدار انکے فرایض و مالیت اراضیات مقبوضہ کے مطابق ہوتی ہے البتہ مغرب میں ایک عنایت دی گئی ہے جسکو بہت غنیمت خیال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مغرب ہر قسم کے محصول سے بری ہے۔ ان ہی اقوام میں سے پولیس بھی رکھی جاتی ہے پولیس کو علاوہ اس مقررہ راتب کے جسکو محض برائے نام

ہی کہنا چاہیئے ان اشخاص سے بھی کچھ آمدنی ہوتی ہے جنکو وقتاً فوقتاً اُن کی خدمات کی
ضرورت پڑتی ہے۔ پولیس کے سر پر ایک لمبی نوکدار ٹوپی ہوتی ہے۔ فوج نجاریہ اور
ان سپاہیوں کو جن کے متعلق شاہی محل کی خدمات ہیں پارچات سرکار کیطرف سے ملتے ہیں
اکثر ان ہی جنگلی اقوام میں سے بڑے بڑے انتظامی عہدے بھی پُر کئے جاتے ہیں یہ
ساری اقوام سوار سپاہ ہیں اور باستثنائے فوج نجاریہ گھوڑے و ہتھیار اپنی گرہ سے
بہم پہنچاتے ہیں۔

پیادہ فوج

یہاں کی پیادہ فوج کچھ قابل ذکر نہیں ہے اور سوائے اس فوج کے جو زیر تعلیم
یورپین افسران ہے باقی اسقدر ابتر ہے کہ اسکی اصلاح غیر ممکن ہے یہ
فوج مراکو میں اسکاریہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ فوج اول اول ۱۸۴۴ء میں بھرتی
کیگئی تھی جب اہل مراکو کو فرانسیسیوں نے شکست دی تھی۔ جسوقت کوئی نئی فوج مراکو
کھڑی کیجاتی ہے تو صرف ان اشخاص کو مجبور کیا جاتا ہے جو نہ ہی اس خدمت کے معاوضہ
میں روپیہ ادا کر سکیں اور نہ اپنے قائممقام بہم پہنچا سکیں جو لوگ فوج میں حاضر ہو
جائیں تو پھر بھی انکو واپس جانے کی جب تک انکی خدمات کی ضرورت نہ ہو اجازت
ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اپنی جگہ کوئی لڑکا یا آدمی کھڑا کر جائیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ فوج
مراکو ایک عجیب قسم کی کھچڑی ہوتی ہے اور اس شعار سے وہ فوراً شناخت ہو سکتی ہے
سپاہ کی وردی جنکی قطع حال ہی میں ایجاد کیگئی ہے یہ ہے نیچے کھلا پاجامہ ہوتا ہے
اور اسکے اوپر ایک قبا جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے اسکا کپڑا ابتدا زرد اور سبز رنگ کا ہوتا ہے
بایں ہمہ قدرت کی لہریں جاری ہوجاتی ہیں۔ سر پر ایک ویسی ہی سیدھی ترکی ٹوپی ہوتی
ہے جو آسٹریا میں بنتی ہے۔ قاید یعنی سپہ سالار کا امتیازی نشان جو یہاں رائج ہے
قرآن حمید کا سنہری بکس و زر غلاف ہوتا ہے۔ یا کوئی اور نشان جو وہ حسب پسند خود
بطور زینت اختیار کر لے۔ جو افسر یوروپین قواعد سکھاتے ہیں انہوں نے اپنے واسطے
ایک نہایت شاندار لباس تجویز کر لیا ہے ان افسروں کو وہاں حراب کہتے ہیں لیکن فرانسیسی
افسر الجیریا کی وردی استعمال کرتے ہیں۔ دیسی افسر عرض لشکر وغیرہ کے مواقع پر نہایت زرق
برق لباس پہنتے ہیں مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں انکی کچھ وقعت
نہیں ہے ہر عہدہ دار کو بلا قدر حیثیت جب سرکاری کام پر ہو خوراک اور اسکے مطابق ملتی ہے یا اسکا

معاوضہ ملتا ہے مثلاً ہر پیادہ سپاہی کو روزانہ تقریباً دو آنہ۔ سوار کو تقریباً تین آنہ۔ اور کمانڈنگ افسر تقریباً بارہ آنہ۔ اکثر اسلحہ وغیرہ تصفیہ حساب کیلئے فروخت کئے جاتے ہیں۔ اس ملک میں ہتھیاروں کی عجیب حالت ہے کسی کے پاس تو وہی پرانا دقیانوسی نمونہ ہے کسی کے پاس یورپ کے نئے نمونہ کی بندوق رائفل ہے۔ حال ہی میں گورنمنٹ مراکو نے بہت سے ہتھیار ممالک یورپ سے خرید کئے ہیں اور اکثر دیگر طاقتوں کیجانب سے تحفتہً بھی بہت سی مقدار مراکو میں پہنچی ہے۔ اس قسم کا تحفہ مراکو میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حرابہ فوج کے پاس بندوق مارٹینی ہنری ہے۔ اب فاس میں بھی ہتھیار بننے شروع ہو گئے ہیں دیسی تلواروں کے بجائے یورپ کے نمونہ کی تلواریں استعمال میں آئی جاتی ہیں۔ لیکن وہ چھوٹے خمدار خنجر اب تک بکثرت مستعمل ہیں البتہ انکے پھل اب جرمنی بنتے ہیں۔

توپخانہ توپخانہ کی حالت بالکل ردّی ہے۔ اگرچہ یوروپین افسر فوج کی توجہ اسطرف مبذول کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔ توپیں کبھی صاف نہیں کیجاتیں نیز سنا جاتا ہے کہ جو تیل توپوں کی صفائی کیلئے دیا جاتا ہے وہ سپاہیوں کی خوراک کا حصہ بنجاتا ہے۔ ان سپاہیوں میں ہر کام سیکھنے کا مادہ تو موجود ہے۔ مگر کچھ حالات ایسے ہیں کہ ترقی تقریباً مسدود ہے۔ ایک فرانسیسی افسر نے ایک فوج سیپرس اینڈ مائنرس کی قایم کی تھی مگر سوائے افسوس کے کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ مراکو سے بہت سے طالب علم جبل الطارق وغیرہ مقامات اور امریکہ میں فن اسلحہ سازی وغیرہ میں کمال حاصل کرنے کی غرض سے بھیجے گئے اور تعلیم کے زمانہ میں وہ نہایت ہی ذہین اور ذہین طلبا ثابت رہے لیکن مراکو میں واپس پہنچکر ان کی قابلیت اسی پرانے طریق میں ضائع ہو گئی۔

جنگی باجا فوج مراکو میں دیگر ممالک کا باجا بھی مہیا کیا گیا ہے اور استاد بھی جرمن ممالک کے ملازم رکھے گئے ہیں۔ گو ان استادوں نے چند قسم کے راگ باجا نوازوں کو سکھائے ہیں لیکن یورپ کے لوگ تو کچھ پسند نہیں کرتے۔ میں نے خود انکو سلطان عرش آشیانی کے محل کے پاس باجا بجاتے سنا ہے۔ وہ یہی گاتے تھے "ہم صبح تک گھر نہیں جائیں گے" ہر ایک فوج میں چند اور شہنائی دہل رکھے ہوئے ہیں۔ فوج کو قواعد زبان انگریزی یا فرانسیسی جو زبان قواعد آموز افسر کی ہو سکھائی جاتی ہے

مراکو کی افواج جن کے نام صوبون یا ان کے افسرون کے نام پر رکھے جاتے ہیں مختلف
تعداد کی ہوتی ہیں فوج میں یہ عہدے ہوتے ہیں مقدم (سارجنٹ)، رئیس (کپتان)۔
قائد المیا قائد الرحا (کرنیل) ان افسرون کا ایک نائب ہوتا ہے۔ تمام اشخاص از قسم
ذکور جو اس قابل ہون کہ ہتھیار اٹھا سکیں جنگی خدمت لازم ہوتی ہے۔ اہل مراکو کی
جرات اور جوش اس قسم کا ہے کہ ان کا فتح کرنا محال ہے۔ مگر آخر کار ان کی بد دیانتی
اور بوالہواسی کام بگاڑ دیتی ہے۔

باب (۱۱) یازدہم

موجودہ انتظام

جنگی مہمات مراکو میں امور ملکی کا انصرام باہر دورہ میں اس حد تک کیا جاتا ہے کہ محکمۂ دیوانی
کو جنگی سے امتیاز کرنا ناممکن ہے ایک نہ ایک صوبہ بوجہ محصول کی زیادتی یا عاملون
کی تعدی کے باعث باغی ہی رہتا ہے اور ان باغیون کی سرکوبی بتدریج کیجاتی ہے۔
کیونکہ مراکو میں اس امر کی احتیاط رکھی جاتی ہے کہ کسی جرنیل کی جنگی طاقت بہت زیادہ
نہ بڑھ جائے۔ اور ان تمام افواج کا سپہ سالار اعظم سلطان ہی سمجھا جاتا ہے۔ تقریباً ہر
سال موسم برسات کے بعد ہر علاقہ کے گورنر سے فوج و سامان جمع کر کے کوچ کر دیا
جاتا ہے۔ اصلی منزل مقصود سر غامض کیطرح کسی کو بھی بتائی نہیں جاتی۔ نہایت بڑے معا
رستہ اختیار کیا جاتا ہے اور اثنائے راہ میں بھی حسب ضرورت وقت بعض اضلاع
کی گوشمالی کیجاتی ہے۔ اس قسم کے حملے اکثر دفعہ تو محض تحصیل محصولات کی غرض سے
اختیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان حملون میں ملک کی ستیاناس ہو جاتی ہے۔ نہایت
بڑے بارستہ اختیار کیا جاتا ہے اور اثنائے راہ میں حسب ضرورت وقت بعض اضلاع کی
گوشمالی کیجاتی ہے۔ اس قسم کے حملے اکثر دفعہ تو محض تحصیل محصولات کی غرض سے اختیار
کئے جاتے ہیں لیکن ان حملون میں ملک کی ستیاناس ہو جاتی ہے جس جس علاقہ میں یہ
ٹڈی دل لشکر کا گذر ہوتا ہے۔ وہان تمام فصل روندی جاتی ہیں یا مویشی نگل جاتے ہیں
انبار غلہ لوٹ لئے جاتے ہیں۔ عورتون کی بیحرمتی کیجاتی ہے۔ بچون کو نہایت بیرحمی سے ستایا جاتا ہے

اور غریب رعایا کے مکانات کو جلا کر ان کو بے خانمان کیا جاتا ہے۔ مرد بیچارے تو تاب مقاومت نہیں رکھتے۔ پناہ کی جگہوں میں یعنے معبدوں یا خانقاہوں میں جا گھستے ہیں مظلوم عورتیں سلطان سے رحم کی درخواست کرتی ہیں لشکرگاہ میں توپخانہ اور چند چیزیں جائے پناہ تصور کیجاتی ہیں رعایا کیطرف سے چند آدمی بطور وفد لشکر میں توپوں پر ہاتھ رکھدیتے ہیں جس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ لوگ امان کے خواستگار ہیں بعد اذن شرایط صلح طے ہوتی ہیں۔ محصول معہ جرمانہ ادا کیا جاتا ہے و سلطان سابق گورنر کو علیحدہ کرکے نیا گورنر مقرر کردیتا ہے۔ ان اغراض کیواسطے جو لڑائیاں واقع ہوتی ہیں انکو جنگ کی لفظ سے تعبیر نہیں کرسکتے۔ شاہی رسالہ کا ایک دستہ آگے رہتا ہے اور فوج باغی کے قریب جاکر بندوقیں چلاتا اور پھر بندوقیں بھرنے اور دم لینے کے لئے واپس آجاتا ہے۔ در اصل مراکو میں کوئی رسالہ نہیں ہے۔ جب ممکن ہو بندوقیں چھوڑ کر تلوار اور خنجر کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو فوراً امان بخشی ہو جاتی ہے۔

اگرچہ رعایا کے پاس یورپ اور امریکہ کی ساخت کی نہایت اعلےٰ قسم کی رایفل موجود ہیں مگر ان کے پاس کوئی توپ نہیں ہے اور چونکہ سلطان کے ہمراہ توپخانہ ہوتا ہے اس واسطے شاہی طاقت ان اقوام کی طاقت سے ہمیشہ بہت بڑھی رہتی ہے توپخانہ کے افسر ہمیشہ اہل یورپ میں سے ہوتے ہیں کبھی کبھی باغی اقوام نے ڈاینامیٹ بھی قلاع اقلیمی کے محاصرے میں استعمال کی ہیں۔

تحصیل مالگذاری محصول کی در اصل کوئی شرح مقرر نہیں ہے جو کچھ ظالم محصلان کے نزدیک ٹھیک معلوم ہوا وصول کرلیا اور جو شرح مقرر ہے اسکے مطابق کبھی عملدرآمد نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ عبدالمومن کے عہد میں تشخیص کیگئی تھی مگر موجودہ طریق بالکل فضول ہے۔ مطالبہ اراضی کی پیداوار کے برابر ہی ہوتا ہے ہر ایک عامل اسقدر وصول کرتا ہے جسقدر اس سے ہو سکے اور ساتھ ہی اپنی محنت اور وقت کی قیمت بھی وصول کرتا ہے۔ تاکہ دوسری دفعہ بھی تحصیل مالگذاری کی اسی تحریص ہو کوئی شخص بھی فی الفور ادائیگی کرنی نہیں چاہتا۔ تمام لوگ یہی عذر کرتے ہیں کہ وہ غریب نادار ہیں بعض قید کو ترجیح دیتے ہیں اور اکثر لوگ سو اسطے ادائیگی میں پیشقدمی نہیں کرتے

کہ وہ کیون بُری مثال قایم کرین۔ ہر ایک شخص جو اپنے لئے کسی قسم کی پناہ نہین دیکھتا اپنی دولت زمین مین مدفون کر دیتا ہے یا کہین ادھر ادھر چھپا دیتا ہے۔ پس جب سرکاری عمال نازل ہوتے ہین تو اگرچہ مکان کو مسمار تو نہین کرتے مگر روپیہ کی تلاش مین تاخت وتاراج کر دیا جاتا ہے۔ جایداد مساجد۔ خانقاہ و دیگر مذہبی مقامات کی بابت کوئی محصول نہین لیا جاتا۔ نہ ہی غیر ممالک کے باشندے جو وہان پناہ گزین ہین کچھ ادا کرتے ہین۔ ایسے پناہ گزین اشخاص سے بذریعہ عہد و پیمان کچھ وصول کیا جاتا ہے۔ بعض اقوام سوار مہیا کرتی ہین مثلاً کئی گھر ملکر ایک سوار بہم پہنچاتے ہین بعض یون کرتی ہین کہ جو سرکاری گھوڑے ان کے علاقہ مین مر جائین وہ ان کے عوض مین گھوڑے دیتی ہین اور علاوہ اس کے سارے سرکاری عملہ اور مہمانون کو جو اسطرف سے ہو کر گذرین کھانا دیتی ہین جو افسر سلطان کے سایۂ عاطفت مین آنا چاہتے ہین۔ بالخصوص ایسے افسر جو پہلے کسی باعث سے زیر عتاب ہون وہ جب سلطان ان کے علاقہ مین سے گذرتا ہے بیش بہا تحایف لیکر جا پیش کرتے ہین۔ چند سال کا عرصہ ہوا ہے کہ قائد غندرتی نے ایک سو حبشی مرد۔ ایک سو حبشی عورت۔ ایک سو گھوڑا۔ ایک سو گائے اور ایکسو شتر اور دو اپنی لڑکیان نذر کیں تہیں۔ ٹامسن لکھتا ہے کہ ایک مفتوح قوم نے تیس عورتیں سلطان کی خدمت مین پیش کیں جن کے بال ایک دوسری کے بالون کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔ ساتھ ان کے چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے جنکے ہاتھون مین لوحین تھین اور ہر ایک عورت کے منھ مین ایک ایک چاقو تھا اور چند مرد بھی تھے جنکے سرون پر قرآن شریف[۱]

۱ تھے کا بیان ہے کہ ایک خوبصورت لڑکی کا گلا سلطان کے خیمہ کے قریب ۱۸۳۹ء مین کاٹا گیا تھا لیکن اسکی غلطی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ اس نے گھوڑون کی قربانی کے متعلق تحریر کیا ہے۔ مگر اس بارہ مین ہمارا ایک اور دوست بڑے وثوق سے کہتا ہے :-

کہ بالکل درستی پر ہے اقوام بربری آج تک گاہے گاہے انسانی قربانی کرتے ہین۔ چنانچہ چند سال کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کی پناہ مین آنے کے لئے اپنی لڑکی قربانی کی۔ کیونکہ وہ ایک یہودی کا مقروض جو اسکو گرفتار کرانا چاہتا تھا اور بھی ایسی کئی مثالیں ہین ہمارا خاص ملازم یقین دلاکر کہتا ہے کہ تین عورتیں ایک ہی دفعہ تیس سال ہوئے ذبح کی گئی تھیں ؛

رکھے ہوئے تھے۔ اس قسم کے نذرانے جو حسب خواہش خود دیئے جاتے ہیں بعض اوقات بڑے مالیت کے ہوتے ہیں۔ بموجب قاعدہ ہر ایک ضیافت میں قایدکا بذاتِ خود حاضر ہونا یا اپنا نائب معہ تحفہ تحایف بھیجنا ضروری ہوتا ہے۔

اگر کوئی گورنر کچھ عرصہ حاضری سے قاصر رہے تو اسکو طلب کیا جاتا ہے اور اگر وہ مطالبہ وزرا وغیرہ کو پورا پورا ادا کرے تو فبہا ورنہ اسکو قیدخانہ میں بھیجا جاتا ہے اور اسکا مکان دفینہ کی جستجو میں منہدم کیا جاتا ہے۔ یا چاء وغیرہ میں اسکو سنکھیا یا کوئی ایسی زہریلی شئے کھلائی پلائی جاتی جو آہستہ آہستہ اسکا کام تمام کرے۔ ہر ایک ضیافت کے موقعہ پر بعض کو اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ بس ان کی میعاد اس دن تک ہی تھی اس واسطے وہ اپنے وقت میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھتے[۵۲]۔

دولتمند اشخاص کے قابو کرنے کے واسطے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کیا جاتا ہے۔ یا کوئی الزام خواہ مخواہ ان پر تھوپا جاتا ہے اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ روپیہ حاصل کرنیکے لالچ سے انکو طرح طرح کے شکنجہ عذاب میں دیا جاتا ہے اس خوف کی ماری ہر ایک شخص کچھ دے دلا کر دربار کے کسی اعلےٰ عہدہ دار کی پناہ حاصل کرتا ہے یا کسی غیر ملک کے سوداگر کے سایہ پناہ میں آجاتا ہے۔ کیونکہ ان سوداگروں کے کارندار بذریعہ عہد و پیمان اس قسم کے ناواجب

[۵۱] ہرکوارث کہتا ہے کہ محمد ہفتدہم کے عہد میں رباطیون نے قایدکو قتل کرکے اسکے چار حصے کئے اور گوشت قصابوں کے حوالہ کیا کہ وہ شہر میں اسکو فروخت کریں۔ قیمت مقررہ کی گئی تھی اور خریدار کہتے تھے کہ گران ہے اس سے ارزان دو۔ سلطان نے انکی سرکوبی کے واسطے کوچ کیا مگر آپس میں صلح ہوگئی۔ بعد ازاں جب کبھی وہ قایدناپسند کرتے تھے تو سلطان کے حضور میں درخواست کرتے انکی درخواست منظور کیجاتی اور نیا گورنر مقرر کیا جاتا۔ ایسی درخواستیں شاذونادر ہی معرض قبول میں آتی ہیں اور اکثر اس قسم کے سایلوں کو سخت انتقام دینا پڑتا ہے۔

[۵۲] عمال بے حساب روپیہ ظلم و ستم کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اور وزرا کی نظر بھی انکی طرف ہوتی ہے جو کچھ وہ رعایا سے جبر سے حاصل کرتے ہیں انکی مقررہ تنخواہ تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتی جب سلطان مرحوم کو بیماری سے صحت ہوئی تو ایک سو چھبیس پونڈ وصول کئے گئے جن میں سے صرف تیس پونڈ شاہی خزانہ میں داخل ہوئے۔ ایسے چندے وصول کرنے میں رعایا کو انواع و اقسام کی ایذائیں دی جاتی ہیں۔

مطالبات سے محفوظ ہوتے ہیں۔

محصولات علاوہ متذکرہ بالا محصول کے اور کئی قسم کے محصول وصول کئے جاتے ہیں۔ یہودی لوگ مسلمانون کے ملک میں رہایش رکھنے کے عوض میں ایک قسم کا محصول ادا کرتے ہیں لیکن یہ لوگ جنگی خدمات سے مستثنیٰ ہیں واقعات مذکورہ بالا سے یہ امر صاف ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ مراکش کی مالی حالت کا اندازہ لگایا جائے کبھی ایک صوبہ دوسرے صوبہ اور دوسرے کا تیسرے میں مشتعل ہوتا ہی رہتا ہے۔

مقامی افسران مقامی افسران جن کے سپرد انتظام ملک ہے کچھ تعداد میں زیادہ نہیں ہیں شہر میں ایک قاید ہوتا ہے اور اسکے ماتحت ایک اسکا نائب۔ جب کوئی شخص قاید مقرر کیا جاتا ہے تو اسکو ایک مراسلہ عطا ہوتا ہے جو قصبات کی مساجد میں اور مفصلات میں لوگون کے مجمع میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ قاید کی کچہری صبح چھ بجے سے دس بجے تک اور دن کے تین سے چھ بجے تک کھلی رہتی ہے اور جمعہ کے نصف روز یعنی ۱۲ بجے سے تین بجے تک تعطیل ہوتی ہے۔ محصلان محصول کو اُمنا کہتے ہیں۔ ہر قصبہ میں ایک محتسب ہوتا ہے جو خوراک وغیرہ کی اجناس کی قیمت مقرر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اوزان و پیمانے جن کے ذریعے خرید و فروخت کا مال تولا اور ناپا جاتا ہے ٹھیک ہیں یا نہیں۔ مساجد ایک اہلکار کے اہتمام میں ہوتی ہیں۔ دیہات کا انتظام مشایخ کرتے ہیں۔ شہر کے ہر محلہ میں ایک مقدم ہوتا ہے۔ اگر کسی مقام میں سرقہ بالجبر یا کوئی نقصان وقوع میں آئے تو ہمسایہ لوگ جوابدہ خیال کئے جاتے ہیں۔ شب کے بعد چوکیدار ہوتے ہیں جو وہان عسس کے نام سے مشہور ہیں گذشتہ ہفتہ کا ذکر ہے کہ ایک دوکاندار نے صبح اپنی دوکان حسب معمول کھولی وہ نہایت حیران و پریشان ہوا۔ کہ اسکا سارا مال و اسباب لوٹا ہوا ہے۔ کوئی چیز بھی باقی دوکان میں نہیں چھوڑی گئی البتہ ایک چھڑی دوکان میں رکھی تھی مگر یہ چھڑی پہلے بھی کئی دفعہ دوکاندار نے دیکھی تھی اور اکثر لوگ پہچانتے تھے کہ یہ میر عسس کی چھڑی ہے۔ پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع کیگئی اس نے فوراً سپاہی بھیجکر ملزم کو گرفتار کیا۔ آخر ملزم نے جرم سے اقبال کیا اور قید کیا گیا۔ اس قسم کی واردات اکثر وقوع میں آتی رہتی ہیں گویا پولیس قابل اصلاح ہے۔

مراکو میں چند ملازمین ایسے بھی ہیں جن کی نسبت باطمینان کہا جاتا ہے کہ وہ قابل اعتبار ہیں یا اس قسم کے لوگ ہیں جنکا تجربہ بوجہ اپنے کاروبار کے بہت وسیع ہے اور جنکو بوجہ میل جول کے اہل یورپ سے کم تعصب باقی رہ گیا ہے۔ اکثر مراکو میں ایسے اشخاص منتخب کئے جاتے ہیں جو نیک مشہور ہوں لیکن ہر بندرگاہ پر چند آدمی بغرض انتظام محصول مقرر ہیں مکناس وغیرہ قصبات کے لوگ زیادہ متعصب ہوتے ہیں۔ محکمہ محصول کا انتظام چین کے انتظام کا تتبع معلوم ہوتا ہے اور اطمینان بخش ہے۔ اس محکمہ میں چند سال ہوئے ایک نہایت مہذب شخص طنجہ میں بطور کمشنر امور خارجیہ ام کرتا رہا اسکا نام حاجی محمد تھا اگرچہ اسکا اسقدر عہدہ جلیل تھا لیکن وہ ایک غریب تھا اور اسکا ایک بیٹا موچی کی دوکان کرتا تھا اور دوسرا بھی ایک معمولی دوکاندار تھا۔

اخلاقی حالت گورنران باستثنائے ان چند عہدہ داروں کے جنکا ذکر اوپر کیا گیا باقی کی حالت ناگفتہ بہ ہے عہدے اکثر موروثی ہوتے ہیں اور موروثی عہدہ دار محکمہ جنگی سے منتخب کئے جاتے ہیں یہ عہدہ دار بدہ درم و پابند حرص وہوا ہوتے ہیں نیز وہ اشخاص جو روپیہ مذہب کی آڑ میں کماتے ہیں سخت متعصب ہوتے ہیں ایسے ایسے عمال تمام ملک کے واسطے باعث بدنامی ہوتے ہیں عوام الناس اور ان عمال کی حالت میں فرق بین ہے۔ بہرکیف اس ملک کے لوگوں کے اخلاق کچھ ایسے گرے ہوئے ہیں کہ جب انکو موقع ملے تو اس سے ناجایز فایدہ اٹھانے میں کمی نہیں کرتے۔

خیمہ گاہ گورنران

دارالعدالت گورنر یا اسکا نایب اپنے مکان یا شہر کے دروازے کے قریب کچہری کرتے ہیں۔ اگر مقدمہ میں کامیابی مطلوب ہو تو حاکم کی خدمت میں خالی ہاتھ حاضر نہیں ہونا چاہئے۔ بالعموم تو قند۔ موم کی بتیاں اور چاد وغیرہ نذرانہ کی اشیا ہیں۔ لیکن ایک اہم معاملہ میں اپنے حق میں فیصلہ لینے کے واسطے عادل حاکم کو پوشیدہ نقدی کا نذرانہ پیش کرنا ضروری ہے۔

مراکو میں سمن جاری نہیں ہوتے ہیں مدعی گواہوں کے روبرو مدعا علیہ کو کہدیتا ہے کہ فلاں تاریخ فلاں عدالت میں حاضر ہو جاؤ۔ یا اسے محکمہ پولیس سے درخواست کرنی پڑتی

ہے کہ فریق مخالف کو حاضر کیا جائے اور حاضری کا انتظام بلا تکلف کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی ذی رتبہ شخص ہو تو ایسی کارروائی کرانے میں اندیشہ انتقام بھی ہوتا ہے بعض اوقات دولتمند شخص اپنے غریب دشمن سے انتقام لینے کی غرض سے حکام کے ساتھ سازش کر کے اسکو تکلیف پہنچاتا ہے لیکن بسا اوقات لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں اگر وہ غریب آدمی اس سے زیادہ رقم کا انتظام کر سکے۔ اگر فریقین کے بیان آپس میں متناقض ہوں تو قسم پر حصر کیا جاتا ہے قسم کا دستور عام مروج ہے بالعموم اہل مراکو کی قسموں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہاں جو قسم قرآن مجید پر اٹھائی جاتی ہے وہ قابل اعتبار ہے۔

قاضی ایک دینی حاکم ہوتا ہے اور تمام دیوانی مقدمات کی وہ سماعت اور بموجب شریعت فیصلہ کرتا ہے اس ملک میں دیوانی اور فوجداری مقدمہ میں کوئی خاص امتیاز نہیں ہے۔ شاید اسقدر تحریر کرنا کافی ہوگا کہ جو مقدمات خلاف عامہ کے امن وغیرہ سے متعلق ہوں ان کی سماعت قاید کرتا ہے۔ مثلاً لڑائی۔ فساد۔ چوری۔ نقب۔ سرقہ بالجبر وغیرہ۔ ان مقدمات میں دو قسم کی سزا دیجاتی ہے یعنی قید۔ یا مار پیٹ۔ قیدی کو جولان وغیرہ کبھی پہنائے جاتے ہیں اور کبھی نہیں پہنائے جاتے۔ قید کسی خاص میعاد کے لئے نہیں ہوتی۔ نہ حاکم سزا دہندہ اپنے حکم میں کوئی میعاد مقرر کرتا ہے۔ قاید یا اسکے نائب یا خلیفہ کے جملہ احکام زبانی ہوتے ہیں جو تحریر میں نہیں لائے جاتے اور جونہی احکام صادر ہوتے ہیں فی الفور ان کی تعمیل کیجاتی ہے۔ ایسے جرائم میں جنکی سزا موت ہو مثلاً قتل عمد۔ سرقہ بالجبر۔ لڑائی وغیرہ گواہان کے اظہارات قلمبند کر کے اور ان سے دستخط کرا کر سلطان کے حضور میں ابلاغ کئے جاتے ہیں۔ سلطان بعد ملاحظہ کاغذات واپس قاضی کے پاس بغرض تصفیہ بھیجدیتا ہے اور قاضی بعد از ان تعمیل احکام کے واسطے پاشا کے پاس روانہ کرتا ہے۔ خواہ ملزم کے سر یا کوئی دیگر عضو مثلاً ہاتھ کان وغیرہ کاٹنے کا حکم ہی کیوں نہ ہو۔

کارروائی ضابطہ قاضی کی عدالت میں وکلا وغیرہ بھی مقدمات کی پیروی کے واسطے مقرر کئے جاتے ہیں۔ دستاویزات معمولی افسران جو اس غرض کے واسطے مقرر ہوتے ہیں اور جنکے دستخط پہچانے ہوئے ہیں تحریر کرتے ہیں مگر جب دستاویزات کسی دوسرے مقام میں استعمال ہونی ہوں تو ضرور ہے کہ مقامی قاضی ان کی تصدیق کرے۔

ان عدالتوں میں[لہ] عدل و انصاف کی کافی امید ہو سکتی ہے بلحاظ مالیت مقدمہ قاضی ایک رقم وصول کرتا ہے اور علاوہ برین دستاویزات پر دستخط کرنے کی واسطے فیس ملتی ہے۔ قاضی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہر نکاح کی تصدیق کرے۔ قاضی کے جملہ فیصلجات ہمیشہ تحریری ہوتے ہیں۔ اس کے نائب افسر جنکو وہاں آعوان کہتے ہیں اس امر کے مجاز ہیں کہ جب کسی کو ان کا افسر مجرم قرار دے اسکو گرفتار کر کے قیدخانہ میں لے جائیں ان افسران کی کوئی خاص پوشش مخزنیہ (پولیس) کی طرح نہیں ہوتی۔ بالعموم اگر قاضی کسی شخص کو قید خانہ میں روانہ کرے تو اسکی یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ تین روز قیدخانہ میں رہیگا۔ اور اگر اس سے زیادہ عرصہ تک قید رکھنا مقصود ہو تو بعد میں ایک حکم نافذ کیا جاتا ہے جس میں میعاد قید مقرر کیجاتی ہے۔ مگر قیدی کو جولان پہنانا قاضی کے اختیار میں نہیں ہے۔ عام طور پر کوئی معتبر اہلکار یا کوئی رعایا میں سے بارسوخ آدمی جس غریب شخص کو چاہے قید خانہ میں مقید کر سکتا ہے گویا ایسے بے بس آدمی کی قید کے واسطے کسی دیگر مجاز حاکم کا حکم ضروری نہیں ہے۔

عدالت قاضی

تین روز کے بعد قیدی کو اختیار ہے کہ ایک وکیل بغرض دادخواہی بعدالت قاضی بھیجے اگر قاضی اس کے مقدمہ میں انصاف نہ کرے تو سلطان کے پاس وہ مرافعہ کر سکتا ہے قیدی کو اختیار ہے کہ کسی شخص کو عدالت میں مقرر کر کے بھیجدے۔ عدالت پہلے اور دوسرے وکیل کو اس وجہ پر نامنظور کر سکتی ہے کہ وہ مجاز نہیں ہے مگر تیسرا وکیل منظور کرنا پڑتا ہے۔ عدالت اسوقت تک اس بارہ میں اعتراض کر سکتی ہے جب تک مقدمہ میں کارروائی شروع نہ ہو جائے۔ الا جب ایک دفعہ کارروائی شروع ہو جائے تو وہ وکیل کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ قاضی کی عدالت صبح نو بجے سو گیارہ تک اور بعدازاں تین سے چھ بجے تک کھلی رہتی ہے۔ جب تک کوئی کافی وجہ نہ ہو قاضی کو مقدمات بذات خود فیصلہ کرنے ہوتے ہیں ہاں جب وہ بیمار ہو یا موجود نہ ہو تو اسکا خلیفہ مقدمات کی سماعت کرتا ہے۔ اگرچہ برائے نام یہ دستور ہے کہ ہر ایک شخص سلطان کے حضور میں جملہ حکام ماتحت کے

لہ منقول ہے کہ ۱۸۵۵ء قاضی مراکش کی نسبت غلط فیصلہ صادر کرنے کا الزام دیا گیا چنانچہ سلطان نے ایک فاضل شریف اور چند وکلا اسکی عدالت میں بھیجدیئے جنکے مشورہ سے قاضی فیصلہ صادر کرتا تھا۔ ایک فیصلہ میں شریف نے قاضی کی غلطی ظاہر کی جس پر سلطان نے شریف کے ساتھ اتفاق کیا اور قاضی کو موقوف کر دیا۔

فیصلجات کے برخلاف مرافعہ کر سکتا ہے۔ مگر در حقیقت اس سے کوئی فایدہ مترتب نہیں ہو اول تو ایک غریب آدمی کے واسطے سلطان کے پاس پہونچنا ہی سخت مشکل ہے اور اگر وہ جمعہ کے روز جب سلطان مسجد میں بغرض نماز جاتا ہے جیسی ہو بھی جائے تو گو سلطان ٹھیر جاتا ہے اور اپنی زبان مبارک سے اس معاملہ میں انصاف کی امید دلاتا ہے لیکن عاقبت الامر کوئی بہتر نتیجہ نہیں نکلتا اور سایل کی ساری کوشش رایگان جاتی ہے۔

تجویز مقدمات — قاضیوں کی عدالتوں میں عجیب قسم کا نظارہ دکھائی دیتا ہے ایک شخص تکیہ لگائے ہوئے ٹاٹ پر طمطراق سے بیٹھا ہوا ہے اور اسکے گرد جوشیلے مقدمیان جمع ہیں۔ غوغا پڑا ہوا ہے۔ کوئی ایک دوسرے کی سنتا نہیں۔ ہر ایک جو دل میں آتا ہے کہے جاتا ہے۔ قسمیں اٹھائی جارہی ہیں۔ گالی گلوچ ہو رہی ہے۔ یہان تک کہ جب حاکم بول رہا ہو تو اسوقت بھی لوگ خاموشی اختیار نہیں کرتے۔ کوئی ضابطہ یا قاعدہ مقررہ نہیں ہے۔ اکثر مجرمان کو شلاق کیا جاتا ہے یا برہنہ پشت پر تازیانہ لگائے جاتے ہیں یا پاؤن کے تلوؤن پر۔ بعض اوقات عورتون کو بھی سزائے تازیانہ دیجاتی ہے۔ شلاق یا تازیانہ کی سزا مدفون خزانہ کا پتہ لینے کے واسطے یا بغرض حصول روپیہ دی جاتی ہے۔

قیدخانہ میں جنکی حالت ناگفتہ بہ ہے کسی کے تختہ میں کسی کی کلائی میں کسی کی گردن میں ایک بھاری طوق پڑا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ قیدی سفر میں ہون تو ایک بڑی بھاری لمبی زنجیر سب کی گردنون میں ڈالی جاتی ہے اور جب کوئی قیدی رستہ میں سخت بیمار ہو جائے یا مر جائے تو اسکا سر کاٹ دیا جاتا ہے اور باقی حصہ وجود اسی زنجیر میں لگا رہتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچکر یہ دکھانا ہوتا ہے کہ یہ قیدی بھاگا نہیں ہے۔ قیدیون یا باغیون کے سر جنکو اس طرح کاٹے جاتے ہیں ان کو یہودی[1] لٹکاتے ہیں اور اگر جہان سرون کو بھیجنا ہے وہ مقام زیادہ فاصلہ پر ہو تو بحفاظت رکھے جاتے ہیں جیسا کہ ابتدائی زمانہ میں انگلستان میں کیا جاتا تھا۔ قصبات میں عورتون کے واسطے علیحدہ قیدخانہ ہے۔

---

[1] یہودی موچیون کا یہ بھی کام ہوتا ہے کہ ایسے سرون کو شہرون کے دروازون پر لٹکا دیں۔

اور کئی قسم کی دردناک سزائیں دیجاتی ہیں۔ مثلاً فاقہ دینا۔ ہاتھ یا کان کاٹ دینا
آنکھ نکال دینا۔ مجرم کو گدھے پر سوار کرکے شلاق کرتے ہوئے قصبے کے گرد اگرد پھرانا
ایسے سوار کا منہ گدھے کی دم کیطرف کیا جاتا ہے یا ہاتھوں میں نمک دیا جاتا ہے اور
ہاتھ بند کرکے چرم خام سے باندھ دیا جاتا ہے اور اسی حالت میں رہنے دیا جاتا ہے جبتک
ناخن بڑھکر تلی میں نہ گھس جائیں۔ اور بھی کئی قسم کے عذاب پہلے دیئے جاتے تھے۔ لیکن
اب متروک ہیں۔ مگر اثنائے ہم میں بڑی بڑی سختیاں سرزد ہوتی ہیں اور کئی جانیں
یونہی تلف کیجاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی اب سزائے قتل سے اجتناب کیا جاتا ہے بلکہ مولائے
الحسن موت کے فتوے پر دستخط کرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ مگر تاہنوز حق بالحق یا الشرع
قصاص کے مسئلہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی زانی یا زانیہ پکڑی جائے تو فریقین کے
واسطے سزائے قتل ہوتی ہے۔ گر خون بہا بھی کبھی کبھی منظور کیا جاتا ہے۔ قصاص کا
دستور مسئلہ طور پر مروج ہے۔ کیونکہ مراکو میں جان کی پروا کم کیجاتی ہے۔

(۱۲)
باب دوازدہم
اہل یورپ کا مراکش میں ملازمت کرنا

دیگر ممالک مشرقی کیطرح مراکو ایسے لوگوں کا مرجع مضر رہا ہے جو طالب نام و شہرت
اور جانبازی کو کھیل خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حالات جو ان کو مراکو میں پیش
آئے کافی دلچسپ ہیں کہ کوئی شاعر یا فسانہ نویس ان پر دماغ سوزی اور قلم فرسائی
کرے۔ تاہم اس موقعہ پر ہم ایک سرسری طور پر ذکر کرینگے۔

---

۵۸ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عدالت مراکو سے حکم نافذ ہوا کہ تیرہ مجرموں کو دو دو ہزار کوڑے لگائے جب
بارہ سو تک نوبت پہونچی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر ایک ڈاکٹر نے ان کے ہاتھوں میں
زخم کرکے نمک وغیرہ بھر دیا۔ اور اوپر بھیڑ کے کچے چمڑے سے درخت کر دیا۔ جب یہ چمڑا
خشک ہو جاتا ہے تو سکڑ جاتا ہے اور بعد ازاں جب ہاتھ کھولا جاتا ہے تو بالکل نکما ایک
گیند کی صورت کا بن جاتا ہے۔ یہ سزا باغیوں یا فراریوں کو دیجاتی
ہے۔

زمانہ سلف میں ممالک مشرقی و مغربی میں کچھ ایسا امتیاز نہ تھا اور یورپ کے سپاہی مراکو کے جھنڈے کے نیچے خدمات کرتے رہے ہیں۔ پوپ (اسقف اعظم) چہارم نے ۱۲۴۶ء میں امیر مراکو کو عیسائی سپاہیوں کی سفارش کی تھی اور بعد ازان ۱۲۵۱ء میں پوپ مذکور نے عمر اول المرتضیٰ کو ایک سفارشی خط تحریر کیا تھا جس میں ایک قسم کی تہدید بھی تھی۔ گو کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ عیسائی پوپ کی مرضی سے مسلمانان مراکو کی ملازمت کرتے رہے۔ نکالس چہارم نے ۱۲۹۰ء میں ان سپاہیوں کو جو مراکو کی خدمت میں تھے تحریر کیا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان عیسائیوں کی مانند زندگی بسر کرنا۔

اس امر کی تصدیق تحریری شہادت سے بھی ہوتی ہے کہ اس وقت کے عیسائی بادشاہوں کو اس بارہ میں کوئی بھی اعتراض نہیں تھا کہ ان کی رعایا اہل مراکو یا دیگر شاہان غیر مذہب کی ملازمت کریں۔ چنانچہ جان اول نے مشرقی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے فاس میں اپنی فوج روانہ کی تھی۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ غیر ممالک کے سپاہی بھرتی کرنے کی یہ وجہ ہوئی کہ اصلی باشندگان دشمن کے مقابلہ میں تاب مقاومت نہیں لا سکتے تھے۔ عبدالوحید کے قول کے مطابق مراکو کی فوج میں مختلف مذاہب اقوام بھرتی تھیں۔ مثلاً عرب۔ ترک۔ اہل ہسپانیہ و یونان وغیرہ مستری لکھتا ہے کہ مراکو کی فوج کا بہت سا حصہ عیسائی اقوام میں سے بھرتی کیا جاتا تھا۔

جب ۱۲۱۴ء میں اول ہی اول عیسائی پادری اس ملک میں وارد ہوئے تو اس وقت ایک عیسائی شخص مسمی پیدرو فوج مراکو کا جنرل تھا۔ ۱۲۳۲ء میں جیب نے جو ادریس سوئم المامون کی ملکہ تھی عیسائی فوج کی حمایت سے اپنے بیٹے رشید کو مراکش کے تخت پر بٹھایا تھا۔ فرنینو سوئم نے کاسٹیہ کی عیسائی سپاہی اس شرط پر المامون کو دیئے تھے کہ دس قلاع جو کاسٹیہ کی سرحد پر واقع ہیں وہ اسکے حوالہ کر دیئے جائیں۔ مراکش میں ایک گرجا تعمیر کیا جائے جس میں وہ عیسائی آزادی کے ساتھ عبادت کر سکیں اور بوقت عبادت گھنٹہ بجانے کی انکو اجازت دی جائے۔ نیز ان لوگوں کو مسلمان ہونے کی اجازت نہ دی جائے علیٰ ہذا القیاس مسلمان بادشاہ عیسائی بادشاہوں کے ساتھ رابطہ اتحاد رکھتے تھے اور عیسائی شاہان سے کئی ایک بار کمک جنگ میں لی گئی ہے۔

بعد ازان امتداد زمانہ سے جب اہل ہسپانیہ نے مسلمانوں کی اطاعت کا جوا گردن

سے آثار پھینکا تو رابطہ اتحاد جو دو مخالف مذہب کے لوگوں میں تھا وہ قطع ہوگیا اور رفتہ
رفتہ سخت نفرت اسکی جاگیر ہوگئی۔ پیرون کا بیان ہے کہ ۱۶۳۷ء میں دو ہزار
عیسائی جو مسلمان ہوگئے تھے مراکو میں ملازمت کرتے تھے اور ایک وقت تھا کہ
مراکو کے جھنڈے کے نیچے دو ہزار جنگی سپاہی اور پانچ ہزار سوار خدمتگزار تھے
اور یہ تمام لوگ ایسے تھے جنہوں نے عیسائی مذہب ترک کرکے دین اسلام اختیار
کرلیا تھا۔

۱۶۶۲ء میں کپتان جون سمتھ بطور والنیٹر مراکو میں موجود تھا مگر وہ بعد میں وہان
کی مکاری و دغابازی دیکھکر متنفر ہوکر انگلستان چلا گیا۔

۱۶۳۷ء میں چارلس اول نے شاہ مراکو کو کمک دی تھی۔ گفرد مراکو میں ملازم
ہوا جسکو بارہ روپیہ تنخواہ یومیہ کے علاوہ رسد بھی ملتی تھی اور اسکو ایک تلوار اور ایک
چوغہ جو امیر مراکو کو ملکہ الیزابتھ نے بطور تحفہ دیا تھا عنایت ہوا تھا اور بھی اکثر افسر
مراکو میں معقول تنخواہ پر ملازمت کرتے رہے اور ہر قسم کے کاریگر سلطان مراکو نے یورپ
سے بلاکر اپنے ملک میں رکھے اور بڑی دریا دلی سے انکو مواجب عطا کئے۔ اس سے
صاف ظاہر ہے کہ اہالی یورپ کے واسطے زمانہ سلف میں مراکو بھی ایک کان زر کا
حکم رکھتا تھا۔

سعدی محمد ہفتم کے عہد میں بھی بڑے بڑے کاریگر ممالک یورپ سے طلب کئے گئے
تھے اور کئی ہزار عیسائی مسلمان ہوگئے تھے اور فرانسیسی قاید کے مشورہ سے عدالت
مراکو میں کچھ ترمیم و تنسیخ کی گئی تھی۔ عہد سلطان ممدوح میں ایک شخص عمر نام جو
دراصل سکاٹ کا باشندہ (سکاٹلینڈ) تھا۔ مراکو کی فوج میں ایک جہاز کا افسر تھا۔

تواریخ مراکو میں ڈیوک آف ریپرڈا ایک مشہور شخص گذرا ہے۔ ڈیوک مذکور
ہالینڈ کا متوطن ایک شریف خاندان سے تھا اور ہسپانیہ میں دلنہ یزون کی طرف سے
سفیر تھا۔ لیکن اس نے ہسپانیہ میں ہی سکونت اختیار کرلی اور وہاں کم ہی روسا
میں مختار ہونے لگا۔ آخر الامر بعلت دغابازی قید کیا گیا۔ لیکن جیلخانہ سے فرار
ہوکر انگلستان چلا گیا اور وہاں سے مراکو میں جا پہنچا۔ وہاں ملازمت اختیار
کرلی اور رفتہ رفتہ عبداللہ ہجم کا وزیر اور سپہ سالار ہوا۔ اس نے کئی مذہب تبدیل کئے

آخر میں مسلمان ہوگیا تھا بعد میں پھر عیسائی ہوگیا۔ ایسا فطرتی اور مکار شخص دنیا میں کم ہی نظر آیا ہوگا۔

ایک لنیڈ نز وزیر اعظم

یہ ولندیز شخص ایک عجیب قسم کا آدمی تھا۔ مراکو کی دولت اور جاہ و جلال کا حال سُنکر اس طرف روانہ ہوا اسمراکو کا رُخ کرنے میں اس کی دو غرض تھیں ایک تو یہ کہ وہاں سے بڑی دولت ہاتھ آئے گی اور دوسری یہ کہ وہ اہل ہسپانیہ سے خوب انتقام لے سکیگا۔ اگرچہ دولت کی اسے ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ صاحب جائداد تھا اور روپیہ وہ ہر جگہ کما سکتا تھا خاصکر یہودی لوگوں سے وہ زرکثیر حاصل کر سکتا تھا مشہور عبدالقادر۔ فریر کی سفارش سے دربار مراکو میں اسکی رسائی ہوئی اور عاقبت الامر اسکا رسوخ بڑی ترقی کر گیا۔ اس میں یہ ایک خداداد طاقت تھی کہ لوگوں کو فوراً دوست بنا لیتا تھا۔ چنانچہ بیس آدمی اسکے ایسے صادق دوست بن گئے تھے کہ اسکے لئے جان دینے کو تیار تھے۔ یہ بیس آدمی۔ انگریز۔ ولندیز اور فرانسیسی تھے اس مکار ولندیز نے آخر کار سلطان کو تخت سے اوتار دیا۔

اگرچہ ریپر وا بعارضہ وجع المفاصل سخت لاچار تھا مگر اس نے کیوبٹ و عمرزن پر خوب جلکشی کی جو شخص تعمیل احکام میں تامل کرتا وہ اسے موت کی سزا دیتا۔

اور اگر کوئی لشکری اہل وطن سے بد سلوکی کرتا تو پھانسی پر چڑھا دیا جاتا۔ ریپروا تمام مقامات کا دورہ کرتا تھا۔ اسکو اٹھا کر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا دیتے تھے اور ادہر اُدہر لئے پھرتے تھے۔ نیز اس نے یہودیوں کے ساتھ ملکر بیوپار میں بہت سا روپیہ کمایا لیکن اپنا تمام روپیہ یا انگلستان بھیجدیتا تھا یا ہالینڈ میں۔ اپنے پاس نہیں رکھتا تھا۔

آخر کار رعایا نے تنگ آکر ہردو سلطان عبداللہ اور وزیر سے حکومت چھین لی۔ بعد میں وزیر نے کچھ مقابلہ نئے سلطان کی فوج سے کیا مگر صلح کرنی پڑی۔ ریپروا ابن الوقت تو تھا ہی جب تمام جیل سے ہاتھ دھو بیٹھا تو پھر ایک نیا مذہب جس میں یہودی مسلمان۔ عیسائی شامل کرنے چاہتا تھا قائم کیا۔ الغرض ۱۷۳۷ء میں سخت بیمار ہوگیا مرض الموت میں اس نے کناس سے ایک پادری بلوایا اور اسکے ہاتھ پر توبہ کی۔ گویا مرتے

وقت وہ عیسائی تھا۔

اس اخیری صدی میں بھی اگرچہ اہل یورپ مراکو میں ملازمت کرتے رہے ہیں۔ مگر ایسے لوگون کی تعداد جنہون نے عیسائی مذہب ترک کرکے دین اسلام اختیار کیا ہو کم ہوتی گئی ہے اور اب تو بہت ہی کم تعداد ایسے اشخاص کی ہے جنہیں مراکو میں اہل یورپ بڑے بڑے جلیل القدر عہدون پر ممتاز رہے ہیں۔ تھوڑی عرصہ کا ذکر ہے کہ قواعد آموز سکاٹلینڈ کے رہنے والا تھا اور ایک جبل الطارق کا باشندہ انجنیر تھا اور عہدہ اسکا قایدی تھا۔ اور دیر تک ایک جرمن یہان انجنیر رہا ہے۔ علاوہ ازین جہازون پر بھی غیر ممالک کے باشندی ملاحی کا کام کرتے رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ مراکو کی وہ اقبالمندی دن گذر گئے ہیں۔ اب اگر کوئی امر قابل ذکر ہو سکتا ہے تو یہ ہے کہ ملازمین کی تنخواہیں بقایہ میں پڑی ہیں اور خفیف قسم کی مداخلت ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔

باب (۱۳) سیزدہم

قورسانان[ل] اصلیہ

وہ کون شخص ہے جس کے کان قورسانان اصلیہ کے نام سے آشنا نہیں تاہم ایسے اشخاص کم ہیں جو اس امر سے واقف ہون کہ ان کی اصلیت کیا تھی۔ گو اس گروہ کے متعلق عجیب عجیب قصہ بیان کئے جاتے ہیں اور ان کے نام فخر سے لئے جاتے ہیں۔ مگر در اصل ایک گروہ قزاقان تھا۔

تین صدی گذشتہ تک اور اثنائی آخری صدی میں بھی قورسانان کا گروہ سوداگرون کے واسطے نہایت خوفناک رہا ہے۔ سترھوین اٹھارھوین صدی میں یورپ کے ہر مقام و شہر سے یہ آمدہ لوگون کو قید کرکے لیجاتا تھا اور بربر میں لے جاکر طوق غلامی انکو پہنا دیتے تھے جو لوگ اس گروہ کے پنجہ سے بچکر واپس آتے تھے وہ گرفتار شدگان کی داستان عجیب درد انگیز طور پر بیان کرتے تھے۔

ل انگریزی لفظ کا اسپر بمعنی بحری قزاق عربی لفظ قورسان انسے مشتق ہے جسکے معنی تاخت کنندہ جہازگی ہیں مراکو میں ایسے جہاز کو غازی بھی کہتے ہیں۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ چونکہ مسلمان ہسپانیہ سے اخراج کئے گئے تھے۔
اس واسطے انہون نے انتقام کی غرض سے قورسانی اختیار کی۔ لاکن یہ خیال پایۂ ثبوت
کو نہیں پہونچتا کیونکہ انہون نے ہسپانیہ سے مخروج ہونے سے بیشتر سمندر رکھنگان ٹولے
تھے۔ طرفہ بات اس مقام پر ذکر کرنے کے قابل یہ ہے کہ اس زمانہ میں "قورسانی"
اور بحری جنگ میں نہ ہی مسلمانون میں اور نہ ہی اہالی یورپ کے نزدیک کوئی ایسا امتیاز
تھا۔ اس وقت قورسانی (بحری قزاقی) ایک ہنر خیال کیا جاتا تھا۔ بحیرۂ قلزم کے
ہر بندر میں بحری قزاقون کے جہاز موجود رہتے تھے۔ اور یہ لوگ اپنی اغراض کی بندی
تھے۔ اگر ان کو فایدہ نظر آتا تو اپنے طور پر قورسانی کرتے تھے یا کسی سلطنت کیطرف سے۔
تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کبھی تو ان کی بہادری کی تعریف ہو رہی ہے اور کبھی وہ
بندرگاہ میں بعلت قزاقی پھانسیون پر چڑھائے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ غرض جو کچھ
بھی مسلمانون کے برخلاف بحری قزاقی کے متعلق کہا جا سکتا ہے وہی اسوقت
کی ہر طاقت یورپ کے برخلاف بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس امر میں شائبہ شبہ بھی نہیں ہے
کہ مسلمانون نے یہ بحری قزاقی فی الحقیقت اہل یورپ سے سیکھی گو بعد میں اس پیشہ
کو مقدم الذکر نے اس کمال تک پہونچایا کہ آخر الذکر سے نہ صرف ہتھیار رہی بلکہ
جہازون پر جہاز چھین لیے۔

بعض قیدی اس قسم کے جہاز میں افسر مقرر کئے جاتے تھے اگرچہ ایسا تقرر قیدیون
کے خلاف مرضی ہوتا تھا۔ چنانچہ جوہن ڈنٹن کے ساتھ یہی ہوا۔ جو سنہ ۱۸۳۷ء میں
انگریزی بیڑے میں جو جاصلیہ پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوا تھا شامل تھا۔

بقول کپتان جوہن سمتھ بحری قزاقی مسلمانون نے انگریزی قزاقون سے سیکھی
ہے وہ کہتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے جہاز بہت سا مال غنیمت روز بروز لاتے تھے۔
اور چونکہ انگلستان کے تمام باشندے ان سے نفرت کرنے لگے تو جیمس اوّل کے
عہد میں یہ قزاق لوگ بربر میں جا بسے اور وہان کے بڑے بڑے بندرون میں
پیشہ قزاقی کو چلاتے رہے۔

سولھویں صدی میں جب مسلمان علم جہازرانی بہت کم جانتے تھے تو دو شخصون نے
یہان یہ کام شروع کیا ان میں سے ایک کا نام وارڈ تھا جو باشندہ انگلستان تھا۔

دوسرے کا نام ڈنس کرتھا جو دراصل ولندیز تھا یہ دو شخص اور ایک دو اور شخص فن جہاز
رانی کی تعلیم دیتے رہے حتیٰ کہ مسلمان ایسے زبردست اور طاقتور ہو گئے کہ سب کو انہوں نے
اس میں نیچا دکھا دیا اور انہوں نے دور دور تک حتیٰ انگلستان کر تنگ کیرون تک پے درپے
حملے کئے۔

مصنف کے قول پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ تو نہیں ہے مگر کم از کم اتنا ضرور ظاہر
ہوتا ہے کہ آپ کو علم تواریخ سے مس نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کو فن جہاز رانی سیکھنے کا
موقع اس سے پہلے حاصل ہو چکا تھا اور بحیرۂ قلزم کے ملاحوں سے وہ اس فن میں کافی
دسترس حاصل کر چکے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں مسلمانان افریقہ اہل یورپ سے بہت خوف زدہ تھا۔
کیونکہ عہد نامہ پیسا میں جو ۱۱۶۸ء میں ہوا۔ ایک یہ شرط قرار پائی تھی کہ اگر کوئی پیسا
کا باشندہ مسلمانوں کے جہاز پر حملہ کریگا تو ایسے مجرم کو اہل پیسا ہی سزا دینگے
اسی قسم کے صلحنامے اہل جنوا و اہل مجارہ کا سے ہوئے تھے۔ اس امر میں شک کرنے کی
گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانان افریقہ نے بحری قزاقی کیصورت میں بہت کچھ کر دکھایا ہے
لیکن سترھوین صدی میں جب ان کی حکومت ہسپانیہ میں بڑی عروج پر تھی۔ دیگر ممالک
کے واسطے وہ نہایت خوفناک ہو گئے تھے۔ اور جہازی دنیا ان سے سخت ترسان و
ہراسان نظر آتی تھی۔ اصل میں ابنائے جبل طارق سے گذرنے کے لئے کثیر التعداد
جہازوں کی ضرورت تھی اور بعد میں جب ایسے جہازوں کی ضرورت نہ رہی تو پھر یہ
اس کام آتے تھے کہ جو جہاز آبنائے میں ہوا موافق نہ چلنے کیوجہ سے رہ جاتے تھے تو ان کی
رہنمائی کریں کیونکہ یہ لوگ رستہ سے اچھی طرح واقف تھے۔ آخر کار یوں ہونے لگا کہ ایسے
فارغ جہاز دور دور تک نکل جاتے تھے اور دوسری اقوام کے سوداگروں کے جہاز
گرفتار کر لاتے تھے۔

علاوہ ازین اس امر کا تحریری ثبوت موجود ہے کہ ہر وقت کے مسلمانان افریقہ اپنے
ہم مذہب بھائیوں یعنے مسلمانان ہسپانیہ کو بھی لوٹ لیتے تھے مگر اس قزاقی سے اگر
کسی کو زیادہ نقصان پہونچا تو وہ اہل یورپ ہی تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک تو بالعموم
اہل یورپ مسلح ہوتے اور دوسرے یہ کہ تجارت ان ہی لوگوں کی زیادہ ترقی پر تھی ان لوگوں

بڑے بڑے جہاز ہوتے تھے جنکو انگریزی میں گیلے کہتے ہیں۔ سولہوین صدی میں ترکون کے
بربر میں جاگزین ہونے کی وجہ سے یہ بحری قزاقی کچھ موقوف ہوگئی تھی مگر ترکون کو صرف
اتنی ہی فرصت دی گئی کہ وہ صرف مراکو کی دیوارون ہی کو ہاتھ لگا سکے سنہ ۱۳۹۰ء میں اہلِ
جنوا نے اہلِ فرانس کے پاس اس بحری قزاقی کی فریاد کی تہی مگر اس قزاقی کا زور
بعد میں سترھوین صدی میں ہوا۔ اس کا باعث یہ بھی تو تھا ہی کہ ہمسایہ قومون کی
رقابت محرک تھی اور بحر الکاہل کے تمام بندر مسلمانون کے قبضہ میں آگئے تھے مگر مزید
بران یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے بادشاہ فلپ سوم نے نو لاکھ[۱] مسلمانون کو سنہ ۱۶۱۰ء میں
ملک سے بدر کر دیا تھا۔ منجملہ انکے جو لوگ آنسلیہ میں فرار ہوکر پہونچے وہی وہان کے مالک بن بیٹھے
اور اہلِ ہسپانیہ کے جہازون کی بالخصوص لوٹ مار کرنے لگے۔

مسلمانون کی بحری طاقت کے متعلق اکثر مورخون نے وقتاً فوقتاً تحریر کیا ہے
مگر ان کی اصلی طاقت کا درست تخمینہ معلوم نہیں ہوسکتا مصنف روضۃ القرطاس
سنہ ۱۳۲۶ء میں لکھتا ہے کہ عبدالمومن کے چارسو جہاز مختلف بندرگاہون میں تیار پڑے
ہوئے تھے۔

یہ جہاز گیلی قسم کے ہون گے جن کو بلیون سے چلاتے ہیں اسکا طول بیس گز سے
ساٹھ گز تک ہوتا ہے اور عرض تین سے سات گز تک۔ بربر وغیرہ میں چھوٹے چھوٹے
جہاز تھے جن کا ایک مستول تھا۔

پرندہ (جہاز کی ایک قسم)

اس قسم کے جہاز میں وہ قلعہ نما راس الجہاز نہیں ہوتا اور برج بھی شاذ و نادر ہی
ہوتے ہیں اس قسم کے ہر ایک جہاز پر دو عیسائی غلام ہوتے تھے جو اسکو چلاتے تھے۔
اور عام سوداگرون کے جہازون کے واسطے سخت خوفناک ہوتا تھا کیونکہ سوداگری کے
جہاز کی ساری کائنات یہ ہوتی تہی کہ چند ملاح جو اسکو چلانے کے لئے کافی ہون اور
باقی سامان و سامان لدا ہوا ہوتا تھا۔ نیز سوداگرون کے جہاز ہمیشہ محتاج بادشرطہ

[۱] ہنری سوم شاہ فرانس نے ڈیڑھ لاکھ مسلمانون کو عیسائی ہونے کی شرط پر اپنے ملک میں سکونت
کی اجازت دی جنہون نے اس شرط کو نامنظور کیا وہ آنسلیہ قسطنطنیہ وغیرہ میں جا بسے۔

ہوتے تھے اور جہاز از قسم گیلی آجکل کے جہازون کی مانند ایسی ہوا کی ضرورت نہ رکھتے تھے۔
علاوہ ازین جہاز گیلی کے سنگی سپاہی نیزون اور تیرون سے اچھی طرح مسلح ہوتے تھے۔
قبل ازین سسلی اور لیوانٹ کے مسلمانون کے قبضہ میں بھاری بھاری بیڑے تھے۔
اور ان کا ڈنکا بحری دنیا میں خوب بجتا رہا بعد ازان ۱۴۹۳ء تک کوئی پتہ نہیں ملتا
جبکہ گورنر سبتہ نے بندر ترگا فتح کیا اور مسلمانون کے پچیس جہاز جلا دیئے۔ آنزلی نے
دریائے آملیہ میں سترہ جہاز دیکھے تھے اور بیس بعد میں داخل ہوئے بیان کئے گئے تھے
اس زمانہ میں یہ بیڑا نہایت زبردست اور خوفناک تھا۔ اگر بلحاظ موجودہ زمانہ کی بحری
طاقت کے اسکی زیادہ تر وقعت نہیں ہوسکتی۔ بقول سنڈولون ۱۶۲۰ء میں کوئی
بارہ جہاز ناقص قسم کے تھے۔ انگریزی جہاز اسپکر کے کپتان کے بیان کے بموجب ایک
صدی بعد ۱۷۵۰ء تک گیلی قسم کے جہاز بنتے رہے ہیں۔ ڈان کہتا ہے کہ اہل مراکو گیلی قسم
کے جہاز کم استعمال کرتے تھے وہ زیادہ دیگر قسم کے جہاز چلاتے تھے جو تعداد میں تقریباً
تیس تھے۔

محمد سفتدہم کے تیس جہاز قورسان تھے جس میں گیارہ فرقتہ تھے۔ ہر فرقتہ میں تین سو تیس
آدمی اور بینتالیس توپ ہوتی تھیں۔ الناصری کہتا ہے کہ بادشاہ کے تیس فرقتہ اور دو
مستول والے اور ساٹھ چھوٹے چھوٹے جہاز تھے لیکن یہ بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔
۱۸۰۵ء میں جیکسن لکھتا ہے کہ مراکو کی بحری طاقت چھ یا آٹھ فرقتہ تھی اس قسم کے
جہازہ ولیمنہ اشخاص کی تحویل میں روانہ کئے جاتے تھے جن کے واپس آنے کی امید
ہوسکتی تھی۔

اسی زمانہ کے قریب لیمپریری تحریر کرتا ہے کہ مراکو کی بحری طاقت میں پندرہ چھوٹے
فرقتہ چند بغلی اور بیس سے لیکر تیس تک بڑے بڑے گیلی جہاز تھے اس میں تقریباً
چھ سو آدمی ہوتے تھے اور یہ سب ایک خاص بحری افسر کے ماتحت ہوتے تھے اسکے تین
سال بعد کی رپورٹ ہے کہ دس فرقتہ تھے۔ چار چھوٹے بجرے۔ اور چونتیس دیگر
قسم کے جہاز تھے لیکن ملا کر ان کی تعداد میں کچھ تفاوت بیان نہیں کیا گیا۔

انیسویں صدی اوائل یعنے ۱۸۰۵ء میں بقول بقا چار فرقتہ۔ ایک بجرہ اور ایک
اور جہاز متفاوت کے بیانات بھی متفاوت چلے آتے ہیں لیکن جون جون جہاز تعداد میں

کم ہوتے گئے حجم میں بڑھتے گئے گویا جو کمی تعداد میں واقع ہوئی اسکو جہازوں کا حجم بڑھا کر پورا کیا گیا۔

باستعداد زمانہ مراکو کی بحری طاقت روز بروز کم ہوتی چلی گئی حتی کہ ۱۸۴۰ء میں وہ بیڑا جس سے سارا یورپ مارے ڈر کے کانپتا تھا اس میں صرف چار جہاز باقی رہ گئے تھے جو صرف وادی اتوش میں جھکولے کھاتے پھرتے تھے۔

اہلِ مراکو اپنی بحری طاقت کی کمی کو بذریعہ تہدید پورا کرتے تھے چنانچہ مولوی اسمٰعیل نے ۱۸۲۸ء میں جبکہ انگریزوں نے طنجہ پرتگیزوں کے حوالہ کر دیا کپتان کلوڈسلے شاول کو (جو بعد میں سر کلوڈسلے شاول کے نام سے مشہور ہوا) لکھا:۔

"ہم بھی اپنے جہاز اگر تمہارے جہازوں سے بڑے نہ بنوائیں تو ان کے برابر بنائیں گے اور تمہاری چند جہاز اور کپتان گرفتار کرکے ہم انگریزی بحیروں میں تمہاری تلاش میں گشت کرینگے جیسا کہ تم آجکل کر رہے ہو جو قیدی تم نے گرفتار کر لئے ہیں تمہارا اختیار ہے جو سلوک چاہو تم ان سے کرو۔ کوئی مضایقہ نہیں ہے۔ خواہ انکو سمندر میں غرق کردو یا کسی اور طریقہ سے ان کو صفحہ ہستی سے نابود کردو۔"

طریق عمل

دوسرے سال ہی کپتان فلپ جسکو اہلِ مراکو نے قید کر لیا تھا اور پھر کسی نہ کسی طرح بھاگ آیا تھا لکھتا ہے کہ مراکو کا کوئی بھی جہاز دس توپ کے جہاز کے ساتھ لڑائی نہیں کرسکتا۔ در اصل مراکو والوں کی اسقدر طاقت تو نہیں ہے جسقدر وہ ظاہر میں دکھاتے ہیں جہاز کے نزدیک پہونچتے ہی شور برپا کرتے ہیں کہ ہتھیار ڈالدو ورنہ پچھتاؤگے۔ اس طریق سے بیچارے سوداگروں کے جہازوں پر اپنا رعب طاری کردیتے ہیں اکثر تو وہ جہازوں پر بلطایف الحیل قبضہ کر لیتے ہیں مگر جب کبھی لڑائی ہی ہوگئی ہے تو بزدلی کا الزام ان پر کبھی عاید نہیں ہوا۔ ان کی کامیابی کی زیادہ تر وجہ یہ ہوتی ہے کہ سوداگری کے اکثر جہاز کوئی اپنے بچاؤ کی صورت نہیں رکھتے تھے۔ سوا ایک تو ان کی بے بسی کیحالت اور دوسرے اہلِ مراکو کا خوف جو دنیا میں سرایت کر رہا تھا مراکو والوں کو نہایت مفید پڑا۔ فرانس۔ ہالینڈ۔ انگلستان اور ہسپانیہ نے اہلِ مراکو کے برخلاف اپنے اپنے بیڑے وقتاً فوقتاً روانہ کئے لاکن کوئی مفید نتیجہ مترتب نہ ہوا بلکہ وہ غصہ میں آکر زیادہ تر دست درازیاں کرنے لگے۔

ماہ اپریل و مئی میں زیادہ تر لوٹ مار کیجاتی تھی اور غارتگری کا موسم ستمبر میں ختم ہوجاتا تھا یون تو سال بھر غنیمت کا مال آتا ہی رہتا تھا۔ پہلے تو اصطلاح ہوتا تھا کہ کل اسباب وغیرہ نیلام ہو کر زر فروخت ملاحون میں تقسیم ہوجاتا تھا مگر بعد میں مولائی سمعیل نے کہا کہ تمام مال غنیمت میں دسوان حصہ سرکاری ہونا چاہیئے

خارجی امداد

مراکو میں کراچی کے سپاہیون ۔ نومسلمون اور قیدیون کی بے شمار تعداد ہمیشہ موجود پائی جاتی تھی جس سے غالب گمان یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کو اس فن جہازرانی میں خوب کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ جب سترھوین صدی کے آغاز میں اہل ہسپانیہ نے بندر مہدیہ کو فتح کیا۔ اسوقت یہ مقام تمام خارج شدہ انگریزون فرانسیسون ۔ ولندیزون کا مقر بنا ہوا تھا البتہ اٹلی وغیرہ کے لوگ کم نظر آتے تھے۔ بقول بسیرٹون دسمبر ۱۸۳۶ء نومسلم لوگ سلاطین مراکو کی طاقت کا بھاری جزو ہوتے تھے اور جہازون کے مہتمم تھے[1]۔

سوداگران یورپ کی مشارکت

اسوقت اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ یورپ کے معزز سوداگر بھی غلامون کے بیوپار میں حصہ دیتے تھے۔ سوداگران بالعموم ممالک یورپ سے مراکو کی قزاقان بحری کے واسطے ہتھیار وغیرہ لاتے تھے اور معاوضہ نقد قیمت نہیں بلکہ غلامان یورپین لیتے تھے جن کی آزادی حاصل کرنے کے لیے دور دور سے روپیہ جمع کیا گیا تھا۔

آصلیہ کی حکومت جمہوری

بہت سے بنادر مراکو اہل پرتگال و ہسپانیہ کے قبضہ میں تھے اور بیور گرگ میں ان کا ایک بھاری قلعہ تھا۔ حکمران خاندان کی حکومت قایم ہونے سے پیشتر آصلیہ میں کچھ عرصہ تک سخت بدنظمی و بےامنی رہی اور اس اہل جل کے زمانہ میں سلا میں سترھوین صدی کے وسط میں خودمختاری سی ہوگئی اور کوہستانی بربری اقوام کی مانند جمہوری حکومت قایم ہوگئی۔ عمدہ سپاہی ان اقوام میں سے لیے جاتے تھے اگرچہ ہسپانیہ کے پناہ گزین افسر کے ماتحت ان کی تعلیم و تربیت ہوتی تھی۔ بعض اوقات حسب ضرورت سلاطین اپنی تحریر کردہ دستاویزات منسوخ کر

[1] ایڈمرل (امیرالبحر) وان گینٹ کے خط مورخہ ۱۶۷۰ء بنام ٹیمس جنرل میں ذکر ہے کہ ایک لڑائی قریب لارایچ کے غزاقان سے ہوئی اور دو جہاز نومسلمون کے زیر حکم تھے۔

دیتے تھے لیکن مولائی زیدان نے اسپر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ چارلس اول شاہ انگلستان سے ان بحری قزاقان کی گوشمالی کے واسطے مدد مانگی تھی۔ مگر یہ امر قابل التفات ہے کہ ان کے مغلوب کرنے سے سلطان کی یہ غرض نہ تھی کہ بحری قزاقی کا قلع قمع کر دے بلکہ اسکا مدعا تھا کہ یہ قزاقی عین اسکے زیر فرمان رہے اور اسکا فایدہ براہ راست اسکو پہونچے۔ چنانچہ اسکی تکمیل اسکے جانشینون نے کی۔ اول اول غنیمت کے مال کا سلطان دسوان حصہ لیتے تھے۔ بعد میں پانچوان لینے لگ پڑے۔ رفتہ رفتہ اس بیڑے کے دست درازیون اور حملون کی ذمہ واری سلطان کے سر پر ہوگئی اور قیدیون کی خلاصی کے متعلق بھی سلطان سے تصفیہ ہوتا تھا۔ مراکو کی قزاقی کا زوال سنہ ۱۶۵۰ء سے شروع ہوا۔ کسکنی نے سنہ ۱۶۸۱ء میں مرجوہن اکٹن کو بھیجا تھا کہ ہمارے دونو جہاز مع ہرجانہ واپس کردو۔ چنانچہ جہاز بھی واپس کئے گئے اور ہرجانہ بھی ادا کیا گیا۔ اس سے مراکوی قزاقی کو بھاری صدمہ پہونچا۔

سنہ ۱۷۹۹ء تاہم بعد میں اہل مراکو نے بندرگاہ کیڈز کا رستہ بند کردیا۔ مولائی سلیمان دویم نے خیال کیا کہ اب بحری قزاقی کے دن نہیں رہے۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ باشندگان یورپ الریف کے ساتھ مویشی وغلہ کا برابر بیوپار کررہے ہیں تو اس نے اپنے جہازون کو حکم دیا کہ جو کوئی جہاز اس ساحل پر نظر آئے گرفتار کرلو اور سنہ ۱۸۱۳ء میں پہاڑون کیطرف فوج بھیجی اور سلطان نے خود بنفس نفیس اقوام کی سزادہی کیغرض سے کوچ کیا۔ اس امر کا یقین کرنا نہایت دشوار ہے کہ کس سنہ میں یہ قزاقی نہ بر بحث بالکل بند ہوگئی۔ اب چونکہ تقریبا سنہ ۱۸۱۶ء میں دخانی جہاز ایجاد ہوچکے تھے اسواسطے عزت اسی میں تھی کہ اس پیشہ کو خود بخود ہی ترک کردیا جائے۔ لیکن پھر بھی قزاقی کا استیصال بسہولت نہیں ہوا۔ الناصری تحریر کرتا ہے کہ سنہ ۱۸۲۸ء میں جو آسٹریا کے جہاز گرفتار کرلئے گئے تھے تو یہ بات کوئی اتفاقیہ طور پر واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ کام عمداً وارادۃً کیا گیا تھا کیونکہ اس سے مولائی عبدالرحمن کا یہ منشا تھا کہ کسیطرح بحری جہاد شروع کیا جائے۔ اور اس غرض کے واسطے مولائی سوقی نے خاص جہازون کا بیڑا تیار کیا تھا۔ اور خاص جہاز بنوائے تھے۔ یہ جہاز زیر حکم حاجی عبدالرحمن برغاش اور حاجی عبدالرحمن برتال تھے جنہون نے آسٹریا کے جہاز پکڑ لئے۔

جس پر بعد میں یعنے ۱۹۲۹ء میں لاریکی پر بیفایدہ گولہ باری ہوئی۔ اگرچہ اس واقعہ سے پیشہ قزاقی کا خاتمہ ہو گیا لیکن اسی سال دو انگریزی جہاز گرفتار ہوئے۔ اور بیول بیرآنر: لوگ اہل مراکو کے جنگی بحری بیڑے اِدھر اُدھر پھرتے تھے کہ کوئی ہمبرگ وغیرہ کا بدقسمت جہاز کہیں ملجائے تو اسکو شکار کریں۔ اس بحری قزاقی کے زمانہ کو ابھی کچھ زیادہ نہیں گذرا۔ لیکن یہ بات آجکل اسطرح معلوم ہوتی ہے کہ گویا صدیوں کی بات ہے۔ دراصل مراکو کے اصلی باشندے بھی کما حقہ آگاہ نہیں ہیں وہ بھی صرف اسقدر جانتے ہیں کہ ایک وقت ان کے آباؤ اجداد اس فن میں غایت درجہ کے ماہر تھے اور ساری عیسائی دنیا ملکر بھی ان کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتی تھی اور کل ان کے باجگذار تھے۔ جب کمودور پربیل ۱۸۰۳ء میں ٹرپلی کو جارہا تھا تو اس نے مراکو کی جہاز مشبوا گرفتار کر لیا۔ اور طنجہ کا رستہ لیا۔ آخرالامر جو کچھ امریکہ والوں کا گیا تھا واپس لے لیا۔

بعد ازاں قزاقی دراصل بہت ہی محدود ہو گئی۔ ۱۸۴۸ء میں دو انگریزی جہاز گرفتار ہوئے تو سر چارلس ہیز کو اس واقعہ کی شکایت کرنے کی غرض سے مراکو میں بھیجا گیا گو اس سفارت کا نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ پھر ۱۸۵۶ء میں پرشیا کے پرنس البرٹ کو بھی ایسی ہی غرض سے واسطے روانہ کیا گیا تھا۔

مسٹر ڈرمنڈ ھے کی رائے میں اسکی تقریر کا جو اس نے ۱۸۵۶ء میں بر سر موقعہ کی تھی بہت اثر ہوا۔ یہ اسوقت کا ذکر ہے جب گورنمنٹ مراکو نے اہل رتیف کی ذمہ داری جنہوں نے فرانسیسی جہاز لوٹ لیا تھا اپنے اوپر لیکر سات ہزار ڈالر ہرجانہ بھر دیا۔ بعد میں جنگ ہسپانیہ شروع ہونے کی وجہ سے کچھ عرصہ تک آرام رہا۔ ابھی ۱۸۸۰ء میں ایک ہسپانیہ کے جہاز پر حملہ ہوا تھا اور پھر کئی ایک واقعہ متواتر پیش آئے جس کے باعث ایک تعزیری مہم ۱۸۹۵ء میں اختیار کی گئی جس کا تا ہنوز خاتمہ نہیں ہوا۔

تجارت ناجائز یہ امر ملحوظ رہے کہ اسقدر جہاز جو مراکو کی ساحل پر گرفتار ہو کر کسی قسم کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے تو اسکی اصلی وجہ ان کی تجارت ناجائز تھی۔ ۱۸۱۷ء میں الزیدان لکھتا ہے کہ چونکہ الرتیف عیسائی لوگ مبایعت ناجائز بکثرت کرتے تھے۔ سلطان نے مجبور ہو کر غیر ممالک کے تمام جہازوں کی گرفتاری کا حکم صادر کیا۔ اب بھی ساحل مراکو پر بیچارے شامت کے مارے جہاز لوٹے جاتے ہیں اور اکثر بربری اقوام

کا ہی لوٹ مار برگذارہ ہے اور وہ اسے کچھ معیوب بھی نہیں خیال کرتے اور اسکا انسداد موجودہ حالات کے رو سے بہت مشکل ہے۔

مراکو کے لوگ یورپ کی طاقتون کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے ان کے نزدیک تو ان کا اپنا سلطان بھی صرف نام کا ہی سلطان ہے سلطان بھی فرداً فرداً تو ہر ایک قوم کی سرکوبی کرسکتا ہے مگر یہ اسکی طاقت نہیں ہے کہ کسی علاقہ کی تمام اقوام پر حملہ کرے اول تو نہ اسقدر فوج ہے اور نہ ہی فوج کے واسطے قیامگاہ ہیں۔ رستہ سخت پہاڑی ہے اور ایسے موقعہ پر بربری اقوام سب کچھ جلاکر خاک سیاہ کر دیتی ہیں اور سلطانی لشکر کو بے درجہ کی دقت و مصیبت پیش آتی ہے۔

یہ تجویز پیش کیگئی ہے کہ کل طاقتیں ملکر اس بحری قزاقی کا انسداد کرین یعنے ایک جہاز وہان مقرر کیا جائے جو بطور ریدق کے کام کرے لیکن یہ تجویز بھی زیادہ تر کارگر نہیں ہوسکتی وہان کے باشندے موقعہ پاکر لوٹ مار کرتے رہیں گے اور اسکا قطعی انسداد محال ہوگا کیونکہ ساحل پر قلاع وغیرہ بھی تو نہیں ہیں۔ ہان ایک یہ صورت ہے کہ الریف لے لیا جائے مگر ابھی ایسی کارروائی کا وقت نہیں پہونچا ۱۸۸۰ء میں ایک انگریزی افسر نے یہ رائے دی تھی کہ بربری اقوام کے تدارک کے لئے کچھ عرصہ کے واسطے کوئی آدمی افسر مقرر کرنا چاہیئے کیونکہ وہان کے افسر اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ان لوگون کسطرح سلوک کرنا چاہیئے درحقیقت یہیں انتظام موجودہ حالات میں مشکل نظر آتا ہے۔ روس فرانس و ہسپانیہ و اطالیہ جو ملکے ہر حصہ کے فرداً فرداً مالک ہونیکے مدعی ہیں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے کہ کوئی وہان کی حکومت سنبھال لے سو جب تک یہ رقابت بھی چلی جا رہی ہے خاطر خواہ انتظام ہونا دشوار ہے سہ

چو گرگان بیم پاک دارند وبیم ✤ رود و میان گوسفندے سلیم

اور دیکھئے یہ حالت کب تک رہے۔

مراکو کی موجودہ حالت اسقدر ردی ہوگئی ہے کہ اب اس امر کا سراغ لگانا کہ آیا یہی مراکو والے اہل مراکو ہیں جن سے تھوڑی مدت پیشتر سارا یورپ خوف کھاتا تھا۔ نہایت مشکل ہے۔ چونکہ مراکو کی مبتذل حالت دیگر طاقتون کی نظر مین کچھ وقعت نہیں رکھتی اسواسطے جب کبھی کوئی لوٹ مار کا واقعہ سرزد ہوجاتا ہے تو اہل یورپ

باہمی رقابت کی وجہ سے اسکی چنداں پروا نہیں کرتے اور تھوڑے سے بہت معاوضہ پر
اکتفا کر لیتے ہیں۔
باقی مشرقی ممالک کی مانند اہلِ مراکو جس بات کی قدر کرتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ وہ
چاہتے ہیں کہ ان کا حکمران ایک جابر اور مطول حاکم ہو۔
فی الحقیقت تو اہلِ مراکو کی کوئی ایسی زبردست طاقت نہ تھی مگر ان کی ظاہری
جرات اور ان کے مخالفوں کی ان کی اصلی حالت سے عدم واقفیت نے مغربی ممالک
کے واسطے ان کو نہایت خوفناک بنا رکھا تھا مگر جو سلوک اہلِ مراکو یورپ والوں سے کرتے
تھے وہ پرلے درجہ کا نامناسب اور معیوب تھا۔ جو لوگ قسمت کے مارے انکے سواحل پر جا پہونچتے
تھے ان کی ایسی گت بنتی تھی کہ ناگفتہ بہ اور جو لوگ غلام بنائے جاتے تھے ان پر طرح طرح
کی سختیاں اور ظلم ہوتے تھے۔ جونہی بحری قزاقی موقوف ہو گئی تو اہلِ مراکو کو اپنی کمزوری
تسلیم کرنی پڑی اور اہلِ یورپ کی حالت کو ترقی ہونی شروع ہوئی۔ حتی کہ ان کی
مصیبت زدہ حالت یہاں تک سنور گئی کہ اہلِ مراکو کے رشک بلکہ حسد کا باعث ہو گئی تو
اہلِ یورپ کے حصول کے فوائد آخر کار ایسے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

باب چہارم

عیسائی غلام

اہلِ اسلام میں یہ پرانا دستور مدت سے رائج چلا آتا تھا کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنا لیا
کرتے تھے اور ان کے اس قاعدہ میں کوئی مستثنے نظر نہیں آیا۔ البتہ وہ لوگ برادرانہ
سلوک کے مستحق خیال کئے جاتے تھے جو ان کے پیغمبر صلعم کو رسول برحق تسلیم کر لیتے معلوم
ہوتا ہے کہ مراکو میں عیسائی غلام اسوقت سے پائے جاتے ہیں جب مسلمانوں نے ہسپانیہ
پر پہلا حملہ کیا۔ تاہم کچھ بہت زمانہ نہیں گذرا جب سے مراکو میں عیسائی غلاموں کا
سراغ ملنے لگا ہے۔ گو ان کے مفصل حالات سترھویں صدی میں منکشف ہوئے۔
جبکہ قزاقانِ آصلیہ نے عیسائیوں کے جہازوں پر جہاز گرفتار کرنے شروع کئے۔

ابتدائی تاریخ	عیسائی غلاموں کے حالات کا ماخذ صرف ان لوگوں کی تحریریں ہیں جنہوں نے

مراکو کا دشوار گزار سفر بدین غرض اختیار کیا تھا کہ ایسے قیدیون کو مسلمانون کی قید سے
نجات دلادیں جو بوجہ اسلام اختیار کرنے کے اپنی مخلصی سے مایوس نہیں ہوچکے تھے
وہ عیسائی لوگ جنہون نے قیدیون کی اس قسم کی نجات کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ریڈیمپ
شنسٹ فادرز کہلاتے تھے جس کے معنی نجات دہندگان کے ہیں۔ نومسلمون کو
بھی پوری پوری حقوق نہیں دیے جاتے تھے اور ان کی آزادی بھی برائے نام ہوتی تھی مثلاً
ان کو یہ اجازت نہ تھی کہ ملک سے باہر قدم رکھیں۔ اس سے تھوڑا عرصہ پیشتر جب یعقوب المنصو
ر (سنہ ۱۱۵۵ء) تقریباً چالیس ہزار عیسائی مراکو میں پکڑ لایا تھا۔ نوسنٹ میم نے ۱۱۹۸ء میں (ای
دہندگان فادرز) کا ایک گروہ امیر موصوف کی خدمت میں روانہ کیا۔ نوسال بعد مارسیلز میں
ان نجات دہندگان کی ایک جماعت قایم ہوئی جو بعد میں تھورین فادرز کے نام سے موسوم ہوئی
ان لوگون کی زبانی حالات سنکر فرانسس آف اسیسی نے بھی ان کی پیروی کرنی چاہی
لیکن اسکا مدعا یہ تھا کہ اہل مراکو کو دین عیسوی کیطرف دعوت کرے۔ گو اسکا ارادہ قوت
سے ظہور میں نہ آیا کیونکہ وہ منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا مگر اسکے پیرو مراکو میں پہونچے ہیں۔
بعدہ ۱۲۱۸ء میں سینٹ پیٹر نولس کو یز ساکن بارسلونا نے ایک مجلس قایم کی اور
اسکے بعد سنہ ۱۲۵۸ء میں ایک اور مجلس قایم ہوئی جو لوگ اس کام کے لئے مراکو میں بھیجے جاتے تھے
ان کے واسطے زبان عربی کا جاننا۔ خاندانی اور صاحب جایداد ہونا ضروری ہوتا تھا کیونکہ
بڑی بڑی رقوم نقدی ان کے تحویل کیجاتی تہیں اور صاحب جایداد اشخاص اسواسطے منتخب
کیئے جاتے تھے کہ مبادا روپیہ کو بیجا صرف میں لائیں چند سال بعد دو اور مجالس قایم
ہوئیں چونکہ ان لوگون کی اغراض طنجہ۔ ٹیونس۔ ترپولی وغیرہ سے بھی وابستہ تہیں اسواسطے
اس امر کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ انہون نے مراکو میں کسقدر قیدیون کو مخلصی دلائی۔ مگر
اس جماعت کو بھی جو ان غلامون کی رہائی کے واسطے مراکو وغیرہ مقامات میں پہونچی سخت
تکالیف پیش آئیں اور بعض اوقات شاید ان لوگون کی صعوبتیں قیدیون کی تکالیف
کے برابر دردانگیز ہوگئیں۔
سنہ ۱۶۸۱ء میں دستمی لکھتا ہے کہ قاید تطاوین اپنی حفاظت کے صلہ میں ایک سو
کبہ وتن ماہوار طلب کرتا تھا۔ مراکو میں جانے کے واسطے پروانجات راہداری حاصل کرنے
پڑتے تھے اور بساأوقات واپسی کے واسطے بھی ویسی ہی مشکلات کا سامنا ہوتا تھا۔ وہی

کی جماعت نے کثیر التعداد قیدیوں کو رہائی دلائی مگر انکے پاس زرِ مخلصی ادا کرنے کے
واسطے کافی روپیہ نہیں تھا۔ اسواسطے انکو سودی روپیہ یہودیوں سے لینا پڑا۔ اور اپنے
ایک ساتھی سابین لایک کو ضمانت میں وہاں چھوڑ گئے۔ سیلج سانے ۱۵۱۹ء میں چار
راہبوں کو بطور ضامنان وہاں رہنا پڑا تھا۔ ش۱۶۳۸ء میں چند ولندیزوں کو پادری کے
بھیس بدلے ہوئے گرفتار ہوئے اور طوق غلامی پہنائے گئے جو لوگ اس کام پر مراکو میں جاتے
تھے چونکہ ان کا کام ایک مذہبی کام متصور ہوتا تھا اس لئے انکو اچھی وقعت کی نگاہ
دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ سلطان وقت نے ایک پادری سے پوچھا کہ آیا ایک ایسا
شخص جو نگیز جس نے تین دفعہ انکا مال لوٹا ہو واجب القتل ہے یا نہیں۔ پادری نے جواب
میں عرض کی کہ بالکل درست ہے۔ اگر مجرم کو توبہ کی مہلت دیجائے۔ ان اشخاص ہائی دہندگان
کی مشکلات کا باعث صرف اہلِ مراکو ہی نہ تھے بلکہ سوداگران یورپ کا بھی اس میں بہت
سا حصہ تھا۔ کئی ایک مورخوں نے ان سوداگروں کی شکایت کی ہے کہ انہوں نے بددیانتی
سے سلوک کیا۔ جو روپیہ ان کو فدیہ کا دیا جاتا تھا وہ بجائے اسکے کہ اس کام میں
خرچ کریں سلطان کے واسطے ہتھیار و دیگر سامان جنگ خرید کر دیتے تھے۔ بقول
انکے اصل میں یہ سوداگر پیشہ لوگ ہی بیچارے لوگوں کو غلامی میں پہلے پھنسا دیتے
تھے اور اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھکر غلاموں کی بازاری قیمت میں اضافہ کرتے
تھے اور لوگ بھی جو روپیہ بطور زرِ مخلصی وغیرہ وصول کرتے سوداگری وغیرہ میں صرف
کر دیتے۔ فریج پین پلٹ محض اپنی اس دورنگی کی بدولت آسیلہ کا گورنر مقرر ہو گیا تھا۔
زرِ مخلصی کی مقدار مختلف ہوتی تھی اور یہ قیمت قیدیوں کے ملک کی حالت کے
مطابق مقرر کیجاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اہلِ فرانس نے مولائی اسمٰعیل کے
پاس شکایت کی کہ ان سے بہ نسبت اہل ہسپانیہ کے زیادہ روپیہ طلب کیا جاتا ہے
سلطان نے جواب میں ارقام کیا کہ یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ اہل ہسپانیہ کی گرفتاری
میں کوئی زیادہ وقت پیش نہیں آتی۔ وہ لوگ فوراً زنجیر اطاعت پہن لیتے ہیں برعکس
اسکے فرانسیسی باشندوں کے واسطے بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ الا وہ بیس چلتے مطیع
نہیں ہوتے اور بعض اوقات اس کشش و کوشش میں ہمارے بہت سے سپاہی ضائع
ہو جاتے ہیں:۔

سترھوین صدی کے اختتام کے قریب تیس نفر فرانسیسی کے واسطے دس ہزار ڈالر کا مطالبہ کیا گیا تھا گو بعدہٗ منت سماجت سے مولائی اسمٰعیل نے پچاس نفر کی رہائی منظور کی۔ مگر آخرالامر صرف پنتالیس کی خلاصی ہوئی۔ بعد میں سلطان نے فی نفر ایک سو کروان ہر دو طرف کے واسطے قیمت مقرر کر دی یعنے اہل فرانس اس شرح سے جتنے قیدی ہون خلاص کرالیں اور اسی نرخ پر اہل مراکو بھی اپنے آدمی چھوڑالیں۔ فرانسیسی قیدیون کی تعداد تقریبًا چارسو اور مراکوئی قیدیون کی تینتیس تھی۔

سنہ ۱۶۹۳ء میں اہل ہسپانیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ ایک تندرست باشندہ ہسپانیہ کے تبادلہ میں چار نفر مراکوئی چھوڑ دینگے اور ایک بیمار اہل ہسپانیہ کے معاوضہ میں دو نفر مراکوئی رہا کرینگے چندسال بعد ازان کرنیل کرک نے ہر دو نفر انگریز قیدیون کی رہائی کے پچاس پونڈ ادا کرنے منظور کئے تھے۔ ولندیزون نے ایک نفر نیدرلینڈ کے باشندہ کے معاوضہ میں آٹھ سو کروان معہ ایک مراکوئی قیدی دینے کا اقرار کیا تھا باوجود اس قرارداد کے بھی ولندیزون نے بہت سے قیدیون کو رہائی دلائی۔

سنہ ۱۷۰۴ء میں جب انگریزون نے جبل الطارق کا محاصرہ کرکے فرانس والون کو نیچا دکھایا تھا اسوقت ایک مراکوی دو فرانسیسی نفر کے معاوضہ میں نہیں ملتا تھا ہر ایک قیدی کے تبادلہ میں تین مراکوی قیدی یا چھ سو ڈالر معہ ایک مراکوی قیدی طلب کیا گیا تھا حالانکہ اہل فرانس تین سو ڈالر معہ ایک مراکوی نفر کے دیتے تھے۔[۱]

سنہ ۱۸۰۶ء — اہل ہسپانیہ نے اٹھائی سو ڈالر فی آدمی ادا کرکے دو سو قیدی کو چھوڑایا بعد ازان انہون نے اور قیدیون کو بھی چھڑانا چاہا مگر بمشکل تمام پانچسو فی کس کی شرح سے وہ ایسا کرسکے۔ علیٰ ہذا القیاس مختلف شرح پر قیدیونکی خلاصی ہوتی رہی۔

سنہ ۱۷۲۱ء — بقول و ندس تقریبًا گیارہ سو قیدی باشندگان یورپ تھے جن میں انگریز ہسپانوی۔ ولندیز۔ فرانسیسی پرتگیز اور یونانی تھے۔ قیدیون کی خلاصی کے واسطے مختلف ذریعون سے روپیہ جمع ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک رومی سوداگر مسمی ٹامس بین نے تقریبًا سوا لاکھ روپیہ بذریعہ وصیت عطا کیا۔

[۱] اس موقعہ پر بسنات جواہرات اور کچھ یا بچاس یعنی دو ہزار دو سو پونڈ بطور تحائف اپنے ساتھ لایا اور اس تبادلہ میں دو قبائل جن میں دس نفر تھے اس کے حوالہ کئے گئے۔

حاصل کلام شاہ مراکو کو اس بیوپار میں ہرسال بہت فایدہ ہوتا تھا ۱۷۳۴ء میں انگریزی
سفیر سالیکا فرسے نے ایک سو چوالیس انگریزوں کو مخلصی دلائی مگر فی نفر تین سو پچاس پونڈ
دینا پڑا۔ نیز مخلصی گولی بارود میں ادا کی گئی تھی۔ سالیکا فرسے کے زمانہ سفارت میں
اہل انگلستان نے علاوہ چار لاکھ روپیہ بطور تحایف کے فی کپتان ہزار پونڈ۔ فی دیگر
افسر آٹھ سو پونڈ اور فی ملاح چھ سو پونڈ ادا کرنا منظور کیا۔ لیکن اہل وینس کو فی نفر سات سو
روپیہ ادا کرنا پڑا۔

۱۷۳۲ء میں فرانسیسیوں کو پنتالیس ہزار پونڈ ادا کرنا پڑا۔ اس وقت
فی فرانسیسی چھ سو پونڈ۔ فی پرتگیز ساڑھے چھ سو پونڈ۔ اور فی ہسپانوی ہزار
پونڈ پر مخلصی پاتا تھا۔ گویا یہ بازاری قیمت مروجہ تھی۔

۱۷۸۶ء میں مراکو و ریاستہائے متحدہ کے مابین ایک معاہدہ ہوا جسکے رو سے یہ قرار
پایا کہ جنگی قیدی سوداگر یکر چھوڑ دیا جائے اور جو جہاز سمندر میں شکستہ ہو جاویں
امداد دیکر وطن میں پہنچا دیئے جائیں۔ آہستہ آہستہ زمانہ نے اپنا رنگ بدلا۔
چنانچہ ۱۷۸۰ء میں محمد ہفدہم نے فرانسیسی قونصل کے پاس شکایت کی کہ انگریز
غلاموں کی کثیر تعداد جہاز پر سوار کر کے لے گئے ہیں۔

سلطان موصوف نے اپنے بیٹے کو پچیس ہزار پونڈ دیکر لٹا میں مراکوی اسرا کو
چھڑانے کی غرض سے روانہ کیا اور سفرائے ممالک غیر کو اس امر کا اشتہار دیدیا کہ
اگر مراکوی قیدیوں کو جو یورپ میں ہیں پروانہ راہداری دیکر روانہ کر دیا جائے تو فی مراکوی
نفر پانسو پونڈ دیا جائیگا جو غلہ گندم میں ادا کیا جائیگا۔ جب ۱۷۹۸ء میں بوناپارٹ نے
مالٹا فتح کیا تو پانسو مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا۔ مگر بعد میں بھی جنوا و دیگر مقامات کے
بازاروں میں مراکوی غلام فروخت ہوتے رہے۔

یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اقوام یورپ اسقدر مدت مدید تک بے چون و چرا خراج
ادا کرتے رہے مگر اسکا باعث صرف یہی ہے کہ قورسان آصلیہ کو روپیہ دیکر اپنا
استحقاق قایم کرنا چاہتے تھے۔ نیز یورپ کی طاقتیں آپس میں متفق نہ تھیں اور بربر
کی حالت سے شخص ناواقف تھے۔ اگرچہ ان لوگوں سے جو وہاں قید رہ چکے تھے اس امر
کی کافی اطلاع ملسکتی تھی کہ مراکو کی اصلی حالت کیا ہے۔ لیکن اہل یورپ کا سکوت زیادہ تر

عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

جن لوگوں کو مراکو کی طرف سے تکالیف پہونچیں وہ ذی علم نہ تھے اور ان کی مبالغہ آمیز بیانات سے مراکو کی جرائت بہرحمی غیر محدود معلوم ہوتی تھی۔ نیز قیدیوں کی تکالیف ان پادریوں کی شور و فغان جو بغرض خلاصی آسرا ر و پیہ جمع کرتے تھے اور دیگر امور ازین قبیل نے اہل مراکو کی ایک نہایت خوفناک تصویر کھینچ رکھی تھی۔

نسبت رقوم جو سال بسال یورپ سے بمد محصول مراکو میں پہنچی تھیں یا بالفاظ دیگر تحایف بغرض استحکام رابطۂ اتحاد روانہ کئے جاتے تھے یہ محض بیفایدہ ہوگا کہ اس کے متعلق تواریخ کے اوراق الٹ پلٹ کریں۔ تاہم اسوقت کے مورخین کی تحریریں خالی از دلچسپی نہیں ہیں۔ لفظ کے اصلی معنون میں کوئی باقاعدہ خراج کبھی ادا نہیں کیا گیا البتہ مولائے اسمعیل کے عہد سلطنت میں جبکہ مراکو کی طاقت بڑے عروج پر پہنچ گئی تھی اور مراکو کی طاقت کا خوف یورپ کی تمام طاقتوں کے دلوں پر چھا گیا تھا۔ اسوقت جو کچھ بھی دیا یا ادا کیا گیا خراج کے اصلی معنون میں آ سکتا ہے۔

۲ ۳ ۷ ۱ء باستثنائے ہالینڈ جو ۱۶۱۵ء سے ۲۰۰ پونڈ ادا کرتا تھا غالباً یہ خراج ادا کرنے کی بُری مثال جنوبی یورپ کے تجارتی شہروں نے قایم کی تھی مثلاً اہل وینس نے اقرار کیا تھا کہ پچاس ہزار سیکون (ایک سکہ جو آجکل کے حساب سے قریباً آٹھ روپیہ کا ہوتا ہے) وہ فوراً ادا کردینگے اور دس ہزار سالانہ ادا کرینگے علاوہ ازین ساٹھ ہزار کے تحایف سلطان کے واسطے اور پانچ ہزار سیکون وزیر کے واسطے ادا کرتے تھے مگر اس میں وہ تحایف شامل نہیں ہیں جو ملکہ کے پیشکش کرتے تھے۔ اسیطرح اہل وینس و اہل سویڈن خراج ادا کرتے رہے۔ اور ڈنمارک کی جانب کو بھی ادا ہوتا رہا۔ سب کے بعد سارڈینیا نے بھی شرایط قبول کرکے ہر قونصل کی تبدیلی کے چھتیس سو پونڈ دینا منظور کیا۔ واٹرلو کی لڑائی سے ایکسال پہلے ایک عہدنامہ تحریر ہوا جسکے رو سے عیسائیوں کی غلامی موقوف ہوئی یعنی یہ قرار پایا کہ عیسائی لوگ غلام نہ بنائے جایا کریں۔

بربر میں عیسائی غلاموں کی حالت ناگفتہ بہ ہے ان کو کئی قسم کے عذاب دیئے جاتے تھے مسٹر او کنے نے ان کی حالت کو نہایت درد انگیز الفاظ میں بیان کیا ہے

وہ کہتا ہے کہ اگر دنیا میں عذاب جہنم کو برای العین دیکھنا چاہتے ہو تو بربر میں جا کر عیسائی غلاموں کی حالت دیکھو۔ نیز وہ تحریر کرتا ہے کہ ظالم بربریوں کو اپنے کتوں کی جانیں بہ نسبت ان بدبخت غلاموں کے زیادہ تر عزیز ہیں۔ بیچاروں کو طرح طرح کے شکنجہ عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور کئی قسم کی محنت شاقہ ان سے لیجاتی ہے۔ جو انسانی طاقت سے باہر ہے۔ تعمیر اور کاشتکاری کے تمام سخت کام انہی کے ہاتھوں نہایت بیرحمی کے طریق پر کرائے جاتے ہیں۔ خوراک بہت بری بہم پہنچائی جاتی ہے لیکن اس قسم کی خوراک کے کھانے کا بھی موقعہ نہیں دیا جاتا۔ ایک ہاتھ سے تو کام کرتے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے منھ میں نوالہ ڈالے جاتے ہیں جیسی سختی یہاں ہوتی ہے پہلے کبھی کسی وقت نہیں ہوئی بلکہ بنی اسرائیل کی سختی بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے متذکرہ بالا واقعات کی تائید و تصدیق میں شہادت بکثرت ہے اور یہ شہادت بھی معتبر اور شہادت رویت ہے۔

مکانات غلامان

اس زمانہ میں یورپی غلام پل کے محرابوں کے نیچے رہا کرتے تھے جو شہر اور سلطانی اصطبل کے درمیان تعمیر کرایا گیا تھا۔ اہل فرانس اور اہل ہسپانیہ[ف] نے وہاں اپنے گرجے بھی بنا رکھے تھے اور پادری عبادت کرنے کو وہاں موجود تھے۔ اس غلامی کی بری حالت میں مذہبی رہنماؤں کا ہونا نہایت غنیمت تھا ۱۶۹۱ء میں کارلوس دویم (ہسپانیہ) نے بائیس ہزار اٹھائیس پونڈ ایک ہسپتال بنانے کے لئے عطا کیا تھا جس سے ایک عالیشان عمارت تعمیر کی گئی۔ بقول برتھوٹ یہ ہسپتال بہت اچھی حالت میں ہے اور اس میں کافی مکانیت ہے۔

رفتہ رفتہ پل کی جگہ ایک بڑی عمارت اسرائے عیسائی سے تعمیر کرائی گئی اس مکان میں ہسپتال۔ حمام اور سرائے موجود نہیں اور بعد ازاں قیدیوں کو وسط شہر میں مکانات رہائشی دیئے گئے۔ یہ مکانات بہرحال ان کے سابقہ زمین دوز مکانات سے بدرجہا اچھے تھے۔ کیونکہ پہلے مکانات بالکل اندھیرے تھے۔ نمناک تھے اور ہوا کے

ف باوجودیکہ اسقدر رعایت قیدیوں کی رکھی جاتی تھی کہ ان کے گرجے موجود تھے اور مذہبی معلم مقرر تھے پھر بھی مصنف کی متعصب نظر برعکس نتیجہ نکالتی ہے مسلمان قیدیوں کی حالت تو ممالک یورپ میں بھی اگر کسی کو معلوم ہو تو پھر تہذیب اور وحشت کا موازنہ ہو جائے۔ مترجم

ف یہاں ہندوستان میں بلاشک وشبہ انگریزوں کو اپنے کتوں کی جانیں شرفاء کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ شرفاء زیادہ تر حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ مترجم

مدنل و مخرج کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد اہل فرانس نے بھی وہان ایک ہسپتال کی بنیاد ڈالی۔

اہل ہسپانیہ کا ہسپتال تعمیر ہونے سے پیشتر پانچ ہزار قیدی عیسائی لوگون کے قبرستان سے مردے نکال نکال کر پھینکنے لگائے گئے تھے۔ کیونکہ سلطان کی یہ خواہش تھی کہ اس اراضی کو اپنے باغات مین شامل کرے مگر اس مقام کی ہوا ایسی خراب تھی کہ تقریبا پچاس آدمی اس مضر اور کثیف ہوا کے اثر سے مر گئے۔

مراکو مین قیدیون کے حالات نہایت دردانگیز تھے طلوع آفتاب سے پیشتر ہی کام کے کام کرانے والا افسران موجود ہوتا اور جو کوئی بیمار ہوتا تھا بجائے اس کے کہ اسکو اس روز آرام دیا جائے گھسیٹ کر لیجاتے تھے۔

خوراک قیدیون کو جو روٹی کھانے کو دیجاتی تھی بسا اوقات وہ ایسی بدرنگ اور بےمزہ ہوتی تھی کہ کتے بھی اسے کھانا ناگوارا نہ کرتے تھے۔ علاوہ ازین نصف چھٹانک تیل ملتا تھا گوشت کبھی نام کو بھی دیکھنے مین نہ آتا تھا۔ بعض اوقات قیدیون کو گھاس کے پتون اور جڑون پر گذارہ کرنا ہوتا تھا۔ سات چھٹانک کی روٹی ہوتی تھی بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ پانی بھی ناپ کر بذریعہ پیمانہ تقسیم کیا جاتا تھا بیچارے قیدیون کے لیے جو دن بھر کے کام سے تھک کر چور ہو جاتے تھے کچھ تسلی وہ بات تھی تو یہ تھی کہ ان کو عبادت کی طرف جو دعوت ہوتی تھی وہ شام کے وقت گرجا کی طرف سے ہوتی تھی۔ اگرچہ اطلاع گھنٹہ کے ذریعہ نہ دیجاتی تھی۔ ایام طاعون مین ایک اور مجلس قایم کی گئی جسکو جماعت ترحم کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ جب کبھی کسی قیدی کو پادری کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا تو وہ اگر ممکن ہوتا کچھ نقدی پیش کرنے کے واسطے لیجاتا تھا مگر جو تحفہ زیادہ تر قبولیت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا تو وہ شراب کی ایک بوتل ہو سکتی تھی۔

اس مین کلام نہیں کہ ان غلامون کی حالت جو خاص خاص اشخاص کی خدمت مین رہتے تھے بہت اچھی تھی ان کے واسطے ہر طرح کے سامان آرام مہیا ہوتے تھے اور ان کو کافی آزادی ہوتی تھی۔ ان غلامون کو اپنے اپنے آقاؤن کے گھرون مین آزادی تو تھی ہی مگر طرفہ بات یہ تھی کہ غلام جو اپنے آقاؤن کا ملک ہوتے تھے ان کے

گھروں میں بلا روک ٹوک آتے جاتے تھے اور زنان خانہ میں بھی کُھلم کُھلا جاتے تھے بلکہ ان کے سامنے منھ پر نقاب ڈالنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی۔ حالانکہ مراکو ہی غلاموں کو یہ اجازت ہرگز نہ دی جاتی تھی۔

ان غلاموں میں عورتیں بھی تھیں اگرچہ خوش قسمتی سے ان کی تعداد زیادہ نہ تھی اور جب یہ عورتیں اپنے مذہبی اعتقادات میں ضد کرتی اور ثابت قدمی دکھاتی تھیں تو جو سلوک اہل مراکو کیطرف سے انکے ساتھ ہوتا تھا وہ قابل بیان نہیں ہے۔ دیلا فی بیان کرتا ہے کہ ایک پرتگیز عورت معہ ایک لڑکے اور ایک لڑکی گرفتار ہوئی۔ جب اسکی لڑکی جوان ہوئی تو اس سے اس خوف سے کہ مبادا سلطان کی منظور نظر ہو جائے ایک ہسپانیہ کے رہنے والے نوجوان کے ساتھ اسکا نکاح کر دیا۔ مگر اس نکاح کی اجازت لینے کے واسطے لڑکی کی والدہ کو اپنا سارا مال ہی اسکو دینا پڑا جس کی وہ لڑکی خدمت کرتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین غلام شاہی سپاہیوں کے حوالہ کئے گئے کہ جو سلوک ان سے چاہیں کریں۔ ان غلاموں کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے فرار ہو جانے کی کوشش کی تھی مگر بعض عیسائی عورتوں نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر ان غلاموں کی جان بخشی کرائی۔

عیسائی غلاموں پر بڑی بڑی سختیاں ہوتی تھیں۔ چنانچہ مینا ٹ لکھتا ہے کہ معمولی خطا پر سولی کی سزا دیجاتی تھی۔ زندہ غلاموں کو آگ میں جلا دیا جاتا تھا اور کبھی کسی قسم کے شکنجہ عذاب میں انکو مبتلا کیا جاتا تھا۔ آدمیوں کے اوپر سے لدی ہوئی گاڑیاں چلائی جاتی تھیں بعض اوقات اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے۔ غلاموں کو ایک قطار میں ایک دیوار کے نیچے کھڑا کیا جاتا اور پھر اوپر سے وہ دیوار گرا دی جاتی تھی۔

۱۷۴۰ء

ان زمانہ میں باشندگان یورپ بازاروں میں بذریعہ نیلام اسیطرح فروخت ہوتے تھے جسطرح آجکل حبشی غلام اور مویشی کی خرید فروخت ہوتی ہے۔ چند سال بعد کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراکو میں بالکل اصلاح نہیں ہوئی۔ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قیمت سے فرار نہایت مشکل تھا۔ کیونکہ شاہی محافظ ہر بندر پر موجود ہوتے تھے اور جب تک کسی کے پاس راہداری وغیرہ نہ ہو۔

گذرنے اور جہاز پر سوار ہونے نہ دیتے تھے اور رات کو واسطے گھٹنے رکھے ہوئے تھے کہ کوئی قیدی اندھیرے میں فرار نہ ہو جائے۔ باوجود اسقدر احتیاط اور حفاظت کے معززین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ قیدیون کی خاصی تعداد فرار میں کامیاب ہوتی تھی۔

سزا

اول تو فرار کا موقعہ بہت کم تھا اور فراری کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر وہ کامیاب نہ ہوا تو پھر موت یا موت کے قریب قریب اس کی سزا ہوگی۔ یا اسکو اسقدر شلاق کیا جائیگا کہ الامان۔ یا کان کاٹ دیئے جائیں گے۔ یا اور طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوگا۔ باوجود اسکے لوگ فرار کو ترجیح دیتے تھے۔ جنگلون میں سے گذرنا ہوتا جہان ہر قدم پر درندون کا خطرہ تھا جو قیدیون کے آقاؤن کی نسبت زیادہ تر خونخوار تھے۔ فراری رات کو سفر کرتے تھے اور دن کے وقت چھپ رہتے تھے۔ اس طریق سے بہت سے لوگ فرار ہو کر یورپ میں پہونچے۔ اگر کوئی شخص ان غلامون کے فرار میں اعانت کرتا ہوا پکڑا جاتا تھا تو اسکو سخت سزا دیجاتی تھی بلکہ کسی شخص پر اسبارہ میں محض شبہ ہی ہونا اسکو سزائے موت دینے کے لئے کافی تھا۔ لاکن پھر بھی باشندگان مراکو ہی بوجہ طمع نفسانی ان فراریون کو امداد دیتے تھے۔

جب کبھی یہ امر ظاہر ہوجاتا کہ فلان غلام فرار ہونے کی کوشش کرتا تھا تو ایک طالب یا کاتب کو بلایا جاتا تھا وہ آکر غلام کی خوابگاہ پر کچھ پڑھتا تھا۔ اور اسکے سارے کپڑے لپیٹ کر ایک گٹھری میں باندھ دیئے جاتے تھے ایسا کرنے سے یہ مراد ہوتی تھی کہ غلام کبھی آزادی حاصل نہ کرسکے بعض اوقات غلامون کو اختیار دیا جاتا کہ وہ خود بازار میں جاکر اپنی قیمت کی بولی دیں اور اپنے آپ کو فروخت کرکے باوا ایکی زر فدیہ اپنی آزادی حاصل کرین یا ان کے رفقا کو خط لکھے جاتے تھے کہ اسقدر روپیہ جمع کرکے ادا کرو مگر اس صورت سے شاذ ونادر رہی کامیابی نصیب ہوتی تھی۔ بعد میں جب پادریون کی وہ نجات دہندہ جماعت پہونچی تو پھر انہون نے قیدیون کی رہائی کا بیوپار شروع کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان قیدیون کو چھوڑائیں۔ جو بہت دیر سے اس حالت میں ہیں لیکن اہل مراکو صرف ان قیدیون کو خلاصی دیتے تھے جو معمر اور ضعیف ہوگئے تھے یا بالفاظ دیگر جو محنت شاقہ کے قابل نہیں رہے تھے اس سے یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ بیچارے جوان آدمیون کی کیا حالت ہوگی اور ان کے دل میں کیا گذرتی ہوگی جب وہ خیال کرتے ہونگے کہ ابھی کسقدر

عرصہ تک انکو انتظار کرنا ہائی ہے۔

نومسلمان

کثیر التعداد قیدی غلام کئی سہولتون اور رعایتون کو مدنظر رکھکر مسلمان ہوجاتے تھے جنسے ان سے محنت شاقہ نہیں لیجاتی تھی بلکہ مزید بران انکو بعض حقوق بھی عطا ہوتے تھے لیکن وہ ہمیشہ کیلئے سلطانی رعیت بن جاتے تھے مگر بدین خیال کہ یہ لوگ بوجہ لالچ مسلمان ہوئے ہیں انکو لوگ اکثر بنظر حقارت دیکھتے تھے۔ البتہ سلطان اور دیگر حکام کسی کے مسلمان ہونے کے موقعہ پر بغرض ترغیب تحریص آیندہ خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ نومسلمون کا کوئی اسلامی نام رکھاجاتا تھا ان کو ملازمت مرحمت کیجاتی تھی اور ان کی شادی بھی کسی حبشی عورت کے ساتھ کردی جاتی تھی۔

سنہ ۱۶۹۰ء میں تقریباً دو ہزار قیدی جو مامورا میں گرفتار کئے گئے تھے وہ سب کے سب مسلمان ہوگئے اور منجملہ اٹھارہ ہزار قیدی کے جو مولائی اسمٰعیل نے کرایجہ میں قید کئے تھے۔ تقریباً چودہ ہزار نے اسلام قبول کیا۔ سنہ ۱۷۹۵ء میں جب یعقوب المنصور کو قیدیون کی کوئی ضرورت نہ رہی تو اس نے بعد محاربہ الرکوس پندرہ سو قیدی ہسپانیہ سے روانہ کئے۔ ان قیدیون کو امیر موصوف نے آزاد کرکے کہا کہ جہان ان کی مرضی ہو وہان سکونت اختیار کرسکتے ہیں۔ بربریون کو نکال دیا گیا تھا تاکہ نووارد اجنبیون کو جگہ ملے۔ چونکہ ان کی اقامت ماہ شعبان میں ظہور میں آئی اسواسطے بقول مراکوی مورخین یہ لوگ بھی شعبانی کہلانے لگے۔ بہت دیر تک تو یہ لوگ اپنے مذہب پر قایم رہے مگر بعد میں چونکہ ان کے درمیان کوئی پادری وغیرہ نہ تھے اس لئے بتدریج سب نے اسلام قبول کرلیا اور آہستہ آہستہ اہل وطن کے ساتھ کچھ ایسے مخلوط ہوگئے کہ وہان کے متوطنون اور انکے مابین کوئی امتیاز نہ رہا۔ مدت مدید تک یہ لوگ اپنی بہادری کیوجہ سے مشہور رہے۔ متذکرہ بالا واقعات سے اتنا تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ باشندگان یورپ کی حالت جنکو مراکو میں طوق غلامی پہنادیا جاتا تھا بہت بُری تھی اور مراکوی تاریخ میں یہ ایک بڑا بھاری دھبہ اہل مراکو پر رہیگا۔ لاکن یہ امر بھی اس جگہ تحریر کرنا بے محل نہیں ہوگا کہ بہ نسبت یوریپین غلامان کے حبشی غلامون کی حالت جنکو اہل یورپ نے اپنا غلام بنالیا تھا زیادہ تر بُری تھی۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اہل مراکو جو سختی عیسائی مسلمانون کے ساتھ کرتے تھے اس سے نصف سختی بھی انہون نے کبھی اپنے حبشی غلامون کے ساتھ نہیں کی۔

جو لوگ اہل یورپ میں سے مراکو میں اسیر ہونے رہے وہ یا تو ایسے ملاح تھے جو جہاز ٹوٹنے کے بعد اہل مراکو کے ہاتھ پڑ جاتے تھے۔ یا وہ جانباز سوداگر تھے جو منافع کی غرض سے ہر قسم کے خطرہ کا مقابلہ کرنے سے منہ نہیں پھیرتے تھے۔ فی الحقیقت اہالی یورپ کو مراکو میں زیادہ تر تکالیف اس وجہ سے ہوئیں کہ وہاں جاکر انکو بدوی سادہ زندگی بسر کرنی پڑتی تھی جسکے وہ عادی نہ تھے۔ علاوہ برین فراری کی ناامیدی اور حصول زر فدیہ کی مایوسی اور اسیر کنندگان کی زبان سے محض ناواقفیت یہ ایسے امور تھے جنکی وجہ سے یہ اسرا اگر انکو در اصل تھوڑی سی بھی تکلیف تھی تو اسکو بیس گنا محسوس کرتے تھے۔

خاص مدعا جسکے لئے یہ قیدی ملک میں روک لئے جاتے تھے فدیہ کا حاصل کرنا تھا اور رفتہ رفتہ دولتمند عرب غلاموں کا بیوپار کرنے لگ گئے ہوا سلئے سنہ ۱۸۰۰ء میں یہ تجویز ہوئی کہ ہر ایک غلام کی قیمت کی شرح خاص مقرر کیجائے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کو ان کی گورنمنٹ نے زر مخلصی دیکر آزاد نہ کرایا انکو مقامی حکام نے خرید کیا اور جبتک گورنمنٹ متعلقہ نے بذریعہ ادائیگی روپیہ انکی مخلصی خریدی وہ وہاں ہی پڑے رہے اب حالات بہت کچھ تبدیل ہو گئے ہیں اور اس قسم کا سلوک اہالی یورپ کے ساتھ صرف انہی اضلاع میں ہوتا ہے جو دار الخلافہ سے بہت فاصلہ پر واقع ہیں اور جو حکومت سلطان کے برائے نام ماتحت ہیں اگر اہالی یورپ ریف وغیرہ میں اب پکڑے بھی جاتے ہیں تو دار الخلافہ میں بحراست روانہ کئے جاتے ہیں اور حسب ارشاد سلطانی عملدرآمد کیا جاتا ہے۔

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ کسقدر غلاموں کی مخلصی کرائی گئی تھی:-

سال عیسوی جس میں مخلصی دلائی گئی	نام ان اشخاص کی جنہوں نے مخلصی حاصل کی	تعداد غلامان جو رہا کرائے گئے	کیفیت
سنہ ۱۲۵۵ء	گلبرٹ وایڈورڈو	۳۶۰	
×	پیٹرک ولیم	۵۹۰	
سنہ ۱۳۰۷ء	ریمنڈ البرٹ	۳۰۰	
سنہ ۱۳۱۳ء	گلرموگرا ودکلادی	۲۳۶	
سنہ ۱۳۳۸ء	سن ر افسس جوبن دی نوکا	۱۱۶	
سنہ ۱۳۴۲ء	و	۱۵۰	
سنہ ۱۴۰۲ء	جوہن دی برن و برنارو وارنس	۲۵۸	

سال عیسوی جس میں خلاصی دلائی گئی	نام ان اشخاص کے جنہوں نے خلاصی حاصل کی	تعداد غلامان جو رہا کرائے گئے	کیفیت
سنہ ۱۴۰۸ء	ولنس ڈی فودرکا	۱۰۴	
—	سورن ڈی پیرس		
سنہ ۱۴۱۸ء	ایضاً	۱۴۰	
سنہ ۱۴۳۱ء	گونزی مارٹی نیز	۲۹۹۴	
سنہ ۱۴۴۷ء	یوس ڈی مرفسٹو بارمولو لوسیو گوریہ	۱۸۹	
سنہ ۱۴۵۰ء	انفانسر ڈی ولورڈی	۱۱۴	
سنہ ۱۴۹۰ء	پیری ایوکاردو و جین لی ڈلسیو	۲۰۴	
سنہ ۱۵۱۷ء	انٹانیو ڈی نیبرڈس و فیاس ڈی کاردوا	۱۰۶	
سنہ ۱۵۱۹ء	ڈیوگوری گیانگوس	۵۰۰	
سنہ ۱۵۲۹ء	کارسیا ڈی فینزر	۸۹	
سنہ ۱۵۴۳ء	گبریل ڈی اینڈراد و الیسی ڈورو ڈی سولا	۱۲۶	

سنہ ۱۵۰۵ء میں شہر فاس میں ایکہزار قیدی تھا اور سنہ ۱۵۶۶ء میں مراکش میں تقریباً دو ہزار سنہ ۱۶۲۶ء میں دو ہزار عورت کی جانب سے ایک درخواست گورنمنٹ انگریزی کے پاس پہونچی جسکا مضمون یہ تھا کہ ہمارے شوہر مراکو میں قید اور غلامی کی ذلت میں گرفتار ہیں۔ کوئی دس سال بعد ایک عرضداشت منجانب ایک ہزار عورت اسی مضمون کی وصول ہوئی۔ سنہ ۱۶۴۱ء میں طیطوان میں تخمیناً تین ہزار سے چار ہزار۔ مراکش میں پانچہزار سے چھ ہزار تک۔ اسیلہ میں پندرہ سو سے دو ہزار تک اور فاس میں تقریباً پانچہزار عیسائی غلام تھے اس تعداد کے علاوہ اور بھی عیسائی غلام ملک کے اندرونی حصہ میں تھے۔ سنہ ۱۷۵۶ء میں پادری جارج وجے جہ آبرنٹ نے ۷۳ غلاموں کو زر خلاصی ادا کرکے رہا کرایا۔ بعد میں ۱۶ غلاموں کو رہائی ہوئی اور سنہ ۱۷۸۰ء میں ۴۲۱ رہا کرائے گئے۔ رفتہ رفتہ غلاموں کی تعداد ملک سے گھٹتی گئی اور سنہ [illegible]ء

میں بہت تھوڑی تعداد باقی رہگئی تھی اور اسی سال سلطان نے جسقدر عیسائی غلام تھے انکو مراکوی قیدیوں کے ساتھ جو ممالک یورپ میں تھے - تبادلہ کرنے کی غرض سے بھیدیا۔

باب (۱۵) پانزدہم

عیسائیت اور مراکو

یہ ایک عام قیاس ہے کہ ایک زمانہ میں مراکو میں عیسائی گرجا موجود تھا اور عیسائی مذہب وہاں اچھی رونق حاصل تھی لیکن جب تحقیق کیجاتی ہے تو اس قیاس کی تائید میں کوئی معتبر شہادت نظر نہیں آتی اور جو دلایل اس قیاس کی تائید میں پیش کی گئی ہیں وہ ناکافی ہیں اور قابل پذیرائی نہیں۔ مرسر کا قول ہے کہ ایک یہودی سینٹ مارک اس ملک میں وارد ہوا۔ اور اپنے مذہب کی تلقین کرتا ہوا اسکندریہ میں پہونچا۔ وہ سنہ ۴۰ سے سنہ ۶۸ تک وعظ وغیرہ کرتا رہا۔ اور اس نے چند گرجوں کی بھی بنا ڈالی۔ مگر ان سب امور کا کوئی بھی ثبوت نہیں ہے اور اگرچہ جزوی کامیابی عیسائیت کو مشرقی افریقہ کے صوبجات میں جو اہل روم کے زیر حکومت تھے حاصل ہوئی بھی ہو تاہم اتنا بلا شک وشبہ کہا جاسکتا ہے کہ عیسائیت کے پاؤں مراکو میں نہیں جمے - یہ امر بھی اغلب ہے کہ اہل روم میں سے بعض عیسائی مذہب رکھتے ہوں چنانچہ ایک کس مسمی مارسیلس اسواسطے قتل کیا گیا تھا کہ اس نے اس بنا پر کہ وہ عیسائی ہے شہنشاہ کے سالگرہ کے موقعہ پر بعض بُت پرستی کی رسوم ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کیسی اس کو بھی قتل کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ رجسٹرار تھا اور اس نے بوجہ عیسائی مذہب کا پیرو ہونے کے فتوے سزا تحریر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اکثر اوقات عیسائی پادریوں کا ذکر اس زمانہ میں سُنا گیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں گرجے بھی تھے۔

زمانہ اسلام

اسلام کے زمانہ ابتدائی میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فاتحان عرب نے کثیر التعداد عیسائیوں کو مغلوب کیا لیکن یہ عیسائی معلوم ہوتا ہے کہ[۵۱] ایسے ہی اہل وطن تھے جیسے کہ یہودی تھے جسکو انہوں نے اسی زمانہ میں مطیع کیا تھا۔ علاوہ ازین ایک بات یہ بھی ہے

[۵۱] ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب فرنگیوں نے اہل بربر کو مطیع کیا تو انہوں نے ان کو اپنا ہم مذہب

جس سے مغالطہ پیدا ہوا ہوگا کہ مورخین مراکو ان تمام اشخاص کو جو نہ مسلمان تھے اور نہ یہودی بلا امتیاز عیسائی کہتے چلے گئے ہیں جو تاریخ اہلِ اسلام کے حملوں سے متعلق ہے اس سے اس وقت کے کفار کی نسبت جو اکثر اہلِ وطن تھے کچھ بھی حال منکشف نہیں ہوتا۔

سنہ ۱۳۰۹ع کی تحریرات سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ ملک بغیر مقابلہ کے مفتوح ہوگیا تھا کیونکہ عیسائی گرجے اب تک نظر آتے ہیں۔ اگرچہ اب صرف کھنڈرات ہی کھنڈرات ہیں۔ فاتحان نے صرف اسی بات پر اکتفا کیا کہ ہر ایک گرجا کے بالمقابل ایک مسجد تعمیر کردی۔ مگر اس مورخ نے جو کچھ لکھا ہے ٹیونس کی نسبت ہے۔ اس لئے اسکا بیان ملک مغرب سے متعلق نہیں ہے۔ اس خصوص میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کہ مراکو میں عیسائی مذہب کا دور دورہ رہا ہے۔ بعض مورخین نے ارقام کیا ہے کہ باشندگان بربر اعتقادات مذہبی میں عیسائیت کا شائبہ نظر آتا ہے لیکن اسکی ممکن وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ چونکہ عیسائی غلام اس ملک میں مدت مدید تک رہا کئے اسواسطے اہلِ ملک کچھ نہ کچھ ان سے متاثر ہوگئے ہونگے اور بھی کئی ایک اس قسم کے ماخذ ہیں جن سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ یہاں کبھی عیسائی مذہب کا دخل تھا۔ مثلاً مختلف مقامات کے نام ایسے ہیں جن سے یہ امر واقعہ مفہوم ہوتا ہے اور پرانی عمارات کے متعلق جو قصے کہانیاں زبان زد خلائق چلے آتے ہیں وہ ایک سماعی شہادت کا کام دیتے ہیں[1]۔

(حاشیہ صفحہ ۹۴) بھی اختیار کرلیا اور اہلِ اسلام کے وقت تک وہ ان کے مذہب کے پیرو رہے۔ گیا نگوس کہتا ہے کہ اہل بربر بالکل جاہل تھے بعض ان میں سے عیسائی تھے لاکن اکثر لوگ بت پرست تھے مگر باشندگان کی زیادہ تعداد یہودی مذہب کو مانتی تھی۔

[1] مسٹر ڈیلیوڈی۔ راک فیلر تحریر کرتا ہے کہ کمناس میں اب تک بھی عیسائیت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہاں کی عورتیں روز یکشنبہ کو متبرک خیال کرتی ہیں اور اسدن روزانہ کام کاج نہیں کرتیں۔ مس کو پیرگ تحریر کرتی ہے کہ شمالی افریقہ میں میں نے چند عورتیں دیکھیں جنکی کلائیوں میں صلیبی نشان لگا ہوا تھا اور کچھ الفاظ بھی سریانی زبان میں بنائے ہوئے تھے مگر وہ عورتیں ان نشانوں کی اصلیت سے محض ناواقف تھیں۔ اس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ان کے بزرگ عیسائی تھے اور مسلمانوں کی آمد پر انکو مجبوراً اسلام قبول کرنا پڑا۔ مگر انہوں نے اپنی اولاد کو یہ امتیازی داغ دیدیا کہ شاید کوئی وقت آئے تو ان کو کوئی اپنے پرانے مذہب کی طرف رہنمائی کرے۔

اب پھر سولھوین صدی کے اوایل میں پادری لوگ مراکو میں آنے شروع ہوئے۔ جبکہ فرانسس آوف اسیسی کے ایک گشتی خط نافذ کیا جسپر پادری ملا دنیا کے مختلف حصون میں منتشر ہو گئے۔ بعض ان میں سے ہسپانیہ میں وارد ہوئے۔ وہان انجیل کا وعظ شروع کیا جسکی پاداش میں وہ قید کئے گئے۔ مگر قیدخانہ بھی ان کی زبانون پر کوئی روک پیدا نہ کر سکا اور قیدخانہ سے صرف وہ موت کا فتویٰ بھگتنے کو لیئے باہر لائے گئے۔ دیگر پادری بسرکردگی فرانسس اوف اسیسی مراکو میں پہونچے۔ لیکن رستہ سے اُنکو روم میں واپس بلا لیا گیا۔ بادشاہ پورتگال کا بھائی نووارد پادریون پر بہت مہربانی کرنے لگا۔ اسوقت ہسپانیہ کا حاکم امیر یوسف سوم تھا۔ دو دفعہ ان کو سیئٹہ کو روانہ کیا گیا تاکہ وہان ہسپانیہ میں جا پہونچیں۔ مگر ہر دو دفعہ انکو مراکش میں واپس آنا پڑا جہان ان کا جوش کسی صورت سے فرو نہ ہوا حتیٰ کہ موت نے ہی اسے ٹھنڈا کیا۔

بقول فرے۔ دی۔ ایل یورٹو یہہ پادری تعداد میں چھ تھے ان میں اس قدر جوش بھرا ہوا تھا کہ انہون نے امیر مراکو کے حضور میں اپنی دعوت مذہبی شروع کر دی۔ امیر کو سخت غصہ آیا اُس نے حکم دیا کہ ان کو سنگسار کر کے قتل کر دو اور ان کی لاشیں جلا دی جائیں مگر لوگون کے دلون پر اسکا برا اثر ہوا۔ وہ ان پادریون کو ولیون میں شمار کرنے لگے۔ مگر بعد ازان امیر مراکو بھی پچھتایا اس نے خیال کیا کہ یہ اشخاص بے گناہ تھے۔ بنابرین اُس نے ہر ایک کی یادگار میں ایک ایک گرجا تعمیر کرنے کی اجازت دی۔ گویا امیر نے یہ اجازت بطور کفارہ کے دی۔ ان واقعات کی نسبت کوئی تحریر نہیں ہے۔ البتہ مراکو میں اس واقعہ کے متعلق ایک تحریر پائی جاتی ہے۔ ان پادریون کی لاشیں پورتگال میں روانہ کی گئیں جہاں ۱۴۸۱ء میں ان کا نام مذہبی مجاہدین کی فہرست میں درج کیا گیا۔ دوسرے سال سات شخص جو بڑے دل چلے تھے وارد ہوئے۔ سیئٹہ میں ان کو قتل کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی لاشیں مراکش میں پہنچائی گئیں۔ بعد میں پورتگال میں لائی گئیں اور ان اشخاص کے نام بھی ۱۵۱۶ء میں فہرست مجاہدین مذہبی میں ایزاد کئے گئے۔

لہ جدلو جیدلکھتا ہے کہ تمام ملک میں جو موحدین کے زیر حکومت تھے ایک گرجا بھی بنانے کی اجازت نہ دیگئی تمام یہودیون نے اسلام قبول کیا مسجد میں نمازیں ادا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو قرآنی تعلیم دیتے تھے تاہم یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ دہون کی جانتے والا اللہ تعالیٰ ہے نہیں معلوم کسی کے دل میں کیا ہے اور کسی کے مکان کے اندر کیا ہو رہا ہے۔

۱۲۲۵ء

بعد ازاں ان پادریوں کا انتظام جو مراکو میں بغرض دعوت مذہب عیسوی بھیجے جاتے تھے روم پاپائی کے سپرد ہو گیا اور ۱۲۲۶ء میں ہونوری آئین سوم نے ایک فرمان بدیں مضمون نافذ کیا کہ جملہ پادریان مراکو اپنے قواعد کی ترمیم کریں۔ ڈاڑھی حسب رواج ملک رکھیں۔ لباس میں تبدیل کریں اور خیراتی کاموں کے واسطے روپیہ ہمراہ رکھیں۔

بشپ اول

اس جدید انتظام کی وجہ سے تاریخ مراکو میں ایک بھاری تغیر ظہور میں آیا۔ اور گریگوری ہفتم نے پہلی دفعہ اگنلس کو بعہدۂ بشپ پر ممتاز کیا۔ یہ تقرر شدہ پادری دو خط بھی ہمراہ لایا۔ یہ خط اوربس ثالث (المامون) کی طرف تھے۔ ایک خط میں مذہب عیسوی کے اصول بیان کئے گئے تھے اور دوسرے میں خلیفہ کو عیسائی مذہب قبول کرنے کی دعوت کی گئی تھی۔ خلیفہ تو گذشتہ سال فوت ہو چکا تھا اور ہر دو خط اسکے بیٹے رشید اول کو جسکی والدہ عیسائی تھی پہونچے۔ رشید اس پادری کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا جسکے جلد ہی اسقف اعظم نے ایک شکریہ کا خط خلیفہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

اگنلس کی وفات پر لوپس مقرر ہوا۔ پوپ نے لوپس کو بھی ایک خط لکھا اس میں علی رابع کو عیسائیت کی طرف دعوت کی گئی تھی اور اس میں بڑے وعدے کئے گئے تھے کہ اسکی سلطنت کی حفاظت کی جاوے گی اس کے مخالفوں کا اچھی طرح تدارک کیا جائیگا وغیرہ وغیرہ۔

اب پادریوں کا امیر کے دربار میں بہت رسوخ ہو گیا تھا چنانچہ امیر کیطرف سے اہل فاس کے ساتھ مصالحت کرنے کے واسطے بھی جو لوگ مقرر کئے گئے تھے ۱۲۷۶ء میں تیسرا بشپ ہینکس مقرر ہوا۔ اس سے سو سال بعد کی تاریخ کچھ مسلسل نہیں ہے مختلف اشخاص مقرر ہوتے رہے۔ بعد ازاں عملی طور پر عہدۂ بشپ سبتہ میں ہی محدود ہو گیا اور پھر اس عہدہ پر اہل ہسپانیہ رہے یا اہل پرتگال مقرر رہے۔ ۱۴۸۶ء میں اٹلی کا ایک شخص مراکو میں دبیر پادری مقرر ہوا۔ آخر کی دو صدیوں میں پادریوں کو کبھی کامیابی بھی حاصل ہو جاتی مگر اکثر اس کوشش میں جان سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ یہاں دو شخصوں کا بالخصوص ذکر کیا جاتا ہے یعنی گلبرٹ اور ایڈورڈ یہ دونو اہل فرنگ میں سے تھے اور مراکش میں مار ڈالے گئے۔ ۱۲۲۶ء میں بیٹرک اور ولیم زندہ جلا دیئے گئے اور ۱۳۳۹ء نکلس فرنی اور سکوسٹر جو انگلستان کے رہنے والے تھے مراکش میں قید کئے گئے۔

دو صدی بعد انہونی آفت سینٹ میری نے جو آیرلینڈ کا باشندہ تھا انکار کر دیا کہ جب تک کوئی دوسرا آدمی اسکی جگہ نہیں آئیگا وہ مراکو نہیں چھوڑیگا۔ بنابرین غلامان یورپ نے ایک شخص کو جو مراکو کا رہنے والا تھا بدین غرض ارسال کیا کہ وہ الجزایر جا کر کوئی پادری لے آئے اور جسقدر روپیہ اس میں صرف ہو لگادے۔ گویا جس قیمت پر پادری حاصل ہو سکے خرید لائے

۱۲۰۹ء تا ۱۲۳۱ء — اس کے بعد بھی پادری لوگ مراکو میں اپنے مذہبی فرایض ادا کرنے کی غرض سے آتے رہے۔ بعض کی قسمت میں قید لکھی تھی۔ بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو غیر ملک سے خارج کر دیا گیا۔ ۱۸۸۶ء میں سب پادری جلاوطن کئے گئے اور سپٹہ کو روانہ کئے گئے۔ لیکن ان پادریوں سے بڑی بڑی معاملات میں امداد بھی لی جاتی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معتبر اور ممتاز لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ فرانس اور ہسپانیہ کی طرف سے تو پادری لوگ سفارت پر مراکو میں اکثر روانہ کئے جاتے تھے مگر سلطان مراکو کیجانب سے بھی دول یورپ کی طرف سفیر ہو کر کئی دفعہ گئے ہیں۔

مذکور ہے کہ ۱۶۹۰ء میں پادریوں کو سلطنت مراکو میں گشت کرنے کی اجازت عطا ہوئی اور ۱۷۱۰ء میں ان کا اسباب محصول سے مستثنےٰ کیا گیا۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ پادریوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ عیسائی لوگوں کے تنازعات خود فیصل کیا کریں۔ پادری لوگ مراکو میں اپنی مذہبی دعوت میں سر توڑ کوشش میں لگے رہے اور اس میں اکثر ان کو اپنی جانیں بھی توڑنی پڑتی تہیں۔ چنانچہ کئی پادری قتل کئے گئے کئی ایک سنگسار ہوئے بالفاظ دیگر جو کوششیں مراکو میں عیسائیت کی دعوت میں ہوئیں وہ شاید ہی کسی اور ملک میں ہوئی ہونگی۔ مراکو بڑی جانفشانی سعی کا نظارہ بنا رہا ہے۔ چنانچہ چودھویں صدی کے اخیر میں جو لیوڈی پورٹو فاس میں قتل ہوا۔ چل اگوان ان بلو میں بیٹرالینس اور جو آن ول پریڈ وسے موت کا ذایقہ وہاں ہی چکھا۔

عجیب خوش اعتقادی — فرانسسکو ڈی ایل پورٹو کا بیان ہے کہ اکثر لوگوں نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا کہ جو آن ول پریڈ پر آسمان سے فرشتے اترے یہان تک کہ فرشتوں کی آوازیں سنائی دیتی تہیں۔ اس شہید یدین کے مزار پر عجیب قسم کے آگ کے شعلے دکھائی دیتے تھے اور اسکی قبر پر شبنم پڑتی تھی حالانکہ

گرد اگرد بالکل زمین خشک نظر آتی تھی۔ آخر کار اسکی نعش نکال کر ہسپانیہ میں لیگئے
پر موٴرخ افرد بھی اسی قسم کی کرامات پیریڈو کی طرف منسوب کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے
کہ پیریڈو اور اسکے ہمراہیون کو پکا پکایا کھانا جنگل میں جابجا پایا گیا۔

سنہ ۱۵۷۸ء

جو پرتگیز القصور کی لڑائی میں قید ہوئے۔ ان میں ایک شخص ٹامس فری اندیڈا
نامی تھا جب اسکی زر فدیہ ادا کرکے اسکو رہائی دلائی گئی تو اس نے کہا
کہ خواہ میں یہان بحالت قید رہون اور خواہ بحالت آزادی میں مراکش سے جانے کا
نہیں میں ان قیدی بھائیون کے پاس رہنے کو ترجیح دیتا ہون۔ اس ٹامس نے قید خانہ
میں ایک کتاب لکھی جسکا نام ٹرابہوس ڈی جیسس ہے نیز سینٹ آگسٹین کے حالات
زندگی قلمبند کئے۔ یہ ایک کھیل تھی اور بزمی کا تماشا مراکو کیا گیا۔ بہت نومسلم اسکے
پھر عیسائی ہوگئے۔ اور اس تبدیل مذہب کی بنا پر پیڈرو۔ نو آمدو المعروف قاید احمد
کو مصلوب کیا گیا۔ ایک شخص کی نسبت جو دراصل موئیر تھا مرقوم ہے کہ جب اس نے عیسائی
مذہب قبول کیا تو اسپر موت کا فتویٰ صادر ہوا۔ اور اسکو مہلت دی گئی کہ شاید
وہ دین اسلام کیطرف پھر رجوع کرلے۔ مگر وہ اپنے ارادہ میں اسقدر پکا رہا کہ جو خون
اسکے زخم سے نکلتا تھا وہ اسکو اپنے سر پر ڈالکر کہتا تھا کہ چونکہ ابھی تک بپتسما
نہیں لیا اسکے گواہ رہو کہ یہ خون اسکے قائمقام ہے۔ وہی موٴرخ تحریر کرتا ہے۔ کہ
ایک بوڑھا شخص جو اپنی قطع و وضع سے بالکل وحشی دکھائی دیتا تھا۔ ایک روز جمعہ کو جب
امام منبر پر سے اٹھا تو وہ منبر پر چڑھ گیا اور باآواز بلند عربی میں کہا کہ مسیح اب تک
زندہ ہے اور حکومت اور تسخیر کرتا ہے پھر دنیا میں آئیگا۔ باقی جو کچھ ہے محض فضول ہے
یہ کہکر منبر سے اُتر رفوچکر ہو گیا۔

اگرچہ لوگون کو مذہب عیسوی کیطرف دعوت کرنے میں کوشش بلیغ کیگئی اور اس سعی
میں بہت سی جانیں کام آئیں تاہم اس امر کا تخمینہ لگانا قریب ناممکن ہے کہ کس حد تک
یہ کوشش مشکور ہوئی اور کہان تک یہ جان نثاریان بار کامیابی لائیں۔ ہیہ مثالیں تو
کہیں کہیں نظر آتی ہیں کہ کئی مراکوئی اشخاص نے مذہب عیسوی قبول کیا لیکن دیسی
گرجا کی بنیاد وہان کبھی نہیں رکھی گئی اور جن اشخاص کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہون
نے مذہب عیسوی کو قبول کیا ان میں زیادہ تعداد ایسی دکھائی دیتی ہے جنہون نے

تبدیل مذہب دین برحق خیال کرکے بلکہ اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھکر کیا۔ الونسٹ چہارم نے مجاہدین سینٹ جیمس کو کہا کہ امید ہے بادشاہ آسمٰعیل (اسمٰعیل) مذہب عیسوی اختیار کریگا۔ مگر اس قسم کی امید کے واسطے کوئی وجہ موجہ ظاہر نہیں کی گئی مسطور ہے کہ شاہی خاندان سے کوئی ایک شہزادہ عیسائی ہوئی اور ان کی نسبت جو حالات بیان کئے گئے ہیں وہ خالی از دلچسپی نہیں ۔۔

مولائے العربی اور مولائی محمد التازی نے جن سے مقدم الذکر مولائے رشید کا برادر زادہ تھا۔ لرایچ میں آکر پناہ لی۔ مولائی العربی بعد ازاں ہسپانیہ میں چلا گیا اور پورتو سنتا دیریا میں اسکو بپتسمہ دیا گیا اور اسکا عیسائی نام آگسٹین ڈی کروا رکھا گیا اور وہ مونک (فقیر) بن گیا۔

۱۶۸۹ء

ایک خط نقلی (نام کتاب مصنفہ ڈاکٹر برون) میں درج ہے اس خط کے لکھنے والے کا نام معلوم نہیں ہے۔ یہ ایک قسم کا گمنام خط ہے اس میں تحریر ہے کہ شاہ مراکو کا بیٹا جب براہ تری مکہ کو جارہا تھا تو مالٹا کے عیسائی مجاہدین نے اسے گرفتار کر لیا۔ شہزادہ ایک ہزار کرون ٹونس کے بے سے قرضہ لیکر فدیہ ادا کرکے قید سے رہائی حاصل کی بعد ازاں عیسائی ہوگیا۔ اسکا عیسائی نام بالتھازر ڈی لیو لاڈی مندیر رکھا گیا اور جسنیا میں پادری مقرر ہوا۔ اس خبر کے سننے سے اسکی ملکہ سخت بیمار ہوگئی اور اسی صدمے سے راہی ملک بقا ہوئی اور اسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اس وقت اسقف اعظم الگزینڈر ہفتم تھا شہزادہ مراکو کا نے پھر وعظ کہنا شروع کیا اور اس وعظ کے اثر سے ایک سو پچاس ترک عیسائی ہوگئے اور بعض اسلام نے بھی مذہب عیسوی قبول کر لیا اور فلاڑانس میں بپتسمہ دیا گیا۔

بعد ازاں ٹورس میں وعظ کرتا رہا۔ لوگ اسکو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں وہ تارک الدنیا تھا۔ اور دو بھاری سلطنتوں فاس اور مراکو کو لات مار چکا تھا۔ اول وہ عرب الہند میں عیسائی مذہب کی منادی کرتا رہا اس کے بعد میں سلطنت مغلیہ کا کوچ کیا۔ مولائے الشیخ کے ایک بیٹے نے اور مولائے اسمٰعیل کے ایک نبیرہ نے مذہب عیسائی اختیار کر لیا تھا۔ اور موخر الذکر نے لوکیں پانزدہم کو ارقام کیا کہ آپ میرے مذہبی باپ بنیں۔

سنہ ۱۶۳۷ء

عام لوگ جو عیسائی ہو گئے تھے ان کا اس مقام پر ذکر محض طوالت ہو گی۔ پیدرو ڈ
لکھتا ہے کہ ایک شریف جو گورنر آزمور کا بھائی تھا عیسائی ہو گیا تھا اور میڈرڈ میں اسے
بپتسما دیا گیا۔ اسیطرح مذکور ہے کہ ایک مسلمان مراکو کا باشندہ عیسائی ہو گیا تھا
کیونکہ یہ شخص نابینا تھا اور پرنس فرنڈو کی نعش سے چند خون کے قطرے جو اس کی
آنکھوں پر پڑے تو وہ روشن ہو گئیں۔ بقول ٹوڈس فرنڈو پرنس آوف پورتگال
پرتگال میں رہا گیا تھا اور جب اس نے وفات پائی تو اس کی نعش فاس جدید کی
دیواروں پر لٹکائی گئی چونکہ وہ نابینا شخص جسکو اس صورت سے بینائی حاصل ہو گئی تھی عیسائی
ہو چکا تھا اس گناہ میں اسکو قتل کر دیا گیا اور شہر کے باہر اُسے مدفون کیا گیا اس
مزار کی وہان کے لوگ بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ کیپوشن فادرز کی قبور کی اہل
مراکو قبور اولیا کی سی تعظیم کرتے تھے۔

کئی ایک یہودیوں نے بھی عیسائی مذہب اختیار کیا تھا۔ آخر نوبت شکایت رسید
جب سلطان کی طرف سے حکم نافذ ہوا کہ اہل یہود کو اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہیے۔ اگرچہ
یہ حکم بعد مذہب اسلام قبول کرنے تک ہی محدود کیا گیا۔ ومنیں اوسیورن دو

سنہ ۱۴۰۸ء

بیادسیاں نجات دہندہ کے ہاتھ پر ایک ربی یعنی مجتہد حضرت مسیح پر ایمان لایا۔
ایک اور یہودی مجتہد نے جسکا نام سیموئیل مار وشنیس تھا عیسائی مذہب قبول کیا۔

سنہ ۱۶۲۷ء

اسکے حالات بہت دلچسپ ہیں اس نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں عیسیٰ کے مسیح
ہونے پر دلائل پیش کئے۔ ایک تیسرا ربی پیرس میں صرف درس تدریس عبرانی کے
سلسلے آیا۔ علیٰ ہذا القیاس اہل یہود عیسوی مذہب قبول کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں
جو بہت مدت نہیں گذری کہ واقع ہوئیں۔

عیسائیون کے گرجے

مراکو میں سب سے اول ایک گرجا مراکش میں تعمیر ہوا۔ اس گرجا
کے تعمیر ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ شاہ سپین نے ادریس المامون
کو اس شرط پر کمک دی تھی کہ مراکش میں ایک گرجا بنانے کی اجازت دیجائے۔ لیکن
چند سال بعد یحییٰ نے جو ادریس المامون کا مقابل تھا اس گرجا کو مسمار کر دیا۔ نہ صرف
اس گرجا کی قسمت میں مسماری تھی بلکہ تمام عیسائی عمارتیں منہدم کی گئیں۔ مگر مراکش
میں گرجا از سر نو تعمیر کیا گیا۔ اس گرجا میں ایک عجیب کی بات یہ تھی کہ اس میں

بہت تصویریں اور بت[1] وغیرہ رکھے ہوئے تھے جن کی وجہ سے اہل مراکو نے اسے لوٹ
لیا۔ ایک خانقاہ اور ایک ہسپتال کی بھی بناڈالی گئی تھی۔ اور مولائے احمد الشیخ کے حکم [سنہ ۱۶۵۳ء]
سے ان تمام عمارات کا قبضہ فرین کسکن کو دیا گیا۔ بعد ازاں ان عیسائی کشیشان [سنہ ۱۶۶۳ء]
کو عبد الکریم بن ابو بکر نے وہاں سے نکال دیا۔ خانقاہ مسمار کی گئی۔ عیسائی نذ اوفی
ایک یہودی کے مکان میں پناہ لی اور وہاں چھپے رہے کہ قصبہ میں ایک گرجا
تعمیر کرنے کی اجازت ہو گئی۔

اس قسم کے واقعات کا یہ نتیجہ ہوا کہ کشیشون کو فاس اور طیطوان میں جانا پڑا
اور ان کا جو کچھ مال و اسباب جایداد وغیرہ تھی وہ ارمنی سوداگرون کے پاس جو
رومن کیتھولک تھے چھوڑ گئے۔ ان لوگون نے کبنی کوششون سے شمالی دار الحکومت
میں بھی ایک گرجا کی بناڈالی۔ لیکن چونکہ مولائے اسمٰعیل نے مکناس میں رہایش اختیار کر
لی اس لئے کشیشون کو یہان سے بھی نقل مکان کرنا پڑا۔ ابتدا میں تو ان لوگون
سے خاصہ سلوک ہوتا رہا اور ہر قسم کے حقوق ان کو عطا کئے گئے تھے اور ان کو ہر
طرح آزادی حاصل تھی کہ حتی الامکان قیدیون کی بہتری کے لئے کوشش کریں۔ جو
گرجا اہل ہسپانیہ کی طرف سے قایم کیا گیا تھا اُس میں کئی قسم کے باجے رکھے ہوئے
تھے۔ گانے والون کو فرشتون کا سا لباس پہنایا ہوا تھا مگر مولائے اسمٰعیل نے [سنہ ۱۶۹۳ء]
حکم دیا کہ گرجا میں سے تمام بُت نکال دیئے جائیں۔ سلطان کے خیال میں بہت
منحوس تھے اور ان کی وجہ سے ملک میں خشکسالی عاید ہوتی تھی۔

ادہر جون ہی آمسیلمہ قورسانی کا خاتمہ ہوا۔ اور غلامون کی سوداگری محدود [سنہ ۱۷۵۰ء]
ہوئی ادہر عیسائی لوگ ملک کے اندرونی حصص سے نکل نکل کر سواحل کیطرف
رُخ کرنے لگے۔ فاس اور مکناس جیسے مقامات کو ترک کر دیا۔ جب موگیدار تعمیر ہوا
تو وہان ایک گرجا کی بھی بناڈالی اور وہ گرجا سنہ ۱۸۱۲ء تک موجود رہا یہ اس جگہ واقع
تھا جہان اب قونصل ہسپانیہ رہتا ہے۔ عیسائی راہب ایک گرجا اور ایک خانقاہ [سنہ ۱۸۵۹ء]

---

[1] جب لرایچ فتح ہوا تو وہان میں کشیش اور کنواریون کے چار بت برآمد ہوئے
وہ مکناس میں لائے گئے۔ مولائے اسمٰعیل نے ان پر تھوکا اور ان کی بیحرمتی کی۔ آخر کار ہر ایک
کے ساتھ ایک نفر مراکو کی تبادلہ کر لیا۔ اور ان بتون کو ہسپانیہ بھیجدیا۔

سنہ ۱۸۶۹ع

واقع طیطوان پر جنگ ہسپانیہ کے وقت سے قابض چلے آتے ہیں اور دیگر مقامات میں بھی مثلاً کیسا بلقا۔ مزاگان اور موگیدار میں چھوٹے چھوٹے امدادی گرجے قایم کئے گئے۔ نیز رباط۔ آصفی اور لرایچ میں امدادی گرجے کھولے گئے ۱۸۹۵ء میں مزاگان میں ایک نیا گرجا قایم کیا گیا۔ فرین کسکن پادری بھی مراکو میں پائے جاتے تھے چونکہ یہ لوگ نرم دل۔ صاحب علم۔ دیانت دار۔ اور پرہیزگار تھے اسواسطے ملک میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

سنہ ۱۷۹۶ع

ان میں پادری لرچندی ایک نہایت مشہور شخص گذرا ہے اس نے مراکو کی عربی پر ایک کتاب لکھی ہے۔ کیوٹا میں اس نے وفات پائی۔ طنجہ اور طیطوان میں گرجے موجود ہیں۔ ان گرجون کے متعلق مدرس بھی ہیں جن میں لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ مگر طنجہ میں ایک لڑکیون کا مدرسہ بھی ہے۔ طنجہ میں ایک ہاسپٹل بھی ہے جہان کشیش اور چند دیسی طلب کی تعلیم پاتے ہیں۔ اسکے تمام مصارف گورنمنٹ ہسپانیہ برداشت کرتی ہے۔ اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک گھنٹہ بجانا ایک معیوب امر ہے اور وہ اسسے نہایت نفرت کرتے ہیں اور عہدنامجات میں ہمیشہ اس کے برخلاف ایک شرط اندراج پاتی رہی مگر یہان گھنٹہ بجانے کی اجازت ہے اور غالباً یہ استحقاق اسوقت کا عطا کیا ہوا معلوم ہوتا ہے جبکہ عیسائی سپاہی کرایہ پر لئے گئے تھے۔

معاہدہ نسبت حقوق جماعت پادریان۔

وادی الراس کے عہدنامہ کے روسے جو جنگ ہسپانیہ کے بعد تحریر ہوا پادریون کو بہت سے حقوق حاصل ہوگئے اور دیگر اقوام کے پادریون کو بھی ویسے ہی حقوق حاصل ہیں۔ معاہدہ کا متنازعہ فیہ جزو حسب ذیل ہے۔

"حضرت سلطان المعظم والی مملکت مراکو اپنے اجداد عظام کا جنہون نے جماعت پادریان ہسپانیہ کی خاص حفاظت کا ذمہ لیا تھا تتبع کرتے ہیں اور ایک گرجا رمشن ہوس اشہر فاس میں قایم کرنے کی اجازت فرماتے ہیں۔ جماعت مذکورہ کو جملہ حقوق جو سابق سلاطین کیجانب سے مرحمت ہوتے چلے آئے ہیں عطا کرتے ہیں۔ اس جماعت کے افراد سلطنت مراکو کے ہر ایک حصہ میں جہان وہ وارد یا سکونت پذیر ہون اپنے مقدس فرائض مذہبی کو آزادی کے ساتھ ادا کرسکتے ہیں اور سرکار

ان کی ذات - مکانات اور دار الجزائرات کی محافظ اور ضامن ہوگی حضرت سلطان المعظم اپنے حکام و وکلا کے نام ضروری ہدایات نافذ فرمائیں گے کہ وہ ہمیشہ شرایط مندرجہ پر کاربند رہیں۔"

پراٹسٹنٹ عیسائیوں کا مشن تو حال ہی قایم ہوا ہے اور سب سے پہلے لنڈن سوسائٹی (جماعت لنڈن) بغرض توسیع احکام انجیل پہونچی تاکہ اہل یہود کو وعظ کرکے مذہب عیسوی کیطرف دعوت کریں۔ اس سوسائٹی نے ان اغراض کے لئے موگیدار اپنا مقام بنایا۔ جی۔ پی کرائیین گنس برگ اعلے پادری مقرر ہوا۔ اسکے بعد ایم۔ ذریب جانشین ہوا۔ ذریب نے اپنی محنت سے ایک کمرہ تیار کیا جو بطور گرجا استعمال ہونے لگا اور آج کے دن تک استعمال ہوتا چلا آیا ہے اسوائے طنجہ کے پراٹسٹنٹ عیسائیوں کا مستقل معبد تمام ملک میں یہی ایک مقام جو

۱۸۸۵ء

یہاں چندہ جمع کرکے سینٹ انڈروکا گرجا بنایا گیا۔ اور بعد ازان ۱۸۷۵ء میں نارتھ افریکا مشن کے پاس فروخت کردیا گیا۔

اول ہی اول انجیل کی تعلیم کے واسطے برٹش اینڈ فارین بائیبل سوسائٹی نے مسٹر ولیم میکن توش کو طنجہ میں بطور ایجنٹ (مہتمم) مقرر کیا۔ ایک سال کے بعد نارتھ افریکا مشن نے طنجہ کے باہر مرشان پر نہایت قیمتی جایداد حاصل کی جہان سوسائٹی کا ہمیشہ صدر مقام چلا آیا ہے۔ چند سال تک تو پادری ای۔ الیف بالڈون جو اصل میں امریکا کا رہنے والا تھا کے سپرد یہ اہتمام ہوا۔ اور بعد میں مس ایبا ہرومن کے وقت میں سوسائٹی (جماعت) کو بہت ترقی ہوئی اور وہ بعد میں دواؤ زمیون کو بھی فاس میں لے گئی۔ اگرچہ یہاں ان کو بڑی بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا لاکن وہ یہاں سکونت پذیر ہوگئیں اور ایک میڈیکل مشن (جماعت طبی) قایم کیا جو اب تک موجود ہے۔

۱۸۸۶ء

پریس بٹیرین چرچ او انگلینڈ کیطرف سے رباط میں ایک مشن قایم ہوا۔ اسکا مہتمم ڈاکٹر رابرٹ کرتھا۔ یہ ڈاکٹر بعد میں علیحدہ ہوگیا۔ اور سنٹرل مراکو مشن کی بنیاد ڈالی۔ یہ ڈاکٹر بڑا ہر دلعزیز ہے اور لوگوں کے گھروں میں اکثر آتا جاتا ہے اور لوگ اس سے بہت خوش ہیں۔ ایک

۱۸۸۸ء

اور مشن جنوب میں قایم ہوا۔ یہ مشن مسٹر جون اینڈرسن آف آرڈاھن کی کوششوں

نتیجہ تھا۔ اس مشن نے مراکش میں ایک ہسپتال قایم کیا اور یہاں ہی اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ مسٹر کتھبرٹ نیرن اسکا مہتمم تھا۔ اس مشن کے کارکنان کی تعداد اکیس ہے جس میں سے بارہ مرد اور نو عورتیں ہیں۔

کونسل یونین شہر کنساس نے سب سے اخیر میں مسٹر منتھان کے ماتحت جو ایک یہودی عیسائی تھا مراکو میں پادری روانہ کئے۔ اس یونین کے ایک شاخ فاس ایک کنساس اور ایک القصر میں تھی۔ ان متعدد مشنوں میں کارکنان کی تعداد ۷۵ ہے ۳۳ مرد اور ۴۲ عورتیں ہیں۔ باستثنائے لندن جوئیش سوسایٹی کے اور سب سوسایٹی ملکر کام کر رہی ہیں اور ان کا کام اشاعت مذہب ہے۔ یہ بہت سارے فرقے بنانے نہیں چاہتیں۔ اگرچہ ملک کی حالت کے لحاظ سے کچھ زیادہ کامیابی کی اُمید کم ہی ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی بعض لوگ عیسائی ہوتے جاتے ہیں۔ درحقیقت اس مذہبی اصطباغ کا رنگ اکثر لوگون کے لئے پختہ ثابت نہیں ہوا۔ ایک اور امر بھی لوگون کو تبدیل مذہب سے مانع ہے یعنی حکام کا ڈر۔ اگر مراکو میں مذہبی آزادی دی جائی تو نتیجہ بالکل مختلف ہوتا۔ مذہب عیسوی کے اغراض اور منشا کے متعلق مراکو میں ایک عجب طرح کا مغالطہ ہے اور مدت مدید کے بعد یہان کے لوگ متاثر ہوتے شروع ہوئے ہیں۔ ان تمام جماعتون کیطرف سے جو جو طریقے استعمال میں لائے گئے ہیں۔ وہ تقریبًا یکسان ہی ہیں۔ عورتیں لوگون کے گھرون میں جاتی ہیں کیونکہ یہ عورتیں جنکو طبیبہ کہتے ہیں لوگون کے گھرون میں آجا سکتی ہیں۔ ان کی آمد و رفت میں اہل وطن زیادہ اعتراض نہیں کرتے۔ اسطرح جون جون لوگون سے تعلقات وسیع ہوتے جاتے ہیں ساتھ ہی اشاعت مذہب بھی وسیع ہوتی جاتی ہے۔ پادری لوگ فقرا کی بھی خبرگیری کرتے ہیں اور یتامی کو امداد دیتے ہیں۔ دو تین مدرسہ بھی ہیں مگر تعلیم کی مخالفت بہت ہوتی ہے اسواسطے کچھ معتد بہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ پادری لوگ اکثر مراکو والون کا لباس پہن لیتے ہیں۔ اور ادہر گشت کرتے ہیں کیونکہ لوگ عیسائی قطع کے لباس سے نفرت کرتے ہیں بلکہ سخت تعصب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان ناموافقت کا کانٹا ہمیشہ سے کھٹکتا چلا آیا ہے اور بظاہر اسکی خلش دور ہوتی نظر نہیں آتی جب تک یہہ

ضرب المثل ہے "نصارا کے واسطے مسیح اور یہودی کے واسطے سیح" ملک میں جاری ہے۔
چند سال کا عرصہ منقضی ہوا ہے کہ پادریوں نے ملک کے حصہ بالائی میں مختلف مقامات
میں اپنی مذہبی شاخیں کھولیں اسپر اہل مراکو فرانس اور جرمن کے یک پر مخالفت پر آمادہ
کھڑے ہوئے اور یہ ادعا کیا کہ اس مذہبی کام کو زیادہ وسیع ہرگز نہ کیا جائے
کیونکہ یہ مراکو کی بدامنی کی کل کے لیے ایک محرک اولی ہے اور ساتھ اس کے یہ
بھی تہدید کیگئی تھی کہ جملہ یورپین آدمی جو سلطنت مراکو میں ہیں مار ڈالے جائینگے
لیکن تجربہ نے اسکے برخلاف ثابت کر دکھایا ہے اور پادری لوگ اشاعت مذہب کے
مقابلہ میں ہر قسم کے نقصان کو برداشت کرنے پر آمادہ ہیں۔
ان قصبات میں جو ساحل پر واقع ہیں عیسائی لوگ اور اور دیگر ممالک کے
باشندے اپنے اپنے خاص قبرستان رکھتے ہیں مگر پرانے قبرستان جو
ملک کے اندرونی حصہ میں تھے اب کس مپرسی کیحالت میں پڑے ہیں۔
۱۸۹۶ء میں ایک نیا قبرستان عیسائیوں کے واسطے مراکش سے باہر کھولا
گیا ہے اور یہ کامیابی وزیر انگلشیہ سر آرتھر نکلسن کی کوششوں کا نتیجہ ہے
اور وزیر صاحب مستحق شکر گذاری ہیں:۔

باب (۱۶) شانزدہم
تعلقات خارجی

ہمارے خیال میں اس جگہ کل معاہدات اور عہد و پیمان کا ذکر جو مابین سلطنت مراکو اور
ممالک یورپ وقوع میں آئے بالکل غیر مفید ہوگا اور محض ایک غیر ضروری طوالت ہوگی
اس موقعہ پر صرف اس عہدنامجات کا درج کرنا مناسب تصور کیا گیا ہے جنکے ذریعے یورپ
کو وہ حقوق حاصل ہوئے جن کا فایدہ اب تک اٹھایا جا رہا ہے۔ جو جو امور زمانہ سابق میں
واقع ہوئے وہ کچھ چنداں باضابطہ نہ تھے لہذا یہ تحقیق کرنا کہ وہ کس وقت اور کس تاریخ
وقوع پذیر ہوئے۔ بالکل ایک امر محال ہے۔ باوجود اسکے مصالحہ بکثرت موجود ہے

جو اس امر کی توضیح کرسکتا ہے کہ مراکو اور یورپ کا ایک دوسرے کیطرف کسطرح میلان پیدا ہوا۔ اور کسطرح رابطہ بڑھکر مستحکم ہوتا گیا۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ موجودہ رابطۂ سلطنت مراکو کی کیا حقیقت ہے۔ اول ہی اول تحریری معاہدات اٹلی کے بندرگاہوں کی نسبت قلمبند ہوئے۔ بارھویں صدی کے اوایل میں دو جہاز (لیگی) مراکو سے پیسیا میں پہنچے اور ایک معاہدہ شعران سے حیطۂ تحریر میں آیا یہ معاہدہ بعد میں باضابطہ تصدیق ہوا۔ اور کچھ عرصہ بعد اسکی تجدید کیگئی۔ اسوقت کے قریب ہی اہل جنیوا نے بھی ویسا ہی معاہدہ مراکو کے ساتھ کیا اور ان کے سفرا مراکو میں آئے جہاں معاہدہ کی تکمیل ہوئی۔ اس معاہدہ کی رو سے تمام مال وسامان پر دس فیصدی ادا کرتا تھا لیکن بوگی میں یہ پابندی نہیں تھی وہاں دس فیصدی میں سے ایک چہارم جنوا کو واپس کرنا پڑتا تھا۔ چودھویں صدی میں وینس پیسیا۔ مارسیلز۔ آراگون اور بارسلونا نے سلطنت مراکو کے ساتھ معاہدات کئے۔ جب مراکو میں زمانۂ بدامنی کا آغاز ہوا تو بنی مرین نے اس درمیانی رابطہ کے سلسلہ کو تقریبًا منقطع کردیا اور جون جون بحری قزاقی کو ترقی ہوتی گئی درمیانی تعلقات میں ضعف آتا گیا۔ ملکہ الزابتھ کے عہد سے پیشتر سلطنت مراکو اور انگلستان کے مابین کوئی تعلق نہ تھا جو خط وکتابت اسوقت ہوئی اس میں سے چند خطوط اب تک موجود ہیں۔ مگر ان کو باضابطہ عہدنامہ نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ ملکہ کے ساتھ یہ اقرار ہوا تھا کہ نہ تو اسکی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائیگی اور نہ ان کو غلام بنایا جائیگا۔

سنہ ۱۱۳۳ء

سنہ ۱۱۸۰ء

سنہ ۱۲۱۱ء

سنہ ۱۲۶۰ء

انگلستان کے ساتھ پہلا معاہدہ اسوقت ہوا تھا جب انگریزوں نے طنجہ پر قبضہ کیا بعدازان دوسری صدی میں وہ معاہدہ مرقوم ہوا جس سے آجتک ہم فائدہ اٹھارہے ہیں یعنے معاہدہ سٹوارٹ جو بمقام فاس تحریر ہوا۔ اور اسکے بعد رسل کا معاہدہ ہوا یہ بھی فاس میں تحریر ہوا۔ اسکے بعد وقتاً فوقتاً عہدنامجات تحریر میں آتے رہے جنکی تعداد تقریبًا دس ہے۔

سنہ ۱۷۲۱ء

انگلستان کا زیادہ تر رابطہ اسوقت سے مراکو کے ساتھ شروع ہوا ہے۔ جب سے جبل الطارق انگریزی مقبوضات میں شامل ہوا ہے۔ اس قلعہ کے محاصرہ کی اثنا میں رسد وغیرہ کا سامان اہل مراکو کیطرف سے بہم پہنچایا گیا تھا جسکے معاوضہ میں

اُن کو سامان حرب دیا گیا تھا اور مولائے اسمٰعیل کی اجازت سے ہم مراکو کی بندرگاہیں بغیر کسی معاوضہ کے استعمال کرتے رہے۔ ہسپانیہ والوں کے دوسرے اور تیسرے محاصرے کے بعد عہد و پیمان ہوئے جن کے رو سے اہلِ برطانیہ کو مراکو سامان رسد و بار برداری قیمت پر خریدنے اور جبل الطارق میں بغیر محصول روانہ کرنے کی اجازت ہوگئی۔ مگر سیدی محمد نفسہ ہم نے سفیر انگلشیہ کو تحریر کیا کہ "انگریزوں نے رہا کردہ انگریزی غلاموں کا زر فدیہ کے عوض میں طیطوان کے باغی پاشا کو بارود اور توپیں بہم پہنچائی ہیں علاوہ بریں اسکے باغی عم کو بھی امداد دی گئی اور لطارچ میں انگریز خفیہ طور پر بے محصول اسکے اسباب لاتے اور لیجاتے رہے ہیں۔ اندریں حالات ان دوست نما دشمنوں سے بہ نسبت پورتگال اور ہسپانیہ کے جنکے علانیہ دشمنی ہے۔ زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ بنا بریں سلطان نے جبل الطارق کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا اور یہ بھی اظہار کیا کہ انگلستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں وہ لکھتا ہے کہ "ہمیں بیٹے میرے والد ماجد اور مجھے ہر امر کا یقین ہے کہ تمہارے آقا یعنی بادشاہ کو اسکا ہرگز علم نہیں ہے کہ جبل الطارق کے گورنر نے ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔ نظر بران جبل الطارق ہی امن سے جو میں انگلستان اور اپنے ملک کے مابین قایم کرنا چاہتا ہون مستفید اور مستفیض نہیں ہو سکتا اور اللہ طلبتا نہ کی۔ و سے میں جانتا ہوں کہ جبل الطارق کے فرنگیون سے کسطرح انتقام لونگا۔"

جبل الطارق کا محاصرۂ عظیم

اگرچہ جبل الطارق کے محاصرۂ عظیم کے وقت منجانب فرانس اور ہسپانیہ ہوا تھا۔ مراکو کی طرف سے اجازت تھی کہ طرفین ان بندرگاہوں میں آہیں جائیں اور ایک دوسرے کی بیخکنی کریں لیکن اہلِ ہسپانیہ نے برائے نام ۵۰۰ پونڈ سالانہ پر طیطوان اور طنجہ کو خرید کر ہر دو مقام سے انگریزی رعایا کو آن کی آن میں بدر کر دیا اور طنجہ کے قونصل کو کہدیا کہ اگر وہ جبل الطارق کے محاصرے کے شروع میں۔ سلطان نے اہلِ برطانیہ کو کہا کہ اس کی بندرگاہوں میں وہ بلا شرکت غیرے تجارت وغیرہ کر سکتے ہیں۔ مگر اہلِ برطانیہ نے حقارت یا نفرت سے اسطرف توجہ مبذول نہ کی۔ بعدہٗ سلطان نے اہلِ ہسپانیہ کے آگے یہ معاملہ پیش کیا اور انہوں نے ایسی شرایط پر منظور کر لیا جو مراکو کے حق میں زیادہ تر مفید تھیں۔

کسی قسم کی امداد دیگا تو جنگ کے واسطے تیار ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزون کو اوز
خلیج سکارا سے سامان رسد حاصل کرنا پڑا۔ جب مراکو اور برطانیہ کے مابین رابطہ
اتحاد زیادہ مستحکم ہو گیا تو نیلسن نے مصر کو جاتے وقت طنجہ اور طیطوان میں مقام کیا۔
اسکا ارادہ تھا کہ اس جگہ سے سامان رسد خریدے لیکن جب اُس نے دیکھا کہ نرخ بہت
گران ہے تو خریداری سے باز رہا۔ اسوقت فی نرگاؤ تقریباً ڈیڑھ من بارود طلب
کیا گیا تھا۔

سنہ ۱۸۰۳ء میں سر رابرٹ کرٹس نے سامان رسد خریدنے کی اجازت حاصل کی اور محصول بھی معاف
کرالیا اور ۳۰ مارچ سنہ ۱۸۰۴ء تک خریداری کرتا رہا۔ اُس وقت تخفیف شدہ شرح یہ تھی۔
فی نرگاؤ چار کوب۔ فی گوسفند سات اوقیہ۔ فی درجن مرغ چھ اوقیہ۔

فلوریڈا بنیکا حسب ذیل تحریر کرتا ہے :۔ جو امداد ہمیں سلطان مراکو کیطرف سے پہنچی ہے وہ ظہور
میں آنے سے پہلے کچھ باوقعت دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اُس نے اپنے بندرگاہوں میں ہمارے
جہازوں کو بلا روک ٹوک آنے کی اجازت دی اور دشمن کے جہازوں کو اُدھر آنے سے
روک دیا۔ ہماری رسد رسانی میں معتدبہ امداد دی اور عاقبت الامر اپنا خزانہ اپنی صداقت
کے ثبوت میں ہماری تحویل میں کر دیا۔

ذیل میں ایک خط کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جس سے منکشف ہوگا کہ اس زمانہ میں سلطان مراکو نے
کیا وضع اختیار کر رکھی تھی۔ یہ خط محمد مفتدہم نے طنجہ کے قونصلون کیطرف ارقام کیا تھا :۔

بنام جہاندار جان آفرین
ہر قسم کی طاقت اللہ ہی کو ہے

بنام قونصلان طنجہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی امان میں رہیں جو صراط مستقیم پر چلتے ہیں
تم لوگوں کو واضح رہے کہ ماہ مئی سنہ ۱۲۱۱ھ مطابق سنہ ۱۷۹۶ء تک جملہ عیسائی طاقتوں کے
ساتھ ہماری صلح ہے اور جو جو اقوام اس وقت ہماری ساتھ صلح اور دوستانہ تعلق قایم رکھنا
چاہیں ماہ مذکورہ میں بذریعہ تحریر ہم کو اطلاع دیں کہ وہ ہمارے ساتھ صلح اور رابطہ اتحاد قایم
رکھنا چاہتے ہیں اور ہم بھی ایسا ہی کرینگے۔ اور جو عیسائی طاقتیں ہمارے ساتھ جنگ کا
ارادہ رکھتی ہوں تو ہمیں مذکورہ بالا ماہ تک اطلاع کریں۔ ہم کو یقین واثق ہے کہ خدا تعالیٰ
ہمارا حافظ ہوگا۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا سو کہدیا۔ مصدرہ دوم ماہ شعبان سنہ ۱۲۱۰ھ مطابق ۷ مئی سنہ ۱۷۹۶ء

۱۸۴۵ء رفتہ رفتہ انگریزی رسوخ مراکو میں بڑھنے لگا اور مراکو میں انگریزی رسوخ کی ۱۸۶۰ء ترقی کی زیادہ تر وجہ وہ جنگ تھی جو فرانس اور ہسپانیہ کے ساتھ واقع ہوئی مراکو کو انگریزی مشورہ پر پورا پورا اعتماد ہے اور اُسے اس امر کا علم ہے کہ انگریزی مشورہ میں دیانت داری مضمر ہے اور اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے۔ اگر برطانیہ کی کارروائی بالکل ہی بے لوث نہیں ہے مگر پھر بھی برطانیہ مراکو کی آزادی قایم رکھنے کی حامی ہے اور ملک کی فلاحت اور بہبودی مدنظر ہے۔

۱۸۵۶ء سرڈرمنڈ ھے نے برطانیہ کی جانب سے کئی معاہدہ کیئے مگر ان سے کوئی معتد بہ فائدہ مرتب نہیں ہوا جیسی کہ تمرسی۔ بی یو آن سمتھ کی سفارت کی تیاری ہوئی ۱۸۹۲ء جملہ طاقتوں کو جو اس سفارت سے مستفید ہو سکتی تھیں اعلان کیا گیا کہ وہ سفارت کی تائید کریں۔ یہ ایک امر واقعہ تھا کہ جو تجاویز پیش ہوئی تھیں سلطان کیطرف سے ان کی مخالفت ہوئی۔ بنا بریں سر چارلس نے استمزاج کیا کہ اگر سلطان تجاویز قبول کرنے سے انکار کرے تو اُسے اختیار دیا جائے کہ وہ سلطان کے اچھی طرح ذہن نشین کردے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ لاکن لارڈ سالسبری نے اسے بالصراحت فہمایش کی کہ وہ اس قسم کی گفتگو ہرگز نہ کرے جو مجبر بمخالفت ہو کیونکہ اگر سلطان کی جانب سے اصرار ہوا تو نوبت نو رستک پہونچیگی اور اگر سر چارلس اپنی تجاویز میں کامیاب ہوگیا تو سلطنت برطانیہ کو مراکو کی حفاظت کا بیڑا اُٹھانا پڑیگا۔ سفارت کے حامی شاہ جرمن۔ اٹلی اور آسٹریا تھا۔ اور کسی قدر شاہ ہسپانیہ بھی مددگار تھا۔ لیکن اہل فرانس در پردہ مخالف تھے۔ آخر الامر سفارت فاس کو روانہ ہوئی اخباری دنیا نے سخت شور مچایا۔ سفارت دار الخلافتہ میں پہونچی تو گفتگو شروع ہوئی پورے چار ہفتہ کی قیل قال کے بعد مولاان سلطانی نے تمام شرایط پیشکردہ منظور کرلیں۔ لیکن تین اہم امور سے انکار کردیا۔ وہ تین شرایط یہ تھیں کہ ۱۸۵۶ء کی فہرست محصول کی ترمیم کیجائے اور مراکو کی بندرگاہوں میں محصول معاف کردیا جائے باشندگان ممالک غیر کا یہ استحقاق تسلیم کرلیا جائے کہ وہ اراضی اور دیگر جائیداد غیر منقولہ خرید اور از سر عمارت کرسکتے ہیں اور دو بارہ سہ بارہ تعمیر کرنیکے مجاز ہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے سلطان نے کہا کہ میں ہرا یونٹ سفارت لے لے

اور یہ شرایط واپس کرلے لیکن سلطان کی درخواست منظور نہ ہوئی۔ عام خلایق سفارت کے برخلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔ گالی دین کسی قسم کی تہدید کی بہت سی بیث و بحث کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ معاہدہ مکمل نہ ہوا۔ اور سفارت کو بے نیل مرام واپس ہونا پڑا مگر اس کے فرانس نے فایدہ اُٹھا لیا۔ انہوں نے ایک معاہدہ سلطان کے ساتھ کر لیا جس میں تجارت کی جملہ اصلاحات مندرج تہیں۔ اس میں صرف وہ تین شرایط نہ تہیں جنکی نسبت پہلے اعتراض اُٹھایا گیا تھا۔ سر چارلس کے اس معاہدہ کو قبول نہ کرنے سے یہ نقصان پہونچا کہ برطانیہ کو اپنی اغراض میں گونہ روک ہوئی اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مرحلات جو بمقتضائے وقت فاتح از بحث رکھے گئے تھے طے نہ ہوسکے اور ملتوی کرنے پڑے۔

تعلقات فرانس

فرانس کے تعلقات مراکو کے ساتھ ۱۸۵۵ء سے شروع ہوتے ہیں۔ یعنے ماکیلیس کے عہد سے کچھ عرصہ پیشتر سب سے اول قونصل جو مراکو میں گیا وہ فرانسیسی قونصل تھا اور بعدازاں ہنری سوم نے اپنا قونصل وہاں روانہ کیا۔ ۱۵۷۷ء فرانسیسی لوگ اس ملک میں پیشتر ہی سے آباد تھے مگر ان کی شہرت اچھی نہ تہی لوگ انہیں بے ایمان اور غیر معتبر خیال کرتے تھے۔ آصلیہ قونصلی تقریبًا پچاس سال تک متروک پڑی رہی۔

جب فرانسیسی پھریرا سہ رنگی (فرانسیسی پھریرا میں تین رنگ ہیں یعنے سُرخ۔ سفید۔ ۱۷۸۰-۹۱ء اور آسمانی رنگ کی دہاریان ہیں) کا نمونہ مولائے الیزید کی خدمت میں روانہ کیا گیا تو اس نے اسکی اسقدر تکریم کی کہ آصلیہ پر اسکی سلامی سر کرائی۔ اگرچہ ۱۲۸۰ھ ۱۷۹۱ء یعقوب ثانی نے جو کیٹل کے الفانسو دہم کے ساتھ اسوقت جنگ کر رہا تھا۔ فلپ سوم شاہ ہسپانیہ کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہا تھا مگر سب سے اول لوئیس سیزدہم نے متعدد عہد و پیمان مراکو کے ساتھ کئے۔ معاہدات مذکورہ پر فرداً فرداً دستخط ہوئے۔ ایک آصلیہ میں۔ ۱۶۳۰ء دو مراکش اور آصلیہ میں۔ ایک آصلیہ میں اور ایک بعدازاں ایک معاہدہ ۱۶۳۱ء لوئیس چہار دہم اور مولائے اسمٰعیل کے مابین ہوا۔ مگر جب وہ سلطان کے حضور میں غرض ۱۶۳۵ء منظوری پیش کیا گیا تو سلطان نے اس سے انحراف کیا۔ سینٹ اولن کو بھی جو ۱۶۶۹ء ایک پیغام از پر قبیل لیکر آیا تھا کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ کیپٹن دی براگنان کو بھی کامیابی ۱۶۹۳ء

نصیب ہوئی۔ اگرچہ اس نے شرایط میں جو غلاموں کی رہائی کے متعلق تھیں اسے بہت خفت اٹھانی پڑی۔ اس معاہدہ کی تجدید ۱۸۲۴ء میں ہوئی اور کچھ شرایط ایزاد بھی ہوئیں۔ پھر اس میں تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں پڑی حتیٰ کہ ۱۸۴۵ء میں جنگ فرانس کے وقت تازہ عہد و پیمان کی ضرورت محسوس ہوئی ۱۸۶۳ء میں مراکوی رعایا کی حفاظت خارجی کے متعلق نہایت اہم قواعد وضع ہوئے اور درحقیقت عہدنامہ میڈرڈ جو ۱۸۸۰ء میں تحریر ہوا انہی قواعد کی بنا پر کیا گیا۔ اور اس عہدنامہ کے شرایط پر آج تک عملدرآمد ہوتا چلا آرہا ہے۔ وہ معاہدہ جو حال ہی میں یعنی ۱۸۹۲ء میں فرانس کے ساتھ وقوع میں آیا وہ تجارتی معاہدہ متعلق محصولات ہے ۱۸۹۶ء میں ہسپانیہ سے معاہدہ ہوا۔ اگرچہ سلطان مراکو نے اس معاہدہ کو منسوخ کرنا چاہا مگر بعد میں اسے وسعت دیدی اور ۱۸۱۰ء اور ۱۷۹۹ء میں آنجیرز اور رکمناس میں اسکی تصدیق کیگئی۔ اگرچہ اس موقعہ پر عطا شدہ حقوق کے معاوضہ میں کوئی رقم مقرر نہیں کیگئی تھی۔ لیکن بے بہا تحائف فرانس کیطرف سے سلطان مراکو کی نذر کئے گئے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حقوق فرانس کے حق میں بہت مفید ثابت ہوئے بعد میں اور بھی معاہدات جیز تحریر میں آئے ہیں مگر یہاں پر وہ قابل ذکر نہیں ہیں۔ اہل ڈنمارک نے بھی مراکو کے ساتھ کچھ عہد و پیمان کرنے کی کوشش کی مگر ان کی کوشش مشکور نہ ہوئی۔ تاہم ایک عہدنامہ ڈنمارک اور مراکو کے مابین ۱۷۵۱ء میں ہوا۔ جو محض تجارتی تھا۔ اس معاہدہ کی رو سے ڈنمارک کی ایک کمپنی کو آصلیہ سے آصفی تک سارے ساحل پر اجارہ حاصل ہوگیا۔ اور اس کے عوض میں ڈنمارک نے پچاس ہزار ڈالر سالانہ بابت زر اجارہ اور پچیس ہزار بطور خراج یعنے کل ۷۵ ہزار سالانہ منظور کئے مگر اس کمپنی کا جلدی ہی دیوالہ نکل گیا۔

۱۷۵۰ء میں ہیمبرگ نے باد ہیگی محصول ایک معاہدہ تحریر کرایا اور ۱۸۰۳ء میں معرفت مسٹر ... ہین سٹیک کی طرف سے سلسلہ جنبانی ہوئی۔ سب سے آخر ۱۷۶۳ء میں سویڈن کے ساتھ مراکو کا معاہدہ ہوا۔

۱۷۶۰ء میں روڈالف دویم شاہ جرمنی نے سر انتھانی شیرلے کو سلطان عبدالعزیز ثالث ابو فارس کی خدمت میں روانہ کیا اور ایک معاہدہ تحریر کرایا۔

یہ تاریخ مراکو میں بہت دلچسپ ہے مگر اس معاہدہ کو بھی چنداں سرسبزی حاصل نہ ہوئی۔ آسٹریا کے ساتھ بھی عہد و پیمان عمل میں آئے۔ ۱۸۹۰ء میں جرمنی کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا جو بہ نسبت دیگر اقوام کے کسیقدر زیادہ تر مفید ہے۔ ۱۶۱۰ء سے لیکر ۱۶۸۶ء تک ہالینڈ کے ساتھ یکے بعد دیگرے معاہدے ہوتے رہے اور معاہدہ ۱۷۵۲ء اور ۱۸۰۶ء کے رو سے ہالینڈ کو لزایچ کے ساتھ تجارت کا اجارہ حاصل ہوگیا۔

اٹلی کی ریاستہائے جمہوریہ کے دوستانہ تعلقات مدت مدید مراکو کے ساتھ چلے آتے تھے اور بقیہ جنوا کے ساتھ بھی یہ سلسلہ جاری تھا۔ ۱۷۶۵ء میں وینس کے ساتھ بھی ایک معاہدہ ہوا۔ ٹسکنی کے ساتھ بھی عہدنامہ ہوا۔ ۱۸۳۰ء میں سارڈینیا کے ساتھ مصالحت ہوئی آخرکار ۱۸۵۹ء میں اٹلی متحدہ کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا۔

ہسپانیہ کے مشورہ کے مطابق مولائے الحسن کو یہ ترغیب دی گئی کہ اسقف روم کے پاس سفارت ارسال کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شریف سلطان کے یہ بات ذہن نشین کیگئی تھی کہ عیسائی طاقتوں پر ریم پاپا کا بوجہ مذہبی تقدس اب تک بہت اثر ہے۔ اور اسکے ذریعہ ان اقوام کو جنکا مراکو پر دانت ہے اس ارادہ سے باز رکھا جائے مگر یہ امید خام تھی۔ ۱۸۸۸ء

عاقبت الامر شمالی امریکہ کی ریاستہائے متحدہ کے ساتھ عہدنامہ تحریر ہوا (۱۷۸۷ء) اور پچاس سال بعد مکناس سے اسکی تجدید ہوئی۔ ۱۸۰۲ء میں جب امریکہ والوں نے ٹرپلی پر گولہ باری کی تو اسوقت دستاویز معاہدہ فریقین کے پرزے اڑ چکے تھے اور مراکو نے اعلان جنگ بھی کردیا تھا مگر دوسرے سال پھر صلح ہوگئی۔ ۱۸۶۲ء میں مراکو کا بلجیم کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا۔ یہ معاہدہ تجارت کے متعلق تھا۔ آخر روس نے بھی عنان توجہ ادھر معطوف کی اور چونکہ تجارت وغیرہ کی طرف سے پہلے ہی سے تہیدست تھے۔ اس لئے ۱۸۹۸ء میں مراکش میں اپنا سفیر بٹھادیا۔ اور برازیل اور ڈنمارک کے سفرا بھی مراکو میں موجود پائے جاتے ہیں۔

اکثر اوقات یہ کوشش اور سعی کیگئی ہے کہ مراکو اور روم (ٹرکی) کے مابین بھی رابطہ اتحاد اور تعلق دوستانہ قایم ہوجائے مگر ہمیشہ یہ کوشش بے سود اور سعی لاحاصل ثابت ہوئی ہے۔ اسکا بھاری سبب یہ ہے کہ والیان استنبول لقب

خلیفہ اسلام کا ادعا کرتے ہیں جسکے وہ درحقیقت مستحق نہیں ہیں اور اس لقب کے اختیار کرنے سے یہ غرض ہے کہ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے دینی ہادی اور بادشاہ ہیں۔ لیکن ترکون کے اس دعوے کو کبھی کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ اس دعوے کی سماعت یا تو وہان تک ہی محدود رہی جہان تک وہ زور بازو سے اسکو منا سکے یا البتہ وقتاً فوقتاً ان لوگون نے حسب ضرورت وقت جنکو امداد کے لئے ترکون سے درخواست کرنی پڑی اس دعوی کو تسلیم کیا ہے چونکہ ترک شریف نہیں ہیں یعنے وہ محمد صلعم کی اولاد میں سے نہیں ہیں اور خاندان مراکو مدت سے شریف چلے آتے ہیں اس لئے سلاطین مراکو نے ترکون کو سلطان یا شہنشاہ کے لقب سے بھی پکارنا کبھی گوارا نہیں کیا۔ اور یہی امور دونو سلطنتون میں دوستانہ عہد و پیمان ہونے کے مانع اور سدراہ رہے ہیں۔ اور ایسا ہی واقعہ پہلے ہوا تھا کہ صلاح الدین نے یعقوب المنصور موحدی کو امیر المومنین کا خطاب دینے سے انکار کیا۔ اور موخر الذکر نے اپنی ناراضگی کیوجہ سے عیسائی مجاہدین کے برخلاف امداد دینے سے انکار کر دیا۔ ۲۰۵ء میں سلطان اعظم نے جسکو مراکوی لورخین نے شاہ کے لقب سے ممتاز کیا ہے ایک سفارت بغرض صدیرآری روانہ کی۔ گویا دونو ملکون میں دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کے لئے یہ سفارت ایک گونہ پیشقدمی تھی۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ ۱۶۱۱ء میں سلطان مراکو کے بیٹے زیدان نے کچھ کتب فرانسیسی تجار کو بغرض جلد بندی دیں فرانسیسیون نے کتب مذکورہ خورد برد کر دیں اور واپس نہ کیں اور حقیقت الامر یہ ہے کہ رستہ میں ہسپانیہ والون نے تجار مذکور سے کتب چھین لی تھیں۔ خیر اس جرم کی پاداش میں سلطان مراکو نے تمام فرانسیسی سوداگرون کو جو اس کی سلطنت میں تھے قید کر دیا۔ اسپر فرانسیسی قونصل نے جو قسطنطنیہ میں تھا۔ ترکی سلطان سے درخواست کی کہ کسیطرح کہہ کہا کر فرانسیسی تجار کی مخلصی کرا دیں۔ ترکی سلطان نے از راہ نخوت بجائے اسکے کہ منت سماجت یا بلطایف الحیل سلطان مراکو کو ترغیب دیتا ایک فرمان فرانسیسیون کی رہائی سے متعلق نافذ کر دیا۔ بھلا مراکو والے اس فرمان کی کیا حقیقت سمجھتے تھے انہون نے فوراً اسکی تعمیل سے انکار کر دیا۔ اسپر فرانسیسیون نے آصلیہ پر گولہ باری

شروع کردی مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ تاہم مولائے زیدان نے حصول تخت و تاج کی کوشش میں
قسطنطنیہ سے امداد چاہی اور امداد ملی بھی مگر رستہ میں غارت ہو گئی اور اسیطرح ایک صدی
بعد مولائے اسمٰعیل نے لوئیس چہاردہم کو ترکون کے برخلاف جنگ میں امداد دینے کا اقرار کیا
تھا۔ ۱۷۶۶ء میں ترکون نے سلطان مراکو سے اس بنا پر روس کے برخلاف کمک مانگی کہ وہ
دونو آپس میں مسلمان بھائی ہیں اور ساتھ ہی کچھ قرضہ بھی مانگا۔ سیدی محمدؒ نے ترکونکی درخواست
کے پورا کرنے میں بہت کوشش کی اور نقدی اور سپاہ جمع کرکے روانہ کی مگر رستہ کی
صعوبتون کی وجہ سے ترکون تک اسکا بہت تھوڑا حصہ پہونچا۔ اگرچہ سلطان مراکو
نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ یہ ساری امداد وہ ترکون کے حسن سلوک کے صلہ میں ارسال کرتا
ہے۔ لیکن مسموع ہے کہ ترکی سلطان نے تیوری چڑھا کر کہا کہ یہ سب کچھ مراکو کی طرف
سے ہمیں بطور خراج وصول ہوا ہے۔ ۱۸۰۵ء میں دونو ملکون میں کچھ خفیف سی لڑائی
بھی واقع ہو گئی تھی۔

کچھ عرصہ سے مغرب میں ترکی اغراض بھی انگریزی قونصل کے ہی متعلق ہیں لیکن
نہ تو کوئی ترک مراکو میں سکونت پذیر ہے اور اسطرف کم ہی کوئی ترک آنا پسند کرتا ہے
اندرین حالات ترکون کا مراکو کے ساتھ کچھ چندان تعلق نہیں ہے۔ مراکوی حاجیون کیوجہ
سے کچھ باہمی تعلقات کو ترقی ہو رہی ہے مگر یہ ترکون کا اپنا فرض ہے کہ حاجیون کے
ساتھ وہ نیک سلوک کرین خواہ وہ کسی ملک سے آئیں۔ کم از کم ایک دفعہ ٹرپولی
اور مراکو کے مابین براہ راست کچھ سلسلہ قایم ہوا تھا۔ ۱۸۱۲ء میں گورنر ٹرپولی نے
ایک خوبصورت باکرہ لڑکی سلطان کے حضور میں پیشکش کی اور سلطان نے ایک فرقہ
بتیس توپ کا لڑاپیچ سے عنایت کیا۔ اسکے سوا اور کسی مشرقی ملک سے مراکو کے تعلقات
کا سلسلہ قایم نہیں ہوا۔ مارلو تاریخ تیمور میں لکھتا ہے کہ مراکو اور فاس کے بادشاہون
نے تیمور کے آگے اپنے تاج ڈالدیئے۔ اگرچہ فاس کے بادشاہ نے جبل ارئین
ایک موقعہ پر نہایت حقارت آمیز الفاظ میں تیمور کا ذکر کیا تھا۔

باب ہفتدہم

مراکو میں سفیرانہ رسم و رواج

سلطنت مراکو کے حالات جہان تک اسکا تعلق سفیرسے ممالک غیرسے رہا ہے خالی از دلچسپی نہیں ہے جب اوّل ہی اوّل یہ رواج قایم ہونے لگا تو ہوقت یہ دستور رایج ہوگیا کہ تجارتی جہازون کے بیڑے کے ساتھ ایک افسر بطور قونصل جایا کرے یہ افسر تمام جہازی ساز و سامان کا نگران ہوتا تھا-کیونکہ ہوقت کے حالات کے مطابق صرف ایک جہاز سفر کرنے کی جرات نہیں کرسکتا تھا-جب پہلے بربری ساحل پر فرانسیسیون کی طرف سے قونصل قایم ہونے لگے تو یہ عہدے بالکل بے ضابطہ طور پر کئے جاتے تھے کوئی مقررہ قاعدہ نہیں تھا[۱]۔

جو اشخاص ممالک غیرسے اس عہدہ سفارت پر ممتاز ہوکر دربار مراکو میں حاضر ہوتے تھے وہان ان کی قدر ان کے ملک کی حیثیت کے مطابق ہوتی تھی-پس ہر ایک ملک کے سفیر کے حصہ میں یکسان سلوک نہیں ہوتا تھا۔

سرانتھانی شیرلے کی خودسری۔ — سرانتھانی شیرلے جو ایک نہایت بیباک اور دلیر آدمی تھا-عباس شہنشاہ فارس کا بڑا معتمد تھا اور شہنشاہ کی طرف سے یورپ کے اکثر بادشاہون کے دربار میں وہ گیا تھا-آخر ایک یورپین بادشاہ نے شیرلے کو سفیر کرکے عبدالعزیز ثالث امیر مراکو کے دربار میں ارسال کیا-جب یہ شخص دربار امیر میں گیا تو نہایت طمانیت کے ساتھ گھوڑے پر سوار دربار خاص میں آن موجود ہوا-حالانکہ یہ حق سوائے امیر مراکو کے کسی فرد بشر کو حاصل نہ تھا- درباری دیکھکر بہت حیران ہوئے لاکن امیر نے کوئی اعتراض اسکے متعلق نہیں اٹھایا-امیر کے معترض نہ ہونے

سنہ ۱۶۰۰ع

[۱] صدہا سال پیشتر از تسلیم نے ان دس سوداگرون کو جو ساحل بربری پر رہایش رکھتے تھے یہ اختیار دے رکھا تھا کہ اپنے میں سے کسی کو انتخاب کرلیا کریں حتیٰ کہ باقاعدہ طور پر یہ عہدہ پُر ہونا شروع ہوا۔

کی وجہ یا تو مصلحتِ وقت اور ظاہر داری تھی یا اسکے حسن اخلاق نے اس وقت
ایک دل شکن اعتراض کرنا گوارا نہیں کیا۔ مگر بعد ازان امیر نے حکم دیدیا کہ ماسک
سینوی کو بڑے دروازہ پر ہی زنجیر دکھانا چاہیئے۔ تیسرے دربار میں جھکانا نہیں
اور وہ واپس سوار ہی چلا آیا۔ زمانہ حال تک یہ دستور ہے کہ اگر کوئی سفیر کسی یوروپین
طاقت کی طرف سے دربار سلطان مراکو میں جائے تو سلطان کے حضور میں پا پیادہ
اور سر سے ننگا حاضر ہو۔ البتہ ایسے اشخاص سلطانی چھتر کے نیچے حاضر ہوتے ہیں
اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی بنا پر قونصل اعلےٰ کے واسطے ایک گھوڑے کی اجازت دی
گئی تھی اور دوسرے کسی شخص کو اسپر سواری کی اجازت نہ تھی یہ قید ۱۸۳۶ء تک
جاری رہی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولائے اسمٰعیل کے دربار میں انگریزی سفیر حاضر
ہوا۔ چونکہ سفیر بوٹ پہنے ہوئے چلا آیا تھا اس لئے سلطان نے حکم دیا کہ بوٹ پاؤں
سے اتار دو۔[۱] ادھر تو یہ ہوا۔ ادھر ۱۸۰۲ء میں جب ایک مراکوی سفیر شاہ انگلستان
کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ جوتی اور دستار دونوں اتار دیجائیں
تھوڑے عرصہ سے بعض سفیر وقت کے کچھ حصہ میں سر پر ٹوپی رکھے رہتے ہیں
اور رفتہ رفتہ نہایت معقول طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ایک یہ بھی مراکو میں دستور
تھا کہ سفیر سلطان کے حضور خطوط گھٹنوں کے بل چلکر پیش کرتے تھے۔ اس دستور
کی خلاف ورزی ۱۸۴۵ء میں سر جان ڈرمنڈ ہے نے کی تھی اور اول ہی اول
جس شخص نے سر سے ٹوپی نہیں اتاری وہ ایم۔ آوریگا تھا جو ۱۸۰۱ء میں دربار
مراکو میں حاضر ہوا۔ مولائے زیدان نے دو فرانسیسی سفیروں کو دربار میں حاضر
ہونے کی اجازت نہ دی اور تیسرے کو قید کر دیا۔ کیونکہ مولائے زیدان کی کتب
جو اس نے ایک فرانسیسی کے سپرد کی تھیں اہل ہسپانیہ لیگئے تھے۔ رزلی
جب سفارت پر آیا تو اسکو پچیس ۲۵ آدمی ہمراہ لانے کی اجازت تھی مگر وہ پچاس
نفر ساتھ لے آیا۔ جب یہ سفارت جہاز سے اتری تو زائد تعداد فوراً قید خانہ
کو روانہ کی گئی۔ آخر کار بہت سے جھگڑا اور فساد کے بعد قیدیوں کی مخلصی ہوئی۔

[illegible]ء
۱۶۱۹ء
۱۶۳۲ء
۱۷۲۱ء

[۱] [illegible]ء میں جب شاہی غلاموں نے جارڈین کو کہا کہ بوٹ اتار دو تو سلطان نے بلند آواز سے کہا کہ اسطرح آنے دو۔ کیونکہ اگر عیسائیوں کے پاؤں میں بوٹ نہ ہوں تو انکو زکام ہو جاتا ہے

اور ایک جدید معاہدہ کے رو سے قونصل قایم ہوا۔ (سنہ ۱۶۲۹ء)

سترھوین صدی میں ملکہ این کا سفیر مراکو میں روکا گیا کہ جبتک مراکو کی سفیر انگلستان سے صحیح و سلامت واپس نہ آیگا انگریزی سفیر بطور یرغمال کے مراکو میں بند رہیگا۔

سنہ ۱۷۲۵ء — انگریزی سفیر طیطوان میں قید کیا گیا کیونکہ ایک جہاز مراکو نے جبل الطارق میں بغرض مرمت روانہ کیا تھا اور وہان سے انگریزون نے اُسے جبل الطارق میں ہی روک رکھا۔ انگریزی سفیر لٹین ایک سال تک مراکو میں بند رہا اور دیگر سفرا کے ساتھ بھی اسی قبیل سلوک ہوتا رہا۔

سنہ ۱۷۵۰ء

سفراے انگلستان — آخیری صدی میں جو حالت انگریزی سفرا کے ساتھ مراکو میں پیش آئی وہ قابل افسوس ہے۔ سالی کا فر طیطوان میں فوت ہوا۔ اسکا جانشین لٹین

سنہ ۱۷۷۰ء — قید ہوا۔ بلیچی کرو جو اسکے بعد آیا طبعی موت مرا مسٹر ریڈ نے فاس میں خودکشی کی۔ اس کا

سنہ ۱۸۰۱ء — جانشین پو بہم نکالا گیا۔ سیمپسن فرار ہو گیا۔ تو تمام انگریزی رعایا سمیت جلاوطن ہوا۔ روجر کرٹس کی جگہ پین مقرر کیا گیا جو واپس بلا لیا گیا بعدہ مترا ہوا جس نے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔

زمانہ سابق میں قونصلان کی یہ مجال نہ تھی کہ سلطان کے حضور میں حاضر ہو کر بے سلام کیے مراکو سے رخصت ہو جائیں۔ اس میں اکثر پانچ چھ ہفتہ لگ جاتے تھے اور ایسے موقعہ پر پانچ چھ سو پونڈ کے تحایف دینے پڑتے تھے۔ ایسے مواقع پر قونصل ہر قسم کے حیلے کام میں لاتے ہو۔ سلطان کی چاہیتی ازواج کو تحفہ و تحایف دے دلا کر سفارش کرائی جاتی تھی سنہ ۱۸۰۰ء میں انگریزی قونصل نے اپنی طرف سے ایک یہودی کو سلطان کے حضور میں بھیجا۔ اثناے گفتگو میں جب سلطان کو معلوم ہوا کہ وہ ایک یہودی کے ساتھ باتیں کرتا رہا ہے تو اُس یہودی کو زندہ جلا دیا گیا۔ قونصل سیمپسن صرف پرانے کپڑے بدن پر لیکر جبل الطارق کو بھاگ گیا۔ کیونکہ سلطان کا ارادہ تھا کہ عذاب فاقہ سے اسکی جان نکالے۔ اس قسم کی کئی مثالیں حالات مراکو میں موجود ہیں۔

انگریزی قونصل کا بیان ہے کہ ایک روز علی الصباح کوئی ستر نفر اسکے پاس آئے اور کہا کہ وہ سلطان کے حکم سے آئے ہیں تاکہ قونصل کو گالی دیں۔ اسکے منہ پر تھوکیں اور اُسے مار ڈالیں تاکہ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے کہ ان کو انگریزون کیساتھ

کسی قسم کی موانست نہیں ہے۔ اس حکم سلطانی کی تعمیل کے واسطے وہ اسطرح تیار ہوکر بیٹھے ہوئے کہ گویا ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ اسکے بعد قونصل کو سلطان کے روبرو لے گئے۔ سلطان نے مشتہر کردیا کہ یکم جنوری سے طنجہ ایک لاکھ پونڈ اور سو مراکوی غلام سالانہ کے عوض میں اہل ہسپانیہ کے ہاتھ فروخت ہو چکا ہے لہذا جملہ دیگر اقوام وہاں سے فوراً نکل کر طیطوان میں چلے جاویں۔ حالانکہ طیطوان میں اسوقت کسی یورپین کو سکونت رکھنے کی اجازت نہ تھی جہاں سے وہ دس سال کے عرصہ میں مخروج کئے گئے تھے۔ چند گھنٹہ کی مہلت پر انگریزی رعایا کے سات سو آدمی مارٹیل کو جلاوطن کئے گئے جنکو اپنا ہر قسم کا مال و اسباب وہاں ہی چھوڑنا پڑا۔ قونصل نے تمام کاغذات جلا دیئے کیونکہ ہسپانیہ کا کمانڈر کہتا تھا کہ تمام انگریزی رعایا جو وہاں تھی جنگی قیدی تھی قونصل کی جایداد کا تخمینہ جو اُسے مجبوراً وہاں چھوڑنی پڑی تین ہزار پونڈ تھا۔ جس میں اسکی بے بہا کتب مالیت پچہتر پونڈ بھی شامل نہیں۔

بعض قونصلان کو مراکو میں ہر دلعزیزی بھی نصیب ہوئی ہے اور ان میں سے ایک شیرلے بھی ہے جب وہ آصفی میں اپنے تیرہ ہمراہیوں کے ساتھ پہونچا تو اُس نے بڑی دریادلی سے داد و دہش کی۔ چنانچہ پانچسو نفر (جو اسکے ساتھ بطور بدرقہ مامور کئے گئے تھے) میں سے ہر ایک کو ایک ایک نہایت عمدہ لنگی عنایت کی۔ اگرچہ وہ خرچ سے تنگ ہوگیا اور بہت سا روپیہ وہاں کے یہودیوں سے قرضہ لینا پڑا۔ باوجود اسکے شیرلے مراکو میں خوش نہ رہا اور آخر وہ ایران میں چلا گیا اور وہاں کی افواج میں آتش فشان اسلحہ کا استعمال شروع کرایا۔

خاندان کولیکو اس خاندان کے اشخاص مدت مدید تک مراکو میں پرتگال کیطرف سے عہدہ قونصل پر ممتاز رہے۔ اس خاندان کا بزرگ ایک پرتگیز غلام تھا جسکو محمد ہفتدہم نے سفیر کرکے لسبن میں بھیجا تھا۔ اگرچہ پرتگیزوں نے اسے بحیثیت سفیر منظور نہ کیا مگر بعد میں وہ پورتگال کیطرف سے مراکو میں قونصل مقرر رہا۔

جب اثنائے جنگ میں کولیکو کو دیر تک کچھ تنخواہ نہ ملی اور اسکے ذمہ بہت سا قرضہ ہوگیا تو سلطان نے اُسے اپنے خاندان کا ایک فرد خیال کرکے روپیہ بہم پہنچایا تھا۔ اور جب پورتگیز گورنمنٹ نے کولیکو کو علیحدہ کرنا چاہا تو اہل مراکو نے اس امر کا بزور اظہار

کردیا کہ اگر ایسا ہوا تو وہ کسی دوسرے سفیر کو منظور ہی نہیں کرینگے پس کو لبکو کو ہی وہاں بدستور رہنے کی اجازت دی گئی۔

ممالک غیر کی سفارتوں کے ساتھ جو اشخاص مراکو میں گئے ہیں از انجملہ ایک گولی آس ہے جو ایک ولندیزی پروفیسر تھا۔ گولی آس نے ایک انجیل بزبان عربی سلطان کے پیشکش کی اور سلطان کی تعریف خود عربی زبان میں تحریر کرکے پیش کی۔

اقسام تحایف

ان تحایف کی تفصیل جو سفرائے ممالک غیر علاوہ رقم خراج کے مراکو میں لائے ایک قسم کی دلچسپی رکھتی ہے اشیائے تحایف کبھی اپنی ندرت کی وجہ سے اور کبھی اپنی قیمتی ہونے کی وجہ سے شرف قبولیت پاتی تہیں اور ہر ایک قسم کے تحایف[1] یورپین ممالک سے مراکو میں جاتے رہے ہیں یعنے جو جو چیزیں اعجوبہ روزگار ہوتی تہیں وہ مراکو میں بطور پیشکش روانہ ہوتی تہیں۔ انگلستان کیطرف سے گھوڑے اور ہاتھی بھی بھیجے گئے ہیں

مراکو کی مشہور اشیاء

مشہور اشیا جو سلطان مراکو کی طرف سے بطور تحایف ارسال ہوتی رہی ہیں وہ گھوڑے ہیں اور سامان زین وغیرہ یا شیر اور شتر مرغ وغیرہ۔

۱۸۰۰ء جب پورتگال نے مراکو میں گاڑی بھیجی ہے سلطان اس تحفہ کو بہت ہی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تحایف کے معاملہ میں سلاطین مراکو ہمیشہ بے تکلفی کو کام میں لاتے رہے ہیں۔ چالیس دیم نے مولائے اسمعیل کیخدمت میں تین گاڑی کے گھوڑے روانہ کئے تھے تو سلطان نے کرکی کو لکھ بھیجا کہ تمہارے آقا نے تین گھوڑے ارسال کئے ہیں اور یہاں ایک گاڑی کے آگے چار گھوڑوں کی ضرورت ہے لہذا اپنے بادشاہ کو کہلا بھیجو کہ ایک اور گھوڑا روانہ کریں اور ہمکو اسطرح ممنون کرو۔ نیز مولائے اسمعیل نے لوئیس چہاردہم کے سفیر کو کہا کہ چند چار آئینہ ایک عمدہ تلوار اور چند بے بہا جواہرات شاہی خزانہ سے اور اور نادر اشیا جو ہمارے مذاق کی ہوں ہمیں ہم پہنچاؤ

[1] علاوہ دیگر اشیا کپتان پیڈن منجانب جارج اول مولائے اسمعیل کے پاس یہ تحایف لے گیا تھا ایک نہایت نفیس مخمل کی کرسی سلطان کے واسطے پچاس پونڈ۔ دس پونڈ چار شرح ہر شلنگ فی پونڈ مسٹر سل ۱۷۲۱ء میں ایک بڑا بادہ پیچی کا شمعدان کئی قسم کے پارچات۔ شکر۔ چینی کے برتن۔ انٹھا ڈی پونڈ چار مٹھائی۔ زیورات اور نادر اشیا۔ قالین۔ سنہری فیتہ۔ بندوق۔ دوہری پستول وغیرہ وغیرہ۔ اور بیشمار چیزیں جو حرم سلطانی کے مذاق کی ہوں +

لیکن سب سے بڑھکر اہل مراکو توپ۔ گولی بارود اور بالخصوص پہاڑی اور جلد فیر کرنیوالی
الواب کی تحفہ کی نہایت قدر کرتے ہیں۔ فادر آف مرسی بڑے بڑے قیمتی تحایف وافر
کرتے رہے ہیں۔ چند سال بعد اسی جماعت تحایف الیعنی ایک ہزار پونڈ سلطان
مراکو کو ارسال کئے۔ ان تحایف میں چار بھی تھی۔ بظاہر معلوم کہ اسوقت اول ہی اول چاء
لائی گئی تھی جو بعد ازاں اس قدر مقبول عام ہوگئی ہے۔ ۱۸۳۲ء میں جو تحایف مراکو میں
پہونچے اس میں ماسوائے اور قیمتی اشیا کے تین کتے بھی تھے۔ جب قونصل
تبدیل ہوتا تھا تو طنجہ کا گورنر حاضر ہوتا تھا۔ مگر یہ رسم ۱۸۵۴ء میں برطانیہ
نے موقوف کرادی۔

جب کوئی سفارت مراکو میں جاتی ہے تو شاہی ملازم بطور بدرقہ استقبال
کو جاتے ہیں اور دارالخلافہ تک کل انتظام باربرداری وغیرہ بھی کرتے ہیں اور
رستہ کے کنارہ پر جہاں سے سفارت گذرتی ہوتی ہے تمام سامان رسد وغیرہ مہیا
کیا جاتا ہے اور اسقدر افراط سے یہ سب سامان ہوتا ہے کہ اگر پوری نگرانی نہ کی جائے
تو تغلب کا بڑا موقع ملسکتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ دودھ۔ مکھن۔ مرغ۔ گوسفند
ہر روز زندہ و بریشتہ۔ کباب۔ روٹی۔ غلہ جو گھوڑوں کے واسطے بکثرت موجود ہیں
یہ ساری اشیا غریب رعایا کا خون نچوڑکر انہم پہونچائی ہوئی ہیں۔

اس جگہ اسقدر گنجایش ہرگز نہیں ہے کہ سفارت کے استقبال کے وقت جو دھوم
دھام نظر آتی ہے اور جو شان و شوکت دکھائی جاتی ہے اسکا شرح و بسط کے ساتھ
تذکرہ کیا جائے۔ تاہم اسقدر یہاں بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس آؤ بھگت
کی بدولت ہر ایک سفیر کے دل میں یہ خیال شکمن ہوجاتا ہے کہ جس عزت و حرمت سے اسکی
پیشوائی ہوئی ہے قبل ازین کبھی کسی سفیر کی نہیں ہوئی پر جب دارالخلافہ نزدیک رہ
جاتا ہے تو ایک مقام کیا جاتا ہے تاکہ کل شہر میں سفارت کی سواری کے استقبال
کے لئے اہتمام کیا جائے۔ تقریباً شہر کے نصف باشندے تماشا کی غرض سے باہر
نکل آتے ہیں جن میں ہر ایک اپنے عمدہ ترین لباس میں ملبوس ہوتا ہے۔ تماش بین
گھوڑوں پر سوار سپاہیوں کی صفوف کے درمیان چلتے ہیں اور شہر میں عورتوں
کی آواز کا جو کوٹھوں پر موتی ہیں عجیب قسم کا شور و غوغا سنائی دیتا ہے۔ سفیر کے واسطے

ایک مکان خالی کرا دیا جاتا ہے اور تین روز آرام و تیاری کے واسطے دیئے جاتے ہیں
اس کے بعد محل کے کسی حصہ میں دربار عام منعقد ہوتا ہے سلطانی سوار صف باندھ کر
کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان باشندگان ممالک غیر پیادہ کھڑے کئے
جاتے ہیں بعد ازاں بھاری شور سنائی دیتا ہے اور بڑے دروازے کھولے
جاتے ہیں پھر حضرت سلطان برآمد ہوتے ہیں۔ آگے آگے ایک گاڑی ہوتی ہے
جو کسی غیر ملک سے نذر کی گئی ہے۔ پیچھے پیچھے سائیس نہایت خوبصورت گھوڑے پکڑے
چلے جاتے ہیں۔ جب سلطانی سواری عین وسط میں پہونچتی ہے جہاں افراد سفارت
جمع ہیں تو یہ لوگ ٹوپی وغیرہ اتار ڈالتے ہیں اور جھک جاتے ہیں۔ عرض بیگ
جو ہمیشہ بلند آواز شخص منتخب کیا جاتا ہے سفیر کا نام و پتہ بتاتا اور ملاقات کراتا
ہے۔ سلطان نرم آواز میں خوش آمدید کہتا ہے۔ سفیر اپنے خطوط و دیگر کاغذات
ایک ریشمی رومال میں لپیٹ کر ایک افسر کے حوالہ جو اس امر کا منتظر کھڑا ہوتا ہے
کر دیتا ہے اور سفیر ایک دو مقررہ جملے بزبان عربی کہہ دیتا ہے اگر وہ کہہ سکتا
ہو ورنہ ترجمان وہ عبارت سنا دیتا ہے اسکے بعد دوستانہ تعلقات کا یقین دلا کر
سفیر تحایف اور اپنی جماعت کے اشخاص پیش کرتا ہے اور دربار برخاست ہوتا ہے
پھر وزراء کی طرف سے دعوتیں اور ضیافتیں ہوتی رہتی ہیں اور کاروبار کے متعلق
ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اکثر بسبب ترجمہ کے مغالطہ پڑ ہی جاتا ہے۔ سب سے آخر
سلطانی تحایف تقسیم ہوتے ہیں اور جسطرح سفارت کی آمد ہوئی اسیطرح
واپس روانہ ہو جاتی ہے۔

تمام وزرائے خارجی طنجہ میں سکونت رکھتے ہیں اور چونکہ عدالت عالیہ ہمیشہ
اپنا مقام بدلتی رہتی ہے اس لئے ارتباط و انفصال معاملات میں دقت پیش
آتی ہے اور اہل مراکو کے واسطے التوا اور کسی کام سے پہلو تہی کرنے کے لئے کافی
سے زیادہ بہانے موجود ہیں۔ وہ انشاء اللہ کہکر ہر ایک کام کا وعدہ کر لیتے ہیں۔
اور دل میں خوب جانتے ہیں کہ اللہ ایسا نہیں کریگا۔ الا اگر ان سے دینی مطلب ہے
اور وہ اس کام کو کرنا چاہیں تو پھر اس میں کسی قسم کی تاخیر ہونے کی نہیں۔ اب وہ
دن گذر گئے ہیں جب مولائے اسمٰعیل سجدہ میں پڑکر اللہ کا شکر ادا کرتا اور کہتا تھا کہ

پروردگار یہ تیری عین عنایت ہے کہ تو عیسائی سفرا کو میری سلطنت کی عظمت و شان دیکھنے کے لیئے یہاں بھیجتا ہے چونکہ اب سفیر بھی کثرت سے آنے لگ گئے ہیں اور ان کی آمد و رفت میں کئی قسم کی دقتیں اور دشواریاں پیش آتی ہیں اس لئے وہ نہایت ہی نامبارک مہمان خیال کئے جاتے ہیں۔

سلاطین مراکو کا خیال سفیروں کے متعلق ایک عجیب قسم کا ہے وہ ہمیشہ سے باشندگان غیر ممالک میں سے سفیر انتخاب کرتے رہتے ہیں۔ مراکو کا مستقل سفیر صرف جبل الطارق میں ہی ہے اور جو سفیر مکہ شریف اور قاہرہ میں ہیں وہ در اصل سفیر نہیں کہلا سکتے معمولی مہتمم و اکو ہیں۔ مولائے اسمعیل نے ایک ہسپانوی غلام کو سفیر کر کے پورتگال میں بھیجا تاکہ وہاں جا کر شرایط عہد نامہ کا پورتگیزوں سے تصفیہ کرے لیکن وہ عہد نامہ منسوخ ہو گیا۔ پھر اسی شخص کو انگلستان میں سفیر ہیرا ور شتر مرغ تحفۃً دیکر بھیجا جب وہ ان امور سفارت سے فارغ ہوا تو اسے اس کام پر جو عہدیا جو کام وہ پیشتر غلام کی حیثیت میں کرتا تھا القصہ دیگر غلاموں کی مانند اسکا گلا بھی کاٹا گیا۔ مولائے الیزید نے ایک تیتوان کے رہنے والے کو سفیر مقرر کر کے ہسپانیہ میں بھیجا مگر اہل ہسپانیہ نے اسے منظور نہ کیا۔ لاکن اس قسم کے اعتراضات اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی وقوع میں آتے ہیں۔

جعلی سفیر | ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص مسمی ڈیوڈ پلاچ جو مراکو کا یہودی تھا ہیگ میں آیا۔ اس شخص کا باپ ہالینڈ میں مراکو کیطرف سے مہتمم تھا۔ ڈیوڈ کے پاس ایک خط منجانب سلطان مراکو تھا اور اپنے آپ کو سفیر مراکو ظاہر کرتا تھا۔ خیر ایک سفیر کیطرح اسکی مدارات کی گئی یہ جو تحائف سلطان کے واسطے فرانس کیطرف سے دیئے گئے وہ بھی اس نے لے لئے مگر یہ سب کچھ لے لوا کر وہ ایمسٹرڈم میں جا بیٹھا۔ فی الجملہ جو جو کام اس نے فرانس میں کئے سلطان نے ان سے انکار کر دیا۔ اسپر لوئیس چہاردہم نے جس نے ڈیوڈ کے مصارف سفر بھی ادا کر دیئے تھے کہا کہ اسکو وہاں سے نکال کر اسکے حوالہ کر دیا جائے۔ مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی بعد اس پر طرفہ یہ ہوا کہ ڈیوڈ پلاچ اپنے والد کی وفات پر ہالینڈ میں اسکی جگہ مراکو کا ایجنٹ (مہتمم) مقرر ہو گیا۔ ممکن ہے کہ ڈیوڈ کو پہلے سفیر تسلیم نہ کرنا مراکو کی محض ایک چال ہو

۱۷۱۳ء

۱۷۲۶ء

اسیطرح بعد میں ایک عہد نامہ سے جو فرانس کے ساتھ ہوا تھا سلطان مراکو نے انکار کر دیا۔ اس معاملہ میں یہ حجت پیش کی کہ وہ شخص جس نے معاہدہ کیا مجاز نہ تھا اور اس نے خط میں خواہ مخواہ اپنا نام درج کر دیا۔ بن حبیشی نام ایک شخص سفیر ہوکر فرانس میں آیا یہ شخص اپنی ظرافت کی بدولت مشہور تھا۔ بن عیسے لوئیس شاہ فرانس کے پاس یہ مستدعا بھی لیکر آیا تھا کہ اپنی لڑکی کو سلطانی حرم میں داخل کرنے کی عزت بخشیں اور اس امر کی پروا نہ کریں کہ پیشتر ہی سلطان کے بہت سی حرم ہیں۔ بن عیسے کو ہمارے جیمس دویم نے بغیر زر مخلصی لیے آزاد کر دیا تھا۔ سو جب جیمس جلاوطن ہوکر اس سے پیرس میں ملاقی ہوا تو اس نے اسکا شکریہ ادا کیا۔

۱۷۷۸ء میں دربار فرانس میں ایک سفیر سلطان مراکو کی جانب سے آیا اس سفیر کا نام قاید طاہر فنش تھا۔ اس نے شاہ فرانس کو سلطان کا لقب وغیرہ سے انکار کیا تھا اور جو خط وہ لیکر آیا تھا اسکا سرنامہ یہ تھا "بنام سردار قوم فرانس جسکے ہاتھ میں اس وقت عنان حکومت ہے یعنی لوئیس چہاردہم خدا اس شخص کو برکت دے جو سیدھے راستہ پر چلے۔"

سنہ ۱۸۶۰ء

جنگ ہسپانیہ کے بعد ایک مراکوی سفیر انگلستان میں آیا اس سفارت کا مدعا یہ تھا کہ قرضہ لیکر مصارف جنگ متدعویہ ادا کیے جاویں۔ لنڈن میں پہونچکر سفیر نے اول ہی اول جو کام کیا وہ یہ تھا کہ لارڈ میئر کو دوسو پونڈ خیرات کے واسطے دیئے۔ معلوم ہوتا کہ یہ نقدی اسے اس غرض سے دی گئی تھی کہ اسکی وجہ سے حصول مدعا میں سہولت ہو۔ ملکہ وکٹوریہ کے ڈایمنڈ جوبلی (جشن شاہی) کے موقعہ پر جب مراکو کو بھی دعوت ہوئی تو مراکو کے نائب السلطنت نے یہ کوشش کی کہ اسکا قائمقام جو لندن میں تھا تقرر قونصل کے متعلق بھی سلسلہ جنبانی کرے مگر چونکہ سلطان متوفی نے اپنے وعدوں کی جو اس نے ۱۸۹۲ء میں سر چارلس کے ساتھ کئے تھے کچھ پروا نہ کی تھی اسواسطے گورنمنٹ نے اس امر سے انکار کر دیا تھا کہ کوئی خاص سفارت[1] مراکو کی جانب یہاں نہ آئے! اور اس وجہ سے نایب السلطنت کی یہ کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اس کا

[1] اگر تمہاری معروضات کی طرف سلطان بالکل توجہ مبذول نہیں کرتے تو ملکہ منظور نہیں کر سکتی کہ مراکو کی جانب سے خاص سفارت یہاں آئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جشن جوبلی کے وقت مراکو کی جانب سے کوئی سفیر وہاں موجود نہ تھا اور سلطنت مراکو شرکت جشن سے بہرہ ور نہ ہوئی ؛

باب ہژدہم

مراکو میں حقوق غیر ممالک

جب کوئی نووارد شخص مراکو کی حالت کو دیکھتا ہے تو اسکو تعجب آتا ہے کہ ایک ایسے ملک میں جہاں دیسی رعایا کی جان و مال بالکل محفوظ نہیں ہے وہاں باشندگان غیر ممالک کی ہر قسم کا پورا پورا انتظام نظر آتا ہے اور بالخصوص جب وہ اسکے زمانہ بحری قزاقی کیطرف خیال کرتا ہے تو اس کا تعجب اور بڑھ جاتا ہے لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جاتے تو یہ تفاوت ہرگز معمولی نہیں ہے اسکا سراغ چند صدی پیچھے تک چل سکتا ہے اور یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس خاص صنف میں کسطرح یہ حالت حاصل رہی ہے اس سلطنت میں باشندگان غیر ممالک کے حقوق موجودہ کی ترتیب بہ مشہور مصنف میس لیٹری نے حسب ذیل کی ہے :-

(۱) جان کی ضمانت اور بیع و شرا میں آزادی۔

(۲) قونصلان کے حدود اختیار و عدم ذمہ واری۔

(۳) حقوق نسبت مقامات سوداگری۔ کنائیس و گورستان۔

(۴) شخصی فنہ وازی۔

(۵) سرکاری حق ضبطی کا ترک (حق ضبطی سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی شخص بلا وارث مرجائے یا کوئی ایسی جایداد ہو جسکا وارث کوئی نہ ہے تو اس جایداد کی مالک سرکار ہوگی)

(۶) ترک قزاقی از ہر دو جانب۔

(۷) شکستہ جہازوں کی حفاظت اور استحقاق نسبت اسباب جہاز ہائے شکستہ کا ترک۔

(۸) اجانب کو کسی ایسی طاقت کے جھنڈے کے نیچے جسکے ساتھ صلح ہو آمد و رفت کی اجازت

(۹) تجارتی اسباب کو ادھر ادھر لیجانے۔ ذخیرہ کرنے اور فروخت کرنے اور تحصیل

قیمت کی اجازت۔

(۱۰) نا فروخت شدہ اسباب کو بلا ادائیگی محصول باہر بھیجنا۔

ابتدا میں جو سوداگر ساحل پر اقامت اختیار کرتے تھے انکو سرائے میں بود و باش رکھنی پڑتی تھی اور سراؤں میں ہی وہ خرید و فروخت بھی کرتے تھے۔ آخر کار بعض نے سراؤں کو اجارہ پر لے لیا اور رفتہ رفتہ سوداگران غیر ممالک کی تعداد بڑھنے لگی۔ ہر ایک سرائے میں ایک الگ قوم مقیم ہونے لگی۔ ہر گروہ کا ایک سرگروہ ہوتا تھا جو اپنے قومی گروہ کے نیک و بد کا ذمہ وار ہوتا تھا اور قونصل کو جو بعد ازاں ذمہ وار ٹھیرایا گیا تھا تو اسکی بنا بھی یہی ہے جس شکل کا مدارک سب سے اول کرنا تھا وہ یہ تھی کہ قونصل کو اپنی قوم کے اشخاص کے قرضہ کا ذمہ وار نہ ٹھیرایا جائے۔ سب سے پُرانا معاہدہ جو اسوقت موجود ہے بمقام (تلمسان) تحریر ہوا تھا۔ اس کا ایک فریق تو امیر مراکو علی خامس (ابوالحسن) تھا جو خاندان بنی ارین میں سے تھا اور فریق ثانی اہل مجاریکا تھے۔ اس معاہدہ کی میعاد دس سال تھی اس میں تحریر تھا کہ ہر دو ملک کی رعایا ایک دوسرے کے پاس اسباب تجارتی لا سکتی ہے اور ان کے جان و مال و دیگر حقوق ہر دو خشکی اور تری پر محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ اگر کوئی جہاز ایام قزاقی میں بھی خاص مراکو میں جاتا تھا تو اس کا کوئی مزاحم نہ ہوتا جس طرح ایک عرب کے جہاز کو کوئی شخص کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ معاہدہ مذکورہ کے رو سے ہی غلہ گندم۔ شوربہ۔ کھال۔ گائے۔ بکری اور اسلحہ کے باہر بھیجنے کی ممانعت کی گئی تھی مگر دیگر اسباب ہر قسم کے واسطے معمولی محصول کی ادائیگی کے بعد اجازت تھی جو اسباب خاص امیر کی خاطر لایا جاتا تھا۔ اس پر کوئی محصول ادا نہیں کرنا پڑتا تھا

ابھی بیس سال بھی گذرنے نہیں پائے تھے کہ ایک اقرار نامہ میں جو پیسا کے ساتھ ہوا۔ اختیار سماعت نسبت تنازعات کا سوال پیش کیا گیا مگر سب سے اول شخصی ذمہ واری کا سوال طے ہوتا تھا۔ جب اس کا تصفیہ ہو چکا تو یہ قرار دیا گیا کہ باشندگان غیر ممالک کے تنازعات کا انفصال قونصل کیا کرے اور جن تنازعات میں ایک فریق کوئی دیسی ہو اور دوسرا فریق کوئی باشندہ غیر ممالک تو ایسی صورت میں اپیل (مرافعہ) قاضی کے پاس ہوگا۔ ایک شرط یہ بھی قرار پائی تھی کہ جب کوئی باشندہ غیر ملک مراکو میں مر جائے تو جائیداد متروکہ متوفی حسب شریعت اسلام

سرکاری مال نہیں ہو جائیں گی۔ البتہ مراکو میں یہ استحقاق حاصل ہو گیا تھا کہ ممالک غیر کے تین عالی جہازوں میں سے ایک کو ملکی خدمت کے لیئے مستعمال کریں۔ کرایہ ادا کردیں اور انتخاب کنندہ قونصل ہوں گے۔ یہ امر بحری تعلقات کی ترقی کے واسطے اہالی مراکو کے حق میں مفید تھا۔

اسطرح ان حقوق کی بنیاد پڑی جنکا فایدہ آجکل اٹھایا جا رہا ہے قطع نظر اس طریقہ کے جس میں اہل مراکو اپنے عہد و پیمان کا ایفاء کرتے رہے ہیں۔ بے شبہ ایک اس امر کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ عملاً نہیں مگر دہولاً وہ ہمیشہ اپنے آباؤ اجداد کے معاہدات پر کاربند رہے ہیں۔ مراکو میں یہ بھی ایک خاص دیکھنے میں آئی ہے کہ اگر کسی ایک ملک کے باشندگان کو جنکے ساتھ رابطہ اتحاد بہت مستحکم ہے بعض حقوق عطا کیئے گئے ہیں تو کسی دوسرے ملک کے باشندگان کو ویسے ہی حقوق حاصل کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ جب ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے بھی مراکو میں قدم رکھنا شروع کیا تو پہلا کام جو ان کو کرنا تھا وہ یہ تھا کہ احمد تھاسر سے ایک فرمان مشعر اس امر کے حاصل کریں کہ انگریزی رعایا کو خواہ مخواہ تکلیف نہیں دی جائیگی اور نہ ہی ان کو طوق غلامی پہنایا جائیگا یعنے ان کو غلام نہیں بنایا جائیگا اور اس مضمون کا فرمان شاہی دیگر اقوام کے حق میں نافذ ہو چکا ہوا تھا۔

تقرر قونصل سنہ ۱۷۶۷ء

فرانس کی سالہا سال کی لگاتار کوششیں آخر بار کامیابی لائیں اور صلح کے تیسرے عہد نامہ کے رو سے یہ امر قرار پایا کہ تمام حصص میں جہاں جہاں فرانسیسیوں کے اغراض وابستہ ہیں ایک قونصل مقرر کیا جائے۔ مراکو کی سفیر جو فرانس میں رہتا تھا اسکو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہاں جو تنازعات وغیرہ مراکوی رعایا میں برپا ہوں ان کا فیصلہ وہ خود کیا کرے اور فرانسیسی قونصل جو مراکو میں تھا اُسے بھی ویسا اختیار دیا گیا تھا۔ ہر ایک فریق اپنی اپنی رعایا کے مقدمات سماعت کر سکتا تھا اور اسطرح جو حکم ایسے مقدمات میں نفاذ پاتے تھے وہ ناطق تصور ہوتے تھے کیونکہ ان کا کوئی اپیل یعنے مرافعہ نہیں تھا۔ بعد ازاں ان ہی فریق کے مابین ایک اور معاہدہ ہوا جسکے رو سے یہ قرار پایا کہ طرفین غلاموں

کو بغیر قیمت رہا کردیں اور کوئی مراکو کی بندرگاہ اس شرط کی تعمیل میں مقصر ہے تو
فرانسیسی اسپر گولہ باری کرسکتے ہیں۔ یہ معاہدہ اسوقت کے حالات کے لحاظ سے بہت
مفید تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی معاہدہ کی بنا پر جبل الطارق سے جنگ چھیڑی
(سنہ ۱۷۳۴ء) گئی اور برطانیہ سے بدستور صلح قایم رکھی گئی تھی۔ ایک یہ امر بھی قرار پایا کہ جو
باشندگان غیر ممالک خفیہ طور پر بغیر ادائیگی محصول مال لیجاتے ہوئے گرفتار کیے
کیے جاویں وہ بھی قونصل کے حوالہ کیے جاویں۔ سولہ سال بعد ایک اہم معاہدہ
(سنہ ۱۷۵۰ء) تحریر ہوا یعنی گورنمنٹ مراکو اس قرضہ کی ادائیگی کی جو اس کی رعایا کیطرف
(سنہ ۱۷۶۰ء) سے باشندگان ممالک غیر کو واجب الادا ہو ذمہ وار قرار پائے۔ اسمٰعیل نے
سر کلوڈزلے شاول کو لکھا کہ ان انگریزی سوداگروں کے قرضہ جات جو یہاں
سکونت رکھتے ہیں ادا کیے جاویں گے۔ لاکن جب قرضہ جات کی ادائیگی ہو جائے
تو اسکے بعد ہمارے ملک میں وہ لوگ ہرگز نہیں ٹھیر سکینگے۔ مراکو والوں کو یہ
اجازت تھی کہ اگر سوداگران ممالک غیر بے قرضہ ادا کیے ملک سے جانا چاہیں تو
اُن کو روکدیں۔ چنانچہ سنہ ۱۸۴۴ء میں انگریزی نائب قونصل بسبب عدم ادائیگی
قرضہ موگیدار میں روکا گیا تھا۔ حتیٰ کہ قرضہ ادا کیا گیا۔ مولائے اسمٰعیل نے سنہ ۱۷۰۴
میں ایک فرمان فرنٹ ڈائیگو کے نام جو ہسپانیہ کا رہنے والا تھا بدین مضمون نافذ
کیا کہ وہ جملہ عیسائی اسرا کے معاملات خود فیصلہ کیا کرے۔ گر فنیس مذکور نے اس عہدہ
کو منظور نہ کیا اور دنیادار اشخاص کو یہ منصب دیدیا۔ مولائے اسمٰعیل ہی کے عہد
میں انگلستان کے ساتھ ایک اہم معاہدہ ہوا جسپر سیوارٹ نے دستخط کیے۔ یہ
پہلا معاہدہ انگریزوں سے ہوا۔ اس معاہدہ کی ایک یہ بھی شرط تھی کہ طرفین ایک
دوسرے کے جہاز میں پرچہ راہداری کا ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ سنہ ۱۷۶۰ء میں اس
معاہدہ کی تصدیق ہوئی اور کچھ اسکو وسعت بھی دیگئی۔ یہ معاہدہ رسل کی معرفت
تحریر ہوا۔ اب اس معاہدہ میں یہ تازہ شرائط ایزاد کی گئی تہیں کہ مراکو کی رعایا
بشمول یہودیان صرف تیس روز تک جبل الطارق۔ یا منارکا میں کاروبار
سوداگری کیلیے روانہ ہوسکتے ہیں اور تنازعات جو انگریزوں اور یہودیوں کے
درمیان ہوں وہ گورنر اور قونصل کے پیش ہوں +

انگریزی رعایا کے مراکوی خدمتگار وغیرہ ہر قسم کے محصول سے معاف رکھے جائیں۔ تمام انگریزی رعایا جو کسی جہاز میں پکڑی جائے وہ آزاد متصور ہو۔ سامان رسد وغیرہ جبل الطارق یا انگریزی بیڑے کے واسطے بغیر محصول کسی بندرگاہ سے خریدی جا سکتی ہیں۔ وہ بعد ازاں یہ ایک اہم معاہدہ متعلق مکانات و جائداد انگریزی سے ہوا۔ ولندیزوں نے یہ معاہدہ تحریر کرا لیا کہ اگر کوئی باشندہ غیر ممالک کسی دیسی یعنے باشندہ مراکو کو جان سے مار ڈالے تو ایسے مقدمہ کی تجویز سلطان بنفس نفیس کیا کرے اور قونصل بھی حاضر رہے۔

سب سے بعید معاہدہ دی برگنیان کا عہدنامہ ہے جو فرانس کے ساتھ ہوا۔ اسپر مراکش میں دستخط ہوئے۔ اس عہدنامہ کے رو سے فرانسیسی اس امر کے مجاز قرار پائے کہ جس قدر وہ ضروری خیال کریں مقرر کر سکتے ہیں۔ اور دوسری اقوام پر اس بارہ میں ان کو ترجیح ہے نہ وہ کوئی محصول ادا کریں۔ دیسی ملازم مثلاً منشی وغیرہ کے ساتھ ان کے ذاتی مقدمات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی جائے۔ اور ان کے مکانات وغیرہ کی حفاظت کیجائے۔ نیز وہ محصول ادا نہ کیا کریں۔ اگر کوئی تنازعہ کسی فرانسیسی اور مراکوئی شخص کے درمیان ہو تو بغیر مداخلت قاضی سلطان اس کا فیصلہ کریں۔ قونصل بھی حاضر رہے۔ مگر اس شخص کے قرضہ کا ذمہ دار نہیں ہوگا نیز جہازوں کی تلاشی نہ ہوا کرے اور اس امر کی احتیاط بیشتر ہی سے کیجائے کہ غلام ان کے جہازوں میں فرار ہو کر نہ جا سکیں۔ فرانسیسی مراکوئی بندرگاہوں میں اپنے دشمنوں سے پناہ گزین ہو سکتے ہیں۔ لاکن اہل مراکو کو ان مقامات میں جانے کی اجازت نہ تھی جنکا فاصلہ فرانس سے تیس میل سے کم ہو۔ تجارت پر سے سب قیود اٹھائی گئیں۔ نا فروخت شدہ اسباب پر کوئی محصول ادا نہ ہوگا۔

جنگ ہسپانیہ کے بعد ایک اور عہدنامہ تحریر ہوا۔ اس سے جملہ حقوق سابقہ کی تصدیق ہوئی اسوقت سے مراکو میں تجارت کی آزادی ہے۔ دوسرے ممالک کی رعایا اسی بندرگاہوں میں جو داخل معاہدہ ہیں مکانات تعمیر کر سکتے ہیں۔ اور اگر ضروری متصور ہو تو سلطان کیطرف سے ان کو تعمیر کے واسطے جگہ بہم پہونچائی جاتی ہے۔ الغرض مراکو میں اب ہر قسم کی آزادی اور سہولت حاصل ہے۔

ان ممالک کی رعایا کو جس کے ساتھ دوستانہ تعلق قایم ہے ہر قسم کی آزادی حاصل ہے اور کسی قسم کا جبر نہیں ہو سکتا۔ ان کے مکانات وغیرہ بھی محفوظ ہیں خواہ مخواہ ان کی تلاشی

نہیں کیجا سکتی ہے ہر قوم کو اپنے مذہبی فرائض اپنے طریق پر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ یہودی اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو ویسے حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر ممالک کی رعایا رکھتی ہیں۔ اگر غیر ممالک کی رعایا میں سے کوئی شخص لاوارث بلا وصیت کئے وفات پاجائے تو اُسکی جائداد قونصل کے حوالہ کیجائیگی۔ جو تنازعات غیر ممالک کے باشندگان کے مابین ہوں اُنکا فیصلہ بھی قونصل ہی کرتی ہے اور اس میں دیسی حکام کی کوئی مداخلت نہیں ہے جو دعوی یا الزامات مراکوی رعایا غیر ممالک کی رعایا کے برخلاف دائر کرے اُنکا تصفیہ بھی قونصل کرتا ہے۔ اور اگر غیر ممالک والوں کی طرف سے کوئی دعوی مراکوی رعایا کے برخلاف کیا جائے تو اسکا فیصلہ مقامی عدالتوں میں ہوگا۔ قونصل صرف اس موقعہ پر حاضر رہ سکتا ہے۔ ہر دو جانب کو حق مرافعہ (اپیل) حاصل ہے۔ چونکہ مراکو میں بہت قوام غیر ممالک آباد ہیں اور ہر ایک کا قانون مختلف ہے اسواسطے جس معاملہ میں دو فریق سے زیادہ فریق ہوجائیں تو وہ مقدمہ سخت پیچیدہ ہوجاتا ہے ۱۸۳۶ء میں یہ امر قرار پایا کہ انگریزی رعایا کا کوئی آدمی کسی علت میں گرفتار ہوجائے تو اوسکو حوالہ قونصل کیا جائے۔ اور ۱۸۵۲ء میں ولندیزوں نے یہ معاہدہ حاصل کیا کہ اگر کوئی غیر ممالک آدمی کسی باشندہ مراکو کو جان سے مار ڈالے تو اس کا مقدمہ صرف سلطان بذات خود سماعت کرے گا۔ سب سے اہم معاہدہ ۱۸۶۷ء میں ہوا۔ اسکی شرائط یہ تھیں کہ اہل فرانس جہاں جہاں ضروری خیال کریں اپنے قونصل بٹھا سکتے ہیں۔ دیسی منشی مصدی و دیگر اہلکاروں سے ان کی ادائیگی فرائض میں کوئی مداخلت نہ کیجائے۔ نہ ہی ان کے مکانات وغیرہ سے کسی قسم کا تعرض نہ ان سے کوئی محصول وصول کیا جائے۔ باشندگان غیر ممالک کو اپنے گھروں میں عبادت کرنے کی اجازت ہوگئی۔ اگر کوئی تنازعہ سلطانی رعایا اور فرانسیسی رعایا کے مابین واقع ہوجائے تو اس کا فیصلہ سلطان بذات خود یا اس کی طرف سے کوئی عہدہ دار بغیر مداخلت قاضی کرے اگرچہ قونصل کو اجازت تھی کہ انکے تحقیقات میں حاضر رہے مگر وہ قرضہ جات کے لئے ذمہ وار نہیں تھا فرانسیسی جہازوں کی تلاشی ممنوع ہوگئی۔ اہل فرانس کو اجازت تھی کہ وہ اپنے دشمنوں سے مراکوی بندرگاہوں میں پناہ لیں۔ لاکن اہل مراکو ان مقامات میں جانے کے مجاز نہ تھے۔ جو فرانس سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہوں۔ اس عہدنامہ کا نام معاہدہ دی بردگنان (Le Breagnon) ہے اور بھی چھوٹے چھوٹے معاہدے محصول وغیرہ کے متعلق زیر تحریر میں آتے رہے جنکا یہاں ذکر کرنا زیادہ تر مفید نہیں ہوگا۔

اسوقت مراکو میں تجارت کی آزادی ہے اور ہر ملک و ملت کے لوگ اپنا اپنا بیوپار بغیر خطرہ سرانجام دیتے ہیں۔ حسب ضرورت مراکو کی حکام تعمیر کیواسطے جگہ مہیا کرتے ہیں۔ سفر کے واسطے آزادی ہے۔ مگر یہ آزادی دراصل سلطانی حدود کے اندر ہی اندر ہے۔ بندرگاہوں میں باشندگان ممالک غیر کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ جہاں چاہیں آجا سکتے ہیں۔ اور اپنے اپنے جھنڈے نصب کرسکتے ہیں جس جگہ بضرورت محسوس ہو وہاں قونصل مقرر کیا جا سکتا ہے۔ قایم کیا جا سکتی ہیں۔ ان ممالک کی رعایا جس کے ساتھہ رابطہ دوستانہ قایم ہے محصول وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ غیر ممالک کے یہودی و مسلمان کے حقوق یکساں ہیں۔ اگر کوئی باشندہ غیر ممالک لاوارث مرجائے اور کسی قسم کی وصیت بھی نہ کیجائے تو متوفی کی جائداد متروکہ قونصل کی تحویل میں ہوگی۔ نیز ان مختلف معاہدات سے یہ امر بھی قرار پاچکا ہے کہ سلطنت مراکو مجرمان مفرور کے ماویٰ دیجا نہیں ہے اگر کوئی مجرم مراکو میں چلا جائے تو اسکی گرفتاری بذریعہ وارنٹ عمل میں آسکتی ہے اور اکثر ایسا وقوع میں آیا ہے کہ ممالک یورپ کے مفرورین مراکو میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ نووارد اشخاص کو مراکو میں سب سے پہلے بڑی تکلیف یہ ہے کہ مکان سکنی دستیاب نہیں ہوسکتا اسکی اصل وجہہ یہ ہے کہ اہل مراکو یہ ہرگز نہیں چاہتے کہ غیر ممالک کے باشندگان کی آبادی کو زیادہ وسعت دیجائے۔ بنابریں اگر کوئی شخص اس بارہ میں سعی کرے تو حتی الامکان ہر قسم کی مزاحمت پیش کیجاتی ہے۔ لیکن اگر سچ پوچھو تو اہل مراکو حق پر ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں مذہبی اور اخلاقی وغیرہ آزادی عطا کرنے سے ان کو جو جو دقتیں پیش آئیں وہ ناگفتہ بہ ہیں۔ نظر براں اب وہ زیادہ محتاط ہوگئے کہ ان کے ملک میں یہ مفسد مادہ زیادہ جمع نہ ہو اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ مقامی حکام نے رقوم کثیر اپنی گرہ سے ادا کرکے غیر ملک کے اشخاص کو نکالا ہے۔ اس دقت کی رفع کرنے کی غرض سے معاہدہ میڈرڈ (Madrid) میں جو ۱۸۸۰ء میں تحریر ہوا ایک فقرہ یہ بھی درج کیا گیا کہ اپنی جائداد پر قبضہ رکھنے کا استحقاق جملہ باشندگان غیر ممالک کو حاصل ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھہ اہل مراکو نے حسب معمول پخ لگادی جس سے اس شرط کا زور ٹوٹ گیا وہ یہ تھی کہ کسی جائداد کا بیع ہرگز وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ جبتک سرکار سے پہلے اجازت حاصل نہ کیجائے۔ اور ایسی اجازت کا حصول سخت مشکل ہے۔ جب تک کوشش نہ کیجائے اور زیادہ نذر نذرانہ نہ دیا جائے۔ تو یہ مدعا حاصل ہونے کا نہیں اور وثیقہ نویسوں کو جب تک ان کو خاص اجازت نہ دیگئی ہو سخت سزا دیجاتی ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف یہ ہے

کہ تمام تنازعات نسبت جائداد تابع قانون ملکی ہیں۔ الغرضیہ یہاں عمارت بنانے میں سخت مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر معمار اور مزدور عمارت پر لگائے جائیں تو اُن کو فی الفور گرفتار کیا جاتا ہے البتہ بعض لوگوں نے اسطرح کیا ہے کہ مزدور وغیرہ بھی باہر سے لائے ہیں۔

مراکو میں افسران ممالک غیر کی ایک جماعت جس کے سپرد انتظام حفظان صحت ہے اور ۱۸۱۴ء میں اس جماعت کو سلطان کیطرف سے اختیار دیا گیا تھا کہ انسداد طاعون میں وہ پورا پورا انتظام کریں تب سے یہ جماعت قائم ہے اور جس قدر اشخاص باہر سے مراکو کی بندروں میں وارد ہوتے ہیں اُن کے نام درج رجسٹر کئے جاتے ہیں۔

ایک بڑا مفید معاہدہ جو تحریر ہوا وہ یہ تھا کہ راس سپارٹل ایک مینار بصرف ممالک غیر تعمیر کیا جائے۔ مگر وہ ملکیت مراکو کی ہوگی۔ اور جنگ کے وقت کوئی فریق اس کے استعمال کا مجاز نہ ہوگا۔ اس مینار کا انتظام ایک کمپنی کے ہاتھ میں ہے جس کے ممبران قونصلان ممالک غیر ہیں جنمیں سے باری باری میر مجلس (پریزیڈنٹ) تجویز کیا جاتا ہے۔

ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف معطوف کیجاتی ہے کہ جس ملک میں ان سلطنت کے باشندگان کو اس قدر تکلیف پہونچی ہے۔ اس میں یہ قیاس ہی نہیں ہو سکتا کہ عام لوگوں کی کیا گت بنتی ہوگی۔ اگر موجودہ حالت کا مقابلہ حالت سابقہ کے ساتھ کیا جائے تو زمین و آسمان کا تفاوت دکھائی دیگا۔ اور اس تفاوت کی عمر ایک یا دو صدی سے زیادہ نہیں ہے اس موقعہ پر گورنمنٹ مراکو کی دادگستری و عدل و انصاف کی ایک مثال درج کیجاتی ہے جیساکہ جیکسن کا بیان ہے۔ ایک شخص مسمی لیٹین نے ایک عورت کے دو دانت مار کر توڑ دئے۔ عدالت میں مقدمہ دائر ہوا۔ اور قانون سن رائکس کے مطابق لیٹین پر فرد قرارداد جرم قائم کیا گیا۔ کیونکہ نہ ہی مستغیثہ اور نہ ہی جو تنیلے باشندگان مراکو کوئی پابند صلح کے ماننے تھے۔ الغرض مقدمہ برطبق اپیل سلطان کے حضور میں پیش ہوا۔ لاکن سلطانی عدالت میں بھی حکم بحال رہا۔ کیونکہ اس قانون سے انحراف نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر جب لیٹین سوداگر نے یہ وعدہ کیا کہ وہ مبعہ گندم ایک جہاز بھر کر ضعیفہ کی نذر کریگا تو نہ صرف اس کا جرم ہی معاف ہوا۔ بلکہ سلطان اسپر بہت مہربانی کرنے لگے۔ اور اسے انگریزی قونصل مقرر کرنیکی خواہش ظاہر کی۔ ۱۸۷۷ء میں جملہ قونصلان غیر ممالک تطاوین سے مخرج کرکے طنجہ کھیجدئے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی یورپین آدمی نے اثنائے شکار میں ایک

گولی لگ کر مر گئی۔ سنہ ۱۸۰۴ع میں انگریزی گھڑی ساز نے ایک شریف (علوی سید) کے کان پر گھونسہ دے مارا۔ اس کی پاداش میں حکم ہوا کہ مجرم کے ہاتھ اور زبان کاٹ دیجاوے مگر بقول کپتان جوہن سمتھ (Captain John Smith) تین سو نفر خاص شاہی خدام قیدخانہ پر چل پڑے اور اس مجرم کو چھوڑ لیا۔

ایک شریف نے فرانسیسی قونصل مسمی ایم۔ سارڈو (M. Sardeaux) پر حملہ کیا۔ استغاثہ مولاے سلیمان کے پیش ہوا۔ اب سلطان عجیب مشکل میں پڑ گیا ایک طرف تو مستغیث کے غضب کا خیال تہا۔ اور دوسری طرف مستغیث الیہ کے دینی تقدس کا پاس۔ کرے تو کیا کرے۔ عاقبل الامر مولائی سلیمان نے اپنی قلم مبارک سے ایک خط ارقام کیا۔ خط کے ابتدا میں یہ جتایا ہے کہ مستغیث کی خاطر بحیثیت مہمان ہونے کے بہت عزیز ہے۔ اور پھر اصل مطلب کو اسطرح حوالہ قلم کیا ہے۔

عیسائی لوگ بہت رحم دل ہوتے ہیں۔ اور جو صدمات ان کو دوسروں کی جانب سے پہونچتے ہیں۔ ان کو وہ صبر و تحمل سے برداشت کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بی بی مریم سے ظہور میں آیا۔ اور اس کتاب میں جو تمہارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی طرف سے تم لوگوں کی طرف لائے مرقوم ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک رخسارہ پر تھپڑ مارے تو دوسرا اس کے آگے کر دو۔ چنانچہ آنحضرت نے جب یہودیوں نے آپکو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اپنی حفاظت کی کوئی کوشش یا تدبیر نہیں کی اور اور پھر اللہ تعالے نے ان لوگوں سے انہیں بچا لیا۔ اور ہماری کتاب میں جو ہمیں ہمارے پیغمبر صلعم کی معرفت پہونچی ہے۔ منظور ہے کہ سب اقوام میں سے عیسائیوں میں نیکی کے کام کرنے والے کثرت سے ہیں۔ اور یہ امر بلا شک و شبہ ہے کہ تم لوگوں میں اکثر قسیس اور پادری راست بین جن میں کبر نہیں ہے۔

آگے چلکر خط میں تحریر ہے کہ مستغاث الیہ دیوانہ تہا اور خدائے رحیم و کریم کے واسطے رحم و معافی کی درخواست کرتا ہے۔

ہیچو قسیم مقدمات میں تقدیس کا عذر ہمیشہ مانع انصاف رہا ہے۔ اگرچہ بعد میں یہ عذر ناکافی خیال ہونے لگا۔ مگر ابہی وہ وقت آنے والا ہے۔ جب سادات علوی کو واجبی سزا دیجاویگی۔ ایک شریف نے کسی کشتی پر بندوق چلائی اور اس جرم کی

سنہ ۱۸۱۷ع

سزا میں اسے شلاق کیا گیا۔ مگر یہ سزا گویا بالجبر دیدی گئی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک شریف قصاص میں قتل کیا گیا۔ اس دفعہ بھی مقتول ایک فرانسیسی ایم رے نام تھا اور اسوقت سے یہ عذر تقدیس کم ہی اٹھایا گیا ہے۔ اگرچہ اسوقت بھی ولیسی سیاست سے کام نہیں لیا جاتا۔ جیسا کہ چاہیئے۔ تاہم جو لوگ اشخاص یورپین پر حملہ وغیرہ کرتے ہیں اُن کو پوری سزا دیجاتی ہے بلکہ یہانتک ہوتا ہے کہ جس موقعہ پر کوئی ایسا حادثہ واقعہ ہو وہاں کے باشندگان گردنواح پر بھی جرمانہ کیا جاتا ہے۔ باشندگان ممالک یورپ کا مال وجان مراکو میں جہاں کہیں سلطان کی حکومت وسیاست کا لوہا مانا جاتا ہے کافی طور پر محفوظ ہے۔ اور کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ البتہ دعوے سرجانہ کے واسطے مدعی کے ساتھ دو پولیس کے آدمی ہونے چاہیئں۔ اگر کسی گانوں میں مقام کیا جائے تو گانوں والوں کا فرض ہے کہ رات کے پہرہ کے واسطے ایک آدمی رکھیں۔ تاہم ملک کے حصص زیریں میں بلا خوف وخطر سفر کیا جاسکتا ہے۔ ۱۸۵۹ء میں عبدالرحمن ثانی نے علیسائیوں کے اخلاق کی تعریف اور باشندگان مراکو کو اس کے تفاہدیں ہدایت کی ہے۔ اس کا قول ہے کہ کم از کم عیسائیوں نے اپنے وعدوں کو پورا کیا ہے مگر اہل مراکو کے واسطے کوئی پاس وعدہ یا ایمان نہیں ہے۔ جو انگریز ملک مراکو میں مقیم ہیں ان کو اس امر واقعہ پر بڑا فخر اور ناز ہے کہ وہاں کے لوگوں میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ یہ قوم اپنے قول کی سچی ہے۔

اگرچہ لوگوں کے شوق تجسس کی کوئی حد نہ تھی۔ مگر کسی نے کوئی ایسی مزاحمت نہ کی۔ آخر نائب السلطنت نے کہلا بھیجا کہ شہر میں بائیسکل نہ چلانا چاہیئے۔ شاید ہے کہ کوئی جاہل جوشیلا شخص نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اہل مراکو بائیسکل کے سواروں کو شیاطین پران کہتے ہیں۔

سنہ مگر سمہ یہ حالت نہیں رہی۔ اور یہ امر مختصہ منضدہ ہم کے گشتی خط سے ظاہر ہوتا ہے جسکی نقل ذیل میں درج ہے۔

بسم اللہ

بنام جملہ قونصلان۔ خدا اسے برکت دے جو صراط مستقیم پر چلتا ہے۔ تم لوگوں

کو واضح رہے کہ گذشتہ تیس سال سے حضور بجانب انگریزوں کے اعمال کو ملاحظہ اور اخلاق پر غور فرماتے ہیں۔ اور ہمیشہ ہر موقع پر یہی ظاہر ہوا ہے کہ وہ قول کے سچے ہرگز نہیں ہیں۔ انگریزوں کے چال چلن میں زیادہ فرض کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں اور کوئی تعریف نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ دروغ گوئی میں بڑے مشاق ہیں۔

باب نوزدہم

رابطہ تجارت

جب مراکو کی تواریخ تجارت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں صدی میں مارسیلز اور سیتا (سبتہ) میں آپس ایک عہدنامہ کی آڑ میں تجارت چلتی تھی۔ مال درآمد صرف شراب تھی۔ اور دوسری طرف وینیس اور فلانڈرز میں مراکو سے شکر جاتی تھی۔ علاوہ دیگر اسباب تجارتی کے مراکو سے موم۔ زیرہ کھال اور خرما باہر جاتے تھے۔ بالخصوص مراکو کی شکر بہت مشہور اور عمدہ ہوتی تھی یہاں تک کہ اطالیہ کے سنگ مرمر کے ساتھ مساوی الوزن تبادلہ ہوتی تھی۔ ایک پری پر سنگ مرمر اور دوسری طرف شکر ڈالی جاتی تھی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ چودہویں صدی کے اوائل میں سوداگران یورپ کو ملک میں پھرنے کی ویسی ہی آزادی تھی جیسی کہ آجکل ہے۔

انگریزوں نے سرزمین مراکو میں تقریباً سب سے پیچھے قدم رکھا۔ ۱۵۵۱ء میں اول ہی اول لیئن آف لنڈن نامی جہاز مراکو میں پہونچا۔ اس جہاز میں پارچات سنگ موسے۔ عنبر اور گھونگا مچھلیاں لائی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں نتیجہ اور اشیا بھی تھیں اور بوقت واپسی یہ جہاز یہاں سے شکر۔ خرما۔ بادام وغیرہ لے گیا۔ البتہ اطالوی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہد یہاں سے مصر کو جاتا تھا اور شاید اس سے نتیرہ شکر مراد ہے۔

مراکو کی تجارت کی روز افزوں ترقی کو دیکھکر بہت سے لوگ اس امر کے خواہشمند ہو گئے کہ اس سلطنت میں تجارت کرنے کی عزت حاصل کریں اور رفتہ رفتہ نوبت بزرقابت

رسید چنانچہ ۱۵۸۵ء میں ملکہ الزبتھ کے عہد میں جو انگلستان کی ایک مشہور نیک ملکہ گذری ہے۔ اس کے درباریوں میں خاصکر یہ بڑا چرچا ہوا کہ کسی طرح مراکو سے تجارت کرنے کا فخر حاصل ہو جائے۔ بنا برین ملکہ موصوفہ نے امیر مراکو کے ساتھ خط وکتابت شروع کی اور اُسوقت کی بعض تحریریں ابتک موجود ہیں اور بعد میں مسٹر اڈمنڈ ہوگن کو سفیر کر کے مراکو میں بھیجا۔ اس سفیر نے اپنا زیادہ وقت شورہ (Saltpetre) کے حاصل کرنے میں صرف کیا۔ اُس وقت مراکو میں فرانسیسی۔ پرتگیز وغیرہ لوگ پہلے ہی سے موجود تھے۔ سچ پوچھو تو اسوقت بہ نسبت آجکل کے اقوام یورپ کے زیادہ اشخاص مراکو میں اقامت گزیں تھے۔ ارل وارک (Earl Warwick) اور ارل لیسٹر (Earl Leicester) اُسوقت کے مشہور سوداگروں میں سے ہیں اور انہوں نے ملکہ مذکورہ سے مراکو کے ساتھ رابطہ تجارت کھولنے کی خاطر خطوط حاصل کئے ۱۵۸۵ء میں ایک خاص شاہی منشور ایک کمپنی کو جو اکسٹر کمپنی آف بربری ایڈونچررز کے The Exeter Company of Barbary adventurers نام سے موسوم تھی عطا ہوا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ اس جد وجہد کا نتیجہ کیا ہوا۔ ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ایک سو سال سے تجارت مراکو کا بازار بہت ہی سرد پڑ گیا ہے۔ اگرچہ تجارت کا سلسلہ بالکل منقطع نہیں ہوا تھا کیونکہ مولائی اسمٰعیل کے عہد میں ایک سال کے اندر دو سو جہاز انگریزی اور ایک درجن جہاز فرانسیسی پانچ ماہ میں مراکو میں لنگر انداز ہوئے۔ ۱۶۸۳ء میں جب طنجہ کو چھوڑ دیا گیا تو دو انگریز مسمیان تیش و پآر کرنے تطاوین میں کاروبار کرنا شروع کیا۔ یہ ہر دو شخص قید ہو کر غلام بنائے گئے تھے۔ اور جب ان کو رہائی ہوئی تو وہاں ہی سوداگری کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے وہاں بیوپار کیا۔ اور بہت فائدہ اوٹھایا۔ ۱۶۶۶ء رولینڈ فریجس مولائی رشید ثانی کے حضور میں باریاب ہوا مگر اسے اپنے مدعا میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اس کی درخواست تھی کہ ساحل پر تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے۔

۱۷۵۳ء میں اہل ڈنمارک نے بتوسل کپتان لنشرو آصلیہ اور صفی (Safi) میں تجارت کا حق بلا شرکت غیری پچاس ہزار پیاسٹر

سالانہ پر حاصل کیا۔ مگر سوداگران موگیدار (Mogadore) لاریکی (Laraiche) کے مقابلہ میں عاجز آ گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ اہل ڈنمارک کا دیوالہ نکلگیا۔ بقول سنیٹ اولون تجار غیر ممالک کو ابتدا میں ہر قسم کی تحریص کیگئی تھی کہ وہ مراکو میں آکر آباد ہوں اور بتدریج وہ ایسے پھنس گئے کہ بغیر اپنا مال واسباب چھوڑے جا نہیں سکتے تھے۔ اہل فرانس فائدہ میں رہے وہ دیسی اجناس ہمیشہ اپنے ملک میں لیجاتے تھے اور معاوضہ میں اپنے ملک کی دستکاری کی اشیاء مثلاً۔ کاغذ۔ ٹوپیاں۔ طرطیر (ایک قسم کی شراب) اور کم قیمت اسباب مراکو میں لاتے تھے۔ مگر انہوں نے کبھی بھی نقد روپیہ زمین مراکو میں صرف نہیں کیا۔ اور جو اجناس وہ مراکو سے لیجاتے رہے وہ یقیناً ان کی بضاعت سے زیادہ مالیت رکھتی تھیں۔

جو سوداگر حصول منافع کی غرض سے مراکو میں وارد ہوئے ان کے اوضاع و اطوار اچھے نہ تھے چونکہ ان کا چال چلن بالکل ہی خراب تھا اس واسطے وہ نہایت بے اعتباری کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور ہمیشہ نکمی اور ناکارہ اشیاء مراکو میں لاتے تھے۔ اب بھی چونکہ زیادہ قیمت حاصل نہیں ہوتی۔ اسواسطے سوداگر زیادہ مال مراکو میں نہیں لاتے۔ مگر تعجب انگیز امر یہ ہے کہ اسوقت بھی یہ شکایت موجود تھی طریفالگر کی لڑائی کے بعد سلطان کو یہ تہدید کرنی پڑی کہ اگر جہازوں میں کارآمد اشیاء نہیں آئیں گی تو ہم اپنی بندرگاہیں مسدود کردیں گے چنانچہ ۱۸۰۷ء میں مولائی نے ایک خط تحریر کیا جسکی نقل ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

بنام جملہ سوداگران موگیدار یعنی مسلم۔ عیسائی۔ یہودی۔ بعد سلام کمنوف باد کے ہم نے معلوم کیا ہے کہ قصبہ میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو اس ملک میں کارآمد ہو سکی اسکی وجہ یہ ہے کہ تملوگ اس قسم کا مال اس ملک میں نہیں لاتے جسپر محصول ادا کرنا پڑے۔ پس اسمیں ہمارے لئے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تملوگ اس سرزمین میں ایسا مال لاؤ جو ملک اور دیار کے لئے کارآمد ہو۔ اور اگر میری اپنی ذات کی نسبت پوچھو تو پروردگار عالم کے فضل و کرم سے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے میں نے بن عبد الصادق کو ہدایت کردی ہے کہ جو جہاز عمدہ کارآمد اسباب لیکر نہ آئے یا جو جہاز صرف مرکز ثقل درست رکھنے کیواسطے نکما اسباب بھر لائے ایسے جہازوں کو خالی واپس کردے۔ وہ تم کو اتنی مہلت ضرور دیگا کہ تم اپنے دوستوں کو اس بارہ میں آگاہ کردو۔ والسلام

۱۸۶۱ء باوجود اسکے سوداگران غیر ممالک کو اٹھارہویں صدی میں بہت سارے حقوق

درعائتیں عطا کی گئیں۔ یہاں تک ان کی خاطر ملحوظ کی گئی تھی کہ ان کے حسب مرضی عزل ونصب گورنران ہونے لگا۔ بالفاظ دیگر قصبات میں تجار کی ایک گونہ حکومت تھی۔ بعد میں جماعت قونصلان نے محصول کے متعلق سلسلہ جنبانی کی۔ لاکن حسب دستور سابقہ ہمیں آب تلمسان ورکاسہ کا معاملہ پیش آیا۔

۱۷۱۸

موجودہ تجارتی حقوق

اب حالات بالکل ہی بدل گئے ہیں۔ انقلاب زمانہ سے رنگ کل بدل گیا ہے۔ موجودہ معاہدات کے رو سے تجارت کی پوری پوری آزادی ہے۔ جملہ اجارات وقیود جو اس مال پر تھیں جو باہر سے لایا جاتا تھا بالکل موقوف کی گئی ہیں۔ مگر تمباکو یا پیپ ہر قسم کے جن سے تمباکو پیا جائے افیون۔ گوگرد۔ بارود۔ سالٹ پیٹر (شورہ یا سالپورہ) سکہ۔ اسلحہ اور سامان جنگ مستثنیات میں سے ہیں۔ جو چیزیں باہر جاتی ہیں اور زیر اجارہ ہے یہ ہیں۔ تمباکو درختوں کی چھال وغیرہ اور بوٹیاں جو تمباکو کی طرح پینے کا کام دیتی ہیں۔ مگر جو مال باہر جاتا ہے اگر پہلا صرف نہیں ہو چکا ہو تو روکا جا سکتا ہے۔ حالانکہ جو مال باہر سے آسکتا ہے اوس پر کسی قسم کے قیود نہیں ہیں۔

مراکو میں معمولی محصول کے علاوہ اور کوئی کسی قسم کا محصول ادا نہیں کیا جاتا۔ ہر قسم کے مال کے متعلق کسی قسم کی وقت پیش نہیں آتی۔ مقررہ شرح کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ جو لوگ چوری مال بغیر محصول لے کے لئے جائیں وہ ہر دو سزا قید وجرمانہ کے مستوجب ہوتے ہیں۔ غیر ممالک کا کوئی باشندہ دوسرے کے قرضہ کے لئے ذمہ دار نہیں ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ اپنے آپ کو ضامن قرار دے۔ ممالک یورپ میں اگر کوئی مراکو کا شخص قرضہ ادھار اٹھانا چاہے تو وہ ایک دستاویز انگریزی قونصل کے روبرو تحریر کر کے لے سکتا ہے۔ جہازوں پر کسی قسم کا تشدد نہیں ہوتا۔ شکستہ جہازوں کو امداد دیکر نکال دیا جاتا ہے اور علاقہ وادی لنس میں بڑی احتیاط ہوتی جاتی ہے۔ اگر لڑائی چھڑ جائے تو دشمن کی رعایا کو چھ ماہ کی مہلت دیجاتی ہے تاکہ وہاں سے چلے جاویں۔

مولائی عبدالرحمن کا عہد حکومت بھی قابل ذکر ہے۔ کیونکہ تجار غیر ممالک کے ساتھ وہ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ سلطان خود بھی محصول کا مہتمم رہ چکا تھا۔ اسواسطے یورپین لوگ اوسکے اوضاع و اطوار سے خوب واقف تھے جو امر سب سے بڑھکر قابل تعریف ہے وہ یہ ہے کہ محصول کا

روپیہ سوداگروں کے ذمہ چڑھتا جاتا ہے اور سلطان بالکل خاموش ہے۔ کسی سے نہ مطالبہ نہ کسی سے سختی کیجاتی ہے۔ اور اکثر یہ بھی ہوتا تھا کہ سرکاری خزانہ سے تجار کو رقم محصول ادا کرنے کی غرض سے قرضہ دیا جاتا تھا۔ اس سلوک سے سوداگر لوگ سلطان کے بہت ہی ممنون ہو جاتے تھے۔ اور اکثر لائے ہوئے قیمتی تحائف لے کر دربار میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایسے تجار نے پندرہ ہزار ڈالر کے تحائف سلطان کے حضور میں پیش کئے۔ تجار قرضدار بے بہا تحائف پیشکش کر کے تاریخ ادائیگی قرضہ ملتوی کرتے رہتے تھے۔ کوئی سود نہیں لیا جاتا تھا۔ نہ ہی قرضدار کو تنگ کیا جاتا تھا۔ اگرچہ قرضدار کو ملک سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی اور جو قرضدار تجار مراکو میں وفات پا جاتے تھے ان کی ترکہ سے ان کے قرضہ کا تصفیہ کیا جاتا۔ مولائی عبدالرحمن دلسیوں کا قرضہ بھی اپنی گرہ سے ادا کر دیتا تھا۔ اور بعد میں آہستہ آہستہ ان سے یا ان کے وارثان سے وصول کرتا تھا۔ سلطان کے اس حسن سلوک کا کم از کم اثر جو تجار غیر ممالک پر پڑتا تھا وہ یہ تھا کہ کل امور اس کے حسب خواہش طے ہو جاتے تھے۔ کبھی کسی معاملہ میں کوئی سوداگر اختلاف تک نہیں کرتا تھا۔

بعدازاں موگیدار (Mogador) کو بڑی رونق ہوئی۔ مگر جب سے دخانی جہاز چل پڑے ہیں اُسوقت سے یہاں کی تجارت روبہ تنزل ہے۔ کیونکہ مراکو کی بندرگاہیں رستہ سے ایک طرف واقع ہیں۔ موجودہ معاہدات انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ تجارت روزبروز گراں ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر سوداگروں کی اب وہ حالت نہیں رہی۔ جو سابق میں تھی۔ لیکن موگیدار (Mogador) میں اہل یورپ اور دلسیوں کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اس بارہ میں طنجہ بہترین مقام ہے۔ یہاں اہل یورپ کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں اسباب ارزاں قیمت پر فروخت کرنے میں بڑے سرگرم ہیں البتہ جہانتک تجارت کو تعلق ہے یہودیوں کا طوطی خوب بول رہا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں سب تجار غیر ممالک کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔

قرضہ جات کے سلسلہ کو اہل یورپ نے بہت وسعت دی ہے اور یہ صورت بہت ہی مضر ثابت ہوئی ہے۔ ہر نوعمر کلارک (منشی) جس کو قرضہ حاصل ہو سکتا ہے تھوڑی سی پونجی بہم پہونچا کر سوداگر بن بیٹھتا ہے جس کا نتیجہ سوائے ناکامیابی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اکثر تو قیمت خرید پر ہی اور اس سے کم پر بھی مال بیچ ڈالتے ہیں۔ ناگوار ترنتیج

سود پر روپیہ دیویں۔ اس سے تجارت کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ تقریباً تمام تجار غیر ممالک جو اسوقت موجود ہیں پہلے کلارک ہو کر یہاں آئے تھے۔

جب تک گورنمنٹ کی پوری پوری اصلاح نہ ہو جائے جس کی امید جلدی بہت کم ہے۔ یا جبتک ملک کسی اور طاقت کے تصرف میں نہ آجائے تو ترقی کی امید کرنا ایک امر محال ہے زمانہ سابق میں اجارات جیسے آسانی سے دئے جاتے تھے ویسی ہی آسانی سے منسوخ بھی کئے جاتے تھے۔ مگر ۱۸۵۶ء میں ایک معاہدہ انگریزوں کے ساتھ ہوا۔ جس سے اس قسم کے اجارات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ لاکن اسوقت بھی بعض اشیاء کی لسبت اجازت وقتاً فوقتاً دیجاتی ہے۔ مثلاً غلہ و مسکرات کی لسبت مگر یہ اجازت اسی شخص کو دیجاتی ہے جو سب سے بڑھ کر بولی دینے والا خریدار ہو۔ مراکو میں امراء و وزراء کی ایک عام عادت ہو گئی ہے کہ جھوٹے وعدوں پر تحائف وغیرہ لیتے رہتے ہیں۔ نہ ہی ان وعدوں کی کوئی اصلیت ہوتی ہے نہ ان کا کبھی ایفا ہوتا ہے۔

جب کوئی دولت مند آدمی سرزمین مراکو میں وارد ہوتا ہے تو درباری و دیگر اہلکار اسکی بالکل پروا نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت برتی جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ نو وارد دولت مند دسترخوان فراخ اور تواضع شروع کر دیتا ہے تو بس خوشامدیوں کا غول اس کے دسترخوان پر موجود ہے۔ اسکو وعدے دئے جاتے ہیں۔ جو ہمیشہ وعدے کی صورت میں ہی رہتے ہیں۔ پھر اسکو دربار میں لیجاتے ہیں۔ جہاں جا کے اس کو پتہ لگتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتے رہے وہ محض گپ تھی۔

اکثر لوگ اس کوشش میں رہے ہیں کہ ساحل سوس پر اور اس کے آگے بستیاں قائم کریں۔ اگر سرکار مراکو ہمیشہ سے اس کے برخلاف چلی آئی ہے اور اس کوشش میں شاید مشکل سے کبھی ایک کو ہی کامیابی نصیب ہوئی ہو ورنہ سب ناکامیاب رہے ہیں۔ اس لئے ایسی کوششوں کا اس مقام پر مفصل ذکر کرنا بے محل معلوم ہوتا ہے۔ ۱۸۸۰ء میں ایک کمپنی نے ترفیہ (Tarfaya) میں کچھ زمین خریدی جسکا نام انہوں نے راس جوبی رکھا اور جو زمین اس کے ساتھ پڑی تھی اس کا نام پورٹ وکٹوریہ (بندر وکٹوریہ) رکھا۔ مگر اہل مراکو نے اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ ان کے نزدیک یہ بستی ان کے حقوق کے مضر تھی۔ بدیں خیال کہ اگر اسکی اجازت دیگئی تو پھر دیگر مقامات پر اور بستیاں بھی قائم ہونگی۔ لاکن چونکہ

۱۸۸۰ء

معاملات پیچیدہ ہوگئے اور بعض دلیسیوں نے اُٹھکر چند یورپ والوں کو بے تحاشا قتل کر ڈالا اور وہاں کی تجارت بھی فائدہ مند ثابت نہ ہوئی لہذا کمپنی والوں نے ارادہ کیا کہ اس بستی کو فروخت کر ڈالیں۔ چنانچہ ۱۸۹۵ء میں پچاس ہزار پونڈ پر فروخت کیگئی۔ اور حدود حکومت سرکار مراکو میں شامل ہوگئی۔ اور آیندہ کے لئے یہ قرار پایا کہ جبتک گورنمنٹ انگلشیا اس بارہ میں اتفاق نہ کرے کوئی زمین فروخت نہ ہو۔

ممالک یورپ کے باشندے ملک مراکو اندرونی حصص میں سکونت نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ لوگ زیادہ تر بندرگاہ نظاوین۔ طنجہ۔ لارایکے (Laraache) رباط۔ دارالبیضا موزیگان (Mazagan) صفی اور موگیدار میں رہایش رکھتے ہیں۔

یہ امر بھی خالی از تعجب نہیں ہے کہ مراکو کی لوگ اگرچہ سخت متعصب ہیں جیسا کہ اوپر کے بیانات سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے پھر بھی اس قسم کے عہدے حاصل کرنے میں بڑی کوشش اور روپیہ خرچ کرتے ہیں جو زیر سایہ حمایت ممالک غیر ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے عہدوں کے فرائض ادا کرنے کی قابلیت بالکل نہیں رکھتے البتہ وہ دولتمند ضرور ہوتے ہیں اور یہی قابلیت ان کے کام آتی ہے۔ ایک ثالث شخص کے نزدیک روپیہ لیکر ملازم رکھہ لینے کا طریقہ نہایت معیوب ہے۔ مگر جب دو مساوی قابلیت کے شخص ملازمت کی درخواست کریں جن میں سے ایک تو تنخواہ کا خواستگار اور دوسرا اپنی پاس سے روپیہ دینے کو آمادہ تو ان دونوں میں سے کون منتخب ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ جو شخص سرمایہ بہم پہنچانے پر تیار ہے وہی انتخاب میں آسکتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر اس قسم کے متلاشی لوگ اس قدر ستم رسیدہ اور مظلوم ہوتے ہیں کہ ان کو حمایت ملازمت میں لینا علی الانصاف ہوتا ہے اور بعض اوقات صرف کسی نیک آدمی کی جان بچانے کے لئے بغیر کسی معاوضہ نقدی وغیرہ ایسا کرنا پڑتا ہے۔ نذرانہ سے کر ملازم رکھنے کے رواج کا انسداد ہونا چاہئے۔ اگر کوئی سفیر اس مطلب کے واسطے کچھ روپیہ کسی سے حاصل کرے تو اس کو اسکی بدعملی اور رشوت قرار دینا چاہیئے۔ اور اس کا تدارک اس صورت سے ہوسکتا ہے کہ محکمہ سفارت کی تنخواہیں زیادہ کردی جایئں تاکہ ان کو اس قسم کی رشوت لینے کی تحریص نہ ہو اور یہ انتظام چاہئے کہ کل طاقتیں ملکر کریں۔ خواہ اہل مراکو اس میں رضامند ہوں یا نہ ہوں مگر اسکا نتیجہ باصلاح ہوگا۔ جبتک کوئی یورپین طاقت اس طریق رشوت پر اعتراض کرکے اس کا قلع قمع نہ کیگی تو یہ بدنظمی حکومت بدستور جاری رہیگی۔

اگر استحقاق حفاظت اٹھالیا جائے تو اہالی یورپ کے واسطے تجارت ناممکن ہو جائے نہ کسی کو کوئی ملازم مل سکے نہ کوئی اپنے کاروبار کو سرانجام کر سکے۔ بنابریں اس استحقاق کا موقوف کردینا ایک لمحہ کے واسطے بھی ناسوں متصور نہیں ہو سکتا۔ صرف اسی استحقاق کی بدولت یورپین تجار مراکو میں سوداگری کرتے پھرتے ہیں۔

وقتاً فوقتاً اس استحقاق حفاظت کی اصلاح کے متعلق کوششیں کی گئی ہیں۔ بعض اوقات تو کبھی ایک طاقتوں کی جانب سے تحریک ہوئی ہے۔ چنانچہ میڈرڈ میں اس خصوص میں ان طاقتوں کے مابین جن کا تعلق تھا گفتگو ہوئی۔ مگر اس وقت سے صرف تنقیح حقوق ہی ہو رہی ہے۔ اور کسی کی توجہ اس مذموم بیوپار کی طرف نہیں ہوئی جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے یعنی استحقاق حفاظت کو فروخت کر کے اس طرح اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے گویا وہ بھی کوئی شئے فروختنی ہے۔ مگر اب وقت آ پہنچ گیا ہے کہ کل طاقتیں ملکر اس پر غور کریں اور اور جس قدر جلدی اس کے تدارک کی تجاویز سوچی جائیں گی۔ اسی قدر مفید اور مناسب ہوگا شکایت یہ ہے کہ اس استحقاق حفاظت سے اہل مراکو اوائیگی محصولات سے بری ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ شکایت کوئی وزن دار نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اہلکاران سفارت خواہ مخواہ عمداً اغماض کریں تو ان کے نوکر چاکر قانون کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اگر اہلکاران سفارت کی تنخواہیں بڑھا دی جائیں تو غالباً خرچ آمدنی سے تجاوز کر جائیگا۔ مگر ساتھ ہی تجارت کو ترقی ہو جائے گی کیونکہ محصول کی شرح میں ابزادی لازمی ہوگی۔

سنہ ۱۸۸۰ء

سفرائے ممالک غیر اپنے لئے ملازم انتخاب کر سکتے ہیں اور استحقاق حفاظت ترجمان تک محدود ہے۔ حفاظت کے واسطے ایک پولیس کا آدمی لیا جاتا ہے۔ دو نوکر ہوتے ہیں اور بشرط ضرورت ایک منشی ہوتا ہے جس کو وہاں کے محاورہ میں طالب کہتے ہیں۔ قونصل کے کارکنان کو جو وہاں کے ہی رہنے والے ہوتے ہیں ایک گارد ملی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر وہ خود اور ان کے متعلقین بھی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ اس قسم کی حفاظت میں صرف ملازم کی بیوی اور نابالغ بچے داخل ہیں۔ جو اس کے مکان میں رہائش رکھتے ہوں اور یہ حق موروثی ہے۔ تاہم بعض خاندانوں کے لئے موروثی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خاص خاص خدمات کے عوض میں بعض اقوام غیر ممالک نے چند خاندان کے لئے یہ حق بذریعہ عہدنامہ حاصل کیا ہے ہر قوم غیر ممالک کے متعلق ایک خاندان ہے۔ لیکن ہر خاندان کی تعداد جس کے لئے

یہ استحقاق حاصل کیا گیا ہو یا دو نفر سے زیادہ نہ ہونے چاہیئے۔
ممالک غیر کے تجار کے ملازمین جوان کی جانب سے کل مال درآمد برآمد کا انتظام کرتے ہیں دیسی باشندے ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہر طرح سے محفوظ ہیں اور ایسے اشخاص کی بڑی کثرت ہے۔ اس قسم کے اشخاص کو اسناد دئے جاتے ہیں جو ہر دو زبان میں ہوتے ہیں یعنے عربی میں اور دوسری اسی زبان میں جو نوکر رکھنے والے مالک ہو۔ اور اسناد میں خدمت کرنی کی تشریح کی جاتی ہے۔ یہ اسناد طنجہ میں سفارت کی طرف سے نافذ ہوتی ہیں اور سال بسال ان کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔
دیسی اشخاص جو اس طریق پر بنا یہ حفاظت ممالک غیر میں آئے ہوئے ہیں وہ جنگی خدمات اور تمام محصولات سے مستثنی ہیں البتہ اگر وہ مالک اراضی مزروعہ ہیں یا بار بردار مویشی رکھتے ہیں تو معمولی محصول ادا کرنا پڑتا ہے اور اس کے متعلق سفارت گورنمنٹ سے تصفیہ کر لیتی ہے۔ ایک سالانہ نقشہ متضمن جائداد و محصول ادا شدنی اس قوم کے قونصل کے پاس بھیجا جاتا ہے جس کی ملازمت میں اس قسم کے اہلکار ہوں اور اگر کوئی شخص صحیح صحیح تعداد جائداد کی بیان نہ کرے تو پہلی دفعہ تو اس کمی کا دوچند اور دوسری دفعہ چارچند محصول واجب الادا ہو جاتا ہے۔ گویا اس کی دروغ بیانی کی یہ ایک قسم کی سزا لے جرمانہ ہوتی ہے۔
باشندگان غیر ممالک کے دیگر ملازمین اس حفاظت سے باہر ہیں۔ مگر کوئی الزام وغیرہ اینز عائد کیا جائے تو قونصل متعلق کو اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے۔
ناظرین نے استحقاق حفاظت کے حالات دیکھ لئے ہیں اب اسکا اور کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ مراکو کی گورنمنٹ کی اصلاح اور اصلی باعث بدنظمی رفع ہو مگر مشکل یہ ہے کہ سلطان کے اختیار سے اصلاح باہر ہے اس کے مشیر کسی قسم کی اصلاح کو گوارا نہیں کریں گے۔ اور ساتھ ہی یہ عذر کریں گے کہ عوام الناس ہر قسم کے اصلاح کے مخالف ہیں اور خواہ کیسی ہی اصلاح کیوں نہ ہو اس کو وحشت اور دہشت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔
یہ امر قابل تسلیم ہے کہ عوام الناس کی جانب سے مخالفت ہوگی۔ اور اس بیان میں صداقت بھی کسی حد تک ہو سکتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر حصہ خلیہ سلاطین کا بھی ہے۔ مانا کہ مولائی عبد العزیز ایک دفعہ کل اصلاحیں نہیں کر سکتے۔ مگر آہستہ آہستہ

وہ دوسری اقوام کی طرح جو روز بروز ترقی اور اقبال مندی کی راہیں طے کر رہی ہیں۔ نقائص کو دور کر سکتے ہیں۔ روشن خیال مشیر جو تدابیر ملکی اور تجاویز حکومت میں ذہن رسا رکھتے ہیں۔ اپنے دربار میں جمع کر سکتے ہیں۔ غیر ممالک کے باشندوں کو جب او نہوں نے فوجی صیغہ میں ہمارے ملازم رکھہ سکتے ہیں۔ رعایا کو ترغیب و تحریص دینی چاہئے۔ کہ وہ محنت اور تجارت کریں۔ تاکہ وہ محصولات ادا کریں۔ جس سے سپاہ وغیرہ کے مصارف چلیں جہاں تک اور جہاں جہاں ممکن ہے وہاں اصلاح کی بنیاد رکھہ دینی چاہیئے۔ اور قوی امید ہے کہ تھوڑے عرصہ میں سرزمین مراکو سے جہالت کا سایہ معدوم ہونا شروع ہو جائیگا اور ترقی کی روشنی پر تو فگن ہونے لگے گی۔ یہ عذر کہ لوگ اصلاح کی مخالفت کرتے ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا نفس الامر اصلاح سے محض لاعلمی اور ناواقفیت ہے۔ اہالی مراکو کو اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اپنے ملک کے حاکم کے سایہ حفاظت و حمایت میں رہیں۔ اور اس امر کی ہرگز ضرورت نہیں کہ غیر ممالک کے حکمران ان کو ان کے اصلی حکمران سلطان سے محفوظ رکھیں۔ جب یہ احتیاج رفع ہو جائے گی تو حفاظت خارجیہ کی ضرورت اُٹھہ جائے گی۔ اور ملک میں کبھی اس کے ذکر کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوگی چہ جائیکہ اس سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

باب ہفتم

سلطنت کی قسمت

اس باب میں جو کچھہ ہمیں ترمیم کرنا ہے اور جن امور پر بحث کرنی ہے وہ اس سلطنت کے حالات عروج و زوال بیان کرنے کی نسبت۔ جس کی تمام طاقتیں انحطاط کو پہونچ چکی ہیں۔ بہت ہی مشکل ہے۔ طاقت مراکو کو اس سلطنت کے نام سے موسوم کرنا ایک لفظ اضافی امر ہے۔ ورنہ اس میں اب رکھا تو کچھہ بھی نہیں ہے جس سے یہ اس قسم کے خطاب کی مستحق ہو۔ بعض کا خیال ہوگا کہ ہم اس سلطنت کے حشر پر قلم فرسائی کریں گے

جس کی نسبت مدت مدید سے ایک خیال چلا آرہا ہے۔ مگر بُری فال ڈالنا ہمارا کام نہیں ہے
اور نہ ہی اس ارادہ سے ہم نے حالات قلم بند کرنے شروع کئے ہیں۔ مصنف اس اصول
کا پابند ہے کہ مشاہیر کے حالات وتذکرات تحریر کرتے وقت انصاف کے ہاتھ میں عدل کا
ترازو پکڑ کر ان کو تول لینا چاہیئے۔

مورخ پیشینگو نہیں۔

تاریخ نویس زمانہ گذشتہ کے تجارب ارقام کر دیتا ہے تاکہ موجودہ زمانہ
میں لوگ ان سے فائدہ اوٹھائیں۔ اور کل حالات من وعن پیش کر دیتا
ہے۔ جن سے لوگ جو ایسے امور کے خواہشمند رہتے ہیں۔ نتائج اخذ کر سکیں۔ وہ دیکھتا
ہے کہ سلطنت میں قدرتی سامان کس قسم کے ہیں۔ باشندگان کا میلان طبع کس طرف ہے
اور اس میں خارجی مداخلت کس حد تک زور پکڑ گئی ہوئی ہے۔ جیسا کہ ابواب ماسبق میں
بیان کیا گیا ہے۔ کبھی کبھی وہ مآل سلطنت کے متعلق بھی لکھ دیتا ہے تو وہ اس کی اس واقفیت
کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو اسی اقوام کے متعلق حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اصول علم تاریخ اور اصول
علم تشریح یکساں ہی ہیں۔

ان امور کیطرف خیال کرنا کہ ابتدا میں وہ کون سے اسباب تھے جن کے اجتماع اور
ترکیب سے اپنی وقت پر سلطنت مراکو غایت عروج تک پہنچ گئی تھی۔ کہ وہ کونسے سامان
تھے۔ جن سے اس نے استحکام کی صورت اختیار کی۔ نہایت دلچسپ ہے

اگر سلطنت کے موجودہ حالات پر غور کیا جائے تو نتیجہ اسطرح ذہن نشین ہوگا۔ وہ
مسرت انگیز نہیں ہوگا۔ کوئی صورت ایسی نظر نہیں آتی جس سے بہتری بہبودی یا ترقی
کی امید ہو سکے۔ یہاں ہر قسم کی اصلاح مخالفت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اور ہر اصلاح
جو اس ملک میں تجویز کیجاتی ہے آخرکار وہ ایک مضحکہ سے زیادہ اثر نہیں رکھتی۔ ممالک ملحقہ
کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور روز بروز روبہ ترقی اور دیسی حکومت کوئی دن کی
مہمان دکھائی دیتی ہے۔ سوائے آثار قدیمہ کے اور کوئی شئے امید دلانے والی نہیں ہے
اور باستثنائے ایک ریاست کے باقی تمام ریاستوں کا انتظام یا اون کی عنان حکومت
دراصل اہالی یورپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگرچہ مراکو ایک آزاد طاقت ہے اور خارجی
اوضاع واطوار کا اثر یہاں کے باشندگان پر زیادہ نہیں پڑا۔ لاکن بایں ہمہ فی الحقیقت
مراکو قسمت ممالک یورپ کی قسمت پر منحصر ہے۔ اور بظاہر یہی دکھائی دیتا ہے کہ آئندہ

یہ سلطنت کسی غیر ملک کے بادشاہ کے زیر حکومت ہوگی۔ جب تک مراکو اپنی حالت پر چھوڑا ہوا ہے تو اس کے باشندگان واویلا کرتے ہی رہیں گے۔ مگر نہ تو وہ اپنے آپ کو بکلّی فنا و برباد کریں گے۔ اور نہ ہی بطیب خاطر دوسروں کی اطاعت قبول کریں گے۔

جو لوگ مراکو میں مداخلت کرنے کے شایق ہیں۔ وہ کوئی نہ کوئی بہانہ اس بارہ میں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر وہ کوئی معقول وجہ پیش نہیں کر سکتے۔ یہ امر متواتر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مراکو کی حالت اسفل السافلین تک پہنچکر پھر قایم ہوتی رہی ہے۔ جو کچھ مراکو کی تصویر ہر موقعہ پر اخبار کھینچتے رہے ہیں اس سے تو ہر بار یہی معلوم ہوتا تھا کہ بس آج مراکو کی قسمت کا فیصلہ ناطق ہو چکا ہے اور عنقریب ہی وہ کسی ہمسایہ طاقت کے تصرّف میں آنے والا ہے۔

باشندگان مراکو کے خیال کے مطابق اگر ملک کی حفاظت ایک جابر بادشاہ کے پنجۂ اقتدار میں ہو تو سلطنت کی حالت خاصی اقبال مند ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سلطنت کے واسطے اگر کوئی خطرناک امر اور بدشگون نشان ہے تو صرف یہ ہے کہ ملک میں عیسائی قوم کی آبادی روز افزوں ہے۔ مراکو کی حالت بد امنی و بدنظمی جسکو باشندگان غیر ممالک دیکھکر انگشت حیرت دانتوں میں لیتے ہیں۔ اہالی مراکو کے واسطے ایک نہایت معمولی بات ہے اور وہ کچھ اس بدانتظامی کے ایسے عادی اور خوگر ہو گئے ہیں کہ یہ سب کچھ برای العین مشاہدہ کرکے بھی ان کے کان پر جوں نہیں چلتی۔

بہر کیف حکومت موجودہ بہت اچھی ہے اور دیر کے بعد اس قسم کی حکومت مراکو کو نصیب ہوئی ہے۔ مراکو میں تعلیم نام کو بھی نہیں ہے اور باشندگان کا سب سے بڑا مدعا اور بھاری خواہش یہ ہے کہ ان کی حاجات رفع ہوتی رہیں جس سال فصل اچھی ہو جاتی ہے تو لوگ ہر قسم کے ہتھیار خریدتے ہیں۔ اور بعد ازاں ایسا موقعہ بھی جلد نکال لیتے ہیں۔ کہ ان کے استعمال کی صورت بن جائے۔ اگر اس امر کی ممانعت کیجاتی ہے کہ رعایا کے لوگ ہر قسم کے اسلحہ خرید کرنے کے مجاز نہیں ہیں اور پولیس کی پوری پوری اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور رعایا کے مال کی حفاظت کا یقین دلا دیا جا تو ان کی صورت قایم ہو سکتی ہے۔ اگر یہ باتیں حاصل ہو جائیں تو رعایا کے لوگوں کو ترغیب اور تحریص کرنی چاہئے۔ کہ وہ مستقل گاؤں آباد کریں۔ غریب سے غریب آدمی

بھی اپنے انصاف کو پہونچ جائے۔ زرمال گذاری بلا وقت وصول ہو جائے مگر یہ سب باتیں وقوع پذیر ہیں تو کیونکر ہوں۔

مراکو میں جو کپڑا تیار ہوتا ہے وہ خاصہ خوبصورت اور خوشنما ہوتا ہے۔ اگرچہ ذرا اس وقت ناگوار محسوس ہوتا ہے جب جسم کے ساتھ پہنا جائے۔ اور نیچے اوس کے کوئی کپڑا پہنا ہوا نہ ہو۔ لاکن بہرصورت مراکوی زندگی کے واسطے بہت موزوں ہے اور بڑے بڑے شائستہ شہروں کے لغبس یا رجات باشندگان مراکو کے واسطے بالکل ناکافی ہیں۔ چند یورپین طاقتیں ایسی بھی ہیں کہ وہ سلطنت مراکو کے استیصال کے جان سے دلدادہ ہیں۔ اگر ان کو ہمسایہ طاقتیں ایسا کرنے کی اجازت دیں تو خاصکر فرانس والے دن گنا کرتے ہیں کہ کب وہ وقت آئے کہ مراکو میں رہنے کا دور دورہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسا وقت آگیا تو جیسا کہ فرانس کا خیال ہے سب سے پہلے اہل فرانس ہی مراکو میں قدم رکھیں گے۔ اور شاید ہو بھی ایسا ہی۔ اگر دوسری طاقتوں نے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ کیونکہ اس صورت میں تو فرانس کے لئے راستہ بالکل کھلا ہوتا ہے۔

اہل انگلستان کو مراکو سے بہت ہی کم واقفیت ہے اور نہ ہی وہ اسکی زیادہ تر پروا کرتے ہیں۔ بنابریں وہ اس امر سے محض نابلد ہیں کہ اہل فرانس نے کس استحکام سے اپنے پاؤں مراکو میں جمائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ فرانسیسی حد اور مراکوی سرحد کے مابین جو فاصل علاقہ ہے وہ بالکل غیر محفوظ ہے۔ اور جو مقامات فرانس کے قبضہ میں ان سے مراکو کی فتح ایک نہایت سہل امر معلوم ہوتا ہے۔ فرانسیسی فوراً فاسی پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اور بعد ازاں مکناس تو بالیقین مفتوح ہے اور تانا غان (Inagegana) اگر ایک فوج بھیجدی جائے تو مراکش کا کام تمام ہو جاتا ہے۔

یہ سب کچھ بغیر کسی نقصان کے حاصل ہو سکتا ہے۔ تاہم بربریوں کو مطیع کرنا ایک سخت دشوار اور مشکل امر ہے اور جب تک بیشمار جانیں بھینٹ میں نہ دی جائیں اور جنگ بے حساب روپیہ صرف نہ ہو تب تک یہ دشواری سہولیت پذیر نہیں ہو سکتی۔ اور الجزائر کا معاملہ مذکورہ بالا بیان کا موید ہے۔ اور اس خصوص میں مراکو کے مقابلہ میں الجزائر کی چنداں حقیقت بھی نہیں۔ مراکو زیادہ تر آزادی پسند اور سرکش ہے یہاں تک کہ مراکو کے فتح کرنے میں ترک بھی ہمیشہ ناکامیاب اور قاصر رہے ہیں۔ مراکوی فوج کسی یورپین

طاقت کے ساتھ لگا نہیں کہا سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ طنجہ اور علاقہ ملحقہ دوسری طاقتوں کے قبضہ میں آجائے اور یا پھر انگلستان کا قبضہ بلا شرکت غیری نہ ہوتا کہ حقوق خارجیہ اور ابنائے محفوظ رہیں۔ فرانس کا فوجی مشن جو شاہ مراکو کے صرف پر وہاں مقیم ہے سلطان کی امداد کو ہر وقت تیار رہتا ہے اور ایسے ایسے مقامات تک سلطانی فوج کے ساتھ پہنچتا ہے۔ جہاں دوسری طاقتیں جانا گوارا نہیں کرتیں۔ گویا یہ جملہ امور جو فرانس کی جانب سے ظہور پذیر ہو رہے ہیں آئندہ کے کسی حملہ کے مقدمتہ الجیش ہیں۔ اہل فرانس کے مسلمان کارکن یعنے ایجنٹ ادھر ادھر ایسی ایسی دشوار گذار جگہوں پر پہونچ جاتے ہیں۔ جہاں جانا دوسرونکے لئے محال نظر آتا ہے۔ اور جہاں کہیں موقعہ دیکھتے ہیں فوراً فرانس کے فوائد کو پیش کر دیتے ہیں۔ اس طرح فرانس مستعدی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہے اور کوئی اس کا مانع نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ سلطان کی معزولی مناسب ہو تو بھی ان کے قبضہ میں ایک قابل اور بارسوخ شخص موجود ہے۔ اس شخص کا نام مولائی علی شریف وزان ہے اور وہ شرفاء ادریسی کے خاندان میں سے ہے۔

شریف وزان

انگریزوں نے انکار کر دیا تھا کہ وہ اس کے باپ کو اپنی حمایت میں نہیں لیں گے۔ تو اسواسطے شریف فرانسیسی حمائیت میں ہے۔ اہل فرانس شریف وزان اور اس کے بھائی مولائی احمد کو تعلیم دلائی اور فوج الجزائر میں ہر دو بھائی بعہدۂ افسران مامور ہیں۔ مولائی علی ایک قابل شخص ہے اور اس نے اپنی والدہ کی خوبی میراث میں لی ہے۔ مولائی علی کی والدہ انگلستان کے رہنے والے تھی۔ مولائی علی نہائت منصف مزاج واقع ہوا ہے اور اس کے خیالات ترقی کے خواہاں ہیں۔ مگر اُمید نہیں کہ کوئی اس قسم کا انقلاب واقع ہو اور جیسا کہ ہم اوپر کنایۃً بیان کر چکے ہیں۔ مراکو کی حکومت اہل مراکو کے ہاتھ میں رہتی نظر نہیں آتی۔

چونکہ مراکو پر فرانس کا مدت سے دانت ہے اور اس کی خوش قسمتی سے اس معاملہ میں اسے کسی حریف کا اندیشہ نہیں۔ پس فرانس اسوقت تک منتظر رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ سلطنت مراکو کو ایک صدمہ پر پہونچائے۔ کہ کامیابی عین الیقین

ہو۔ نظر بحالات مراکو الجزائر کے ساتھ شامل ہونے کو ہے۔ صرف کوئی سوال اس میں ہو سکتا ہے تو یہی کہ کتنی مدت میں یہ شمولیت عمل میں آئے گی۔ اہل انگلستان فرانس کے اس پکے ارادہ کو کہ مراکو پر قبضہ جس طرح ممکن ہو کیا جائے نہیں سمجھ سکتے اور وہ صرف یہی کہہ کر خاموش ہو رہتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکنات میں سے نہیں ہے۔ مگر فرانسیسی اس ہماری دوراندیشی کے معنی نہیں سمجھ سکتے جس قدر پادری لوگ پروٹسٹنٹ لاب کے الجزائر میں ہیں خواہ وہ کسی قوم کے کیوں نہ ہوں انکی نسبت یہی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سلطنت برطانیہ کے جاسوس ہیں۔ اس واسطے ہمیشہ پادریوں کو تنگ کیا جاتا ہے۔ اور ان کو وقتاً فوقتاً یہ کہا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو یہاں سے جانا پڑے گا۔ الجزائر کے متعلق جو کچھ بھی ہمارے خیال ہیں ان کی نسبت قیاس نہیں ہو سکتا۔ مراکو کے خواستمند نہ جرمن ہیں نہ انگریز خواہ اس کی تجارت کیواسطے ہر دو میں رقابت ہو۔ اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ اگر فرانس مراکو کو لینا چاہے تو ہر دو انگریز و جرمن ضرور اعتراض کریں گے۔ اگر کسی وقت تقسیم کی نوبت پہونچی بھی تو انگریز تو صرف اس حصّہ زمین کو لینا چاہیں گے جو اپنا ئے جبل الطارق کیطرف نکلا ہوا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اہل جرمنی اپنا پاؤں جمنا چاہتے ہیں۔ اور اونہوں نے اس مقام پر جہاں سے کوئلہ نکلتا ہے تصرف کرنے میں بیفائدہ سعی کی۔ لاکن اس سے ان کا یہہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ فرانس کے ساتہہ تصفیہ کرنے میں ان کو موقعہ ملے۔

اہل ہسپانیہ بھی مراکو کی خواہش دیکھہ رہے ہیں اور ہمیشہ اس کے متعلق لکھتے پڑھتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مراکو میں ان کو ایک استحقاق حاصل ہے۔ جس کی بنا وہ یہ گردانتے ہیں کہ مسلمانوں کا قبضہ دیر تک ہسپانیہ پر رہا ہے اور اب مراکو پر قابض ہونا ان کی باری ہے۔ لاکن جب ہسپانیہ کی حالت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ البتہ اہل ہسپانیہ فرانسیسوں کے ساتہہ شریک ہو سکتے ہیں۔ اور آخرکار اہل فرانس ان کو حیلہ دیگر حکمت عملی سے ٹال دیں گے۔ اور خود قابض ہو جائیں گے۔ اب پورتگال والوں کی دال بھی اس معاملہ میں گلتی نظر نہیں آتی۔ اس کا زمانہ بھی رفت گذشت ہو گیا۔ روس۔ سکینڈینویا۔ اور آسٹریا کے اگرچہ سفرا مراکو میں موجود ہیں۔ مگر کامیابی کا سہرا صرف فرانس کے سر ہی بندہا دکھائی

دیتا ہے۔
جو کچھ اوپر مذکور ہے اس سے اہل مراکو بھی بے خبر نہیں ہیں کہ ان کو دیگر اقوام کے ارادوں سے بقول ے دل را بدل رہیست پوری آگاہی ہے اور روز کے جھگڑوں رگڑوں نے ان کو پختہ کردیا ہے۔ اور جب کہ بعض کا خیال ہے اب اہل مراکو محض ناواقف نہیں ہیں۔ اکثر اصلاحوں کے پردے میں ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر طاقت کے سفرا اپنے اپنے حصول مدعا کے لئے سفر مراکو کرتے ہیں۔ مگر کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا اور ناکامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ پہلے نیل مرام میں قاصر رہے ہیں وہ دوسروں کو فائز ہوتے دیکھکر گوارا نہیں کرتے اور اسواسطے در پردہ وہ کوشش کرتے ہیں دوسرے بھی ویسے کے ویسے ہی رہیں۔ اگرچہ کوشش کی گئی ہے کہ ملکر موافقت سے کام کیا جاے لاکن ابھی تک کوئی معتد بہ فائدہ نظر نہیں آیا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ خودغرضی کام بگاڑ دیتی ہے۔ جب ایک طاقت ذاتی اغراض نکال رہی ہے تو پھر اصلی مدعا خبط ہو جاتا ہے جب تک یورپ کی تمام طاقتیں ملکر از روئے ہمدردی مگر نہ از رو‌ئے خودغرضی قیام رہنے کی کوشش کریں اور جبتک عام لوگ اس کی تائید میں رائے نہ دیں تو مراکو یا کسی اور ایسے ہی بدقسمت ملک خارجی طور پر اصلاح کا ہونا از قبیل محالات معلوم ہوتا ہے۔ اگر سب طاقتیں شخصی مداخلت کے استحقاق کو جس کے واسطے ہمیشہ بہانہ کی تلاش رہتی ہے ترک کردیں۔ اور سب ملکر مجموعی طور پر ضروری اصلاحیں کرانا چاہیں تو اسصورت میں مراکو کی بہتری کی امید ہوسکتی ہے اور اگر کسی طریقہ اور سلیقہ سے آہستہ آہستہ اصلاح کرائی جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ کیوں ساری شکایتیں رفع نہ ہو جائیں بشرطیکہ قابل مشیر موجود ہوں۔

مراکو میں بہتری کی صورت موجود ہے اس کی حالت مایوسی کی حد تک نہیں پہونچی البتہ مراکو میں ایک مذہبی رہنما کی ضرورت ہے کیونکہ جب کبھی کسی خاندان شاہی نے مراکو کی حالت کو درست کیا ہے تو اسنے مذہبی پہلو اختیار کیا ہے اور آیندہ اگر کچھ ہوگا اسی صورت سے ہوگا۔

اسلامی اقوام کی نسبت غور کرتے ہوئے اس امر واقعی پر نظر توجہ کم ہی مبذول کی گئی ہے کہ اسلام کی ترقی اب تک مسدود نہیں ہوگئی بلکہ جاری ہے غربی حکومت یا تعلیم

کبھی کوئی مجتمع جماعت سے قوم قایم نہیں ہوئی اسلامی سلطنتیں کمال عروج پر پہونچکر خفیفی زوال میں گرتی رہیں ہیں مگر اسلامی اقوام کی یہ حالت نہیں ہوئی جن اسلامی خاندان سے نہایت شہرت حاصل کی ہے انکو یہ شہرت جب حاصل ہوئی ہے کہ انہوں نے مطیع رعایا کے ان اسباب پردست درازیاں کیں جنپر اس رعایا کی زندگی کا حصار تھا۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ درخت جس کے پھل سے پرورش ہوتی سوکھ گیا تو جس چیز کی زندگی کا حصار اس درخت پر تھا اسکا بھی ساتھ ہی خاتمہ ہوگیا۔ جزیرہ نما ہسپانیہ میں اسلامی حکومت کے عالیشان اور شاندار آثار نظر آتے اگر حملہ آوروں کی نسٹ پھر ایسے لوگوں سے نہ ہوتی جنکو انہیں مغلوب کرنا پڑا۔ پس عرب کی کبھی سلطنت قائم آج تک نہیں ہوئی۔ اور اہل اسلام کے بڑے بڑے کارنامہ ان ہی ممالک میں ظہور پذیر ہوئے ہیں جو ان کے اصلی وطن بہت فاصلہ پر واقع تھے۔ نہ ہی اہل اسلام اخلاقی تہذیب سے واقف معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اصول قانون کے ظاہری الفاظ پر ہی مبنی ہیں اور انپر ایک رسمی طور پر عمل ہوتا ہے دراصل اہل اسلام رُوحانی زندگی[1] سے محض نابلد ہیں۔

تاہم رُوحانی زندگی افواج مراکو میں ان پر کام میں مشغول و مصروف ہیں ان افواج کی بدولت ہی ہماری قوم نے ایک وحشیانہ حالت سے یہاں تک ترقی کی ہے اور کر رہی ہے انہوں نے اس امر کو مثال سے ثابت کر دیا ہے کہ دوسروں کی بہتری کے اسطرح جیتے ہیں۔

سیاحین کا عام دستور ہوگیا ہے کہ وہ ہمیشہ پادریوں پر اعتراض کرتے ہیں اس کی مثال واضح طور پر اسطرح ہے جسطرح ایک ذرا سے کیڑے پر حرف گیری کی جائے جو اپنی مدت العمر میں ایک درخت کے تنے کو اس سے کم کھا سکتا ہے جتنا وہ تنا ایک دن میں بڑھتا ہے مگر عاقبت الامر کیڑے کی اس کاٹ کے درخت کے تنے کو اثر پہونچتا ہے۔ اور ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ درخت دھڑام سے گر پڑتا ہے۔ مانا کہ پادریوں کے کام میں برکت مشکل ہے مانا کہ ان اشخاص کے نزدیک جو ان کے مذہب کو نہیں مانتے ان کا اعتقاد مضحکہ سے زیادہ نہیں ہے رمانا انکا مدعا مفقود ہے اور فائدہ ہو بھی تو غیر محسوس ہے۔ اور ان کے اوضاع و اطوار

[1] مصنف کی اسلامی اصول سے عدم واقفیت اور جہالت حد سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مترجم

بیہودہ ہیں مگر یہ یاد رہے کہ پادری خواہ کسی فرقہ کے کیوں نہ ہوں ایک نیک جماعت ہے جنکی زندگی کا فائدہ آینوالے زمانہ میں اٹھایا جاتا ہے اور جو بیج وہ ڈالتے ہیں کبھی ضائع نہیں جاتا سا اگر کوئی شخص نیکی۔ دیانتداری۔ اور ایمانداری سے زندگی بسر کرے تو اسکا فائدہ ضرور قوم کو پہونچتا ہے۔



حصہ سوئم

علم ادب مراکو

چند سال سے کوئی عمدہ معتبر کتاب مراکو کی لنسبت ہماری زبان میں طبع نہیں ہوئی اسواسطے اگر اس ملک کے حالات کے متعلق کچھ علم حاصل کرنا ہو جو ہمیں زمانہ حال کیلئے اقتباس کرنا چاہئے۔ جو اوائل صدی ہذا میں ہوا یا پہلو وغیرہ کے حالات سے ملنے چاہئیں۔ جنکو آخری صدی کے شروع میں بحری قزاقوں نے گرفتار کر کے قسطنطنیہ غلامی لگایا جو کتابیں اس زمانہ میں مراکو کے متعلق مطبوع ہوئیں اگر اس زمانہ کی حالت پر نظر کی جائے جبکہ چھاپہ کی اسقدر کثرت نہ تھی تو یہ ایک نہایت قیمتی ذخیرہ معلوم ہوتا ہے۔ جو میں ایک رسالہ تحریر ہوا اور عام طور پر اس کی لنسبت گفتگو ہونے لگی۔ لوہیگ۔ پیرس۔ یا ایمسٹرڈم میں اسکا ترجمہ کیا گیا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب جملہ ممالک اہل مراکو کے نام سے خوف کھاتے تھے۔ اور انگلستان۔ ہالینڈ۔ فرانس ہسپانیہ۔ پورتگال۔ ڈنمارک۔ سویڈن۔ دنیس۔ ٹسکنی۔ آسٹریا۔ صردوسارڈینا اور حنوا کو ماسے ڈر کے صلح کئے نہ بن پڑی اور وہ بھی شروط با دائیگی خراج۔ زمانہ کا انقلاب ہی آج اہل مراکو یورپ سے خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ اور صرف اس وجہ ملک ان کے قبضہ میں ہے کہ یورپین طاقتیں ایک دوسرے کو غصب مراکو سے روکتی رہتی ہیں۔ اسوقت اہالی یورپ کو مراکو کے حالات کا علم حاصل کرنیکا شوق اسوجہ سے ہوا کہ وہ اس کے آئے دن کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے تھے اور آجکل یہ خواہش ان کے دلوں میں مراکو زیادہ ہی ہے کہ کسی طرح اس کے ملک میں قدم رکھنے کی جگہ مل جائے۔

علم ادب زمانہ قزاقی

زمانہ بحری قزاقی کے ایک طرح ہم بہت مشکور ہوں کہ اس وقت بعض نہایت معتبر کتابیں اس قزاقی کی بدولت مراکو کی نسبت حیطہ تحریر میں آئیں۔ سترہویں صدی اور آخر میں

ایک مراکوئی لڑکا قیدیوں کے ہمراہ یورپ میں پہونچا۔ اٹلی پہونچکر وہ عیسائی ہوگیا۔ لعد میں وہ اپنے نادلیوم کی زیارت کرنے کیلئے واپس مراکو میں آیا اس شخص نے ایک بہت عمدہ کتاب حالات مراکو پر تصنیف کی جو شاید اپنی نہیں نظیر رکہتی۔ اس کے دو سال بعد تورسان آصفیہ ایک لڑکے کو گرفتار کر لیگئے وہ مسلمان ہوگیا اور مراکو ہی میں شادی کرلی۔ تہاسی پیلو نے جو اس کا تذکرہ لکھا ہے وہ نہایت معتبر ہے اور دوسو جلد کتاب بیش جو مراکو پر تحریر ہوئی ہے ایک کتاب بہی اس سے لگا نہیں کہا سکتی اور ظلم و تعدی کی داستان بیان کرتے وقت مبالغہ اور غلو سے بہت کام لیا ہے۔ مگر یہ ایک معمولی نقص ہے۔ اس زمانہ کے سلاطین کے جور و ستم کی نسبت جو لکہا گیا ہے وہ غیر مصدق ہے اور بعض واقعات کی تائید بھی کئی ایک آزاد منش مصنفین نے کی ہے اور یہ امر مسرت انگیز ہے کہ ایک بہاری تبدیلی اور بہتر واقع ہوئی ہے۔ زمانہ پیلو کے اسمعیل اور زمانہ حال کے عبدالعزیز میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ میری اوّل اور وکٹوریہ انگلستان میں ہے

فرانسیسی اور ہسپانیوی مصنفین مراکو سے زیادہ تر واقفیت رکہتے ہیں۔ اور انہوں نے چند مفید کتابیں لکہی ہیں۔ اس واسطے ان کی تصانیف زیادہ تر وقعت رکہتی ہیں۔ انگریز مراکو سے چنداں واقفیت نہیں رکہتے۔ اور انگلستان اور مراکو فاصلہ بہی بہت ہی زیادہ ہے قونصل ہوسٹ جو ڈنمارک کا رہنے والا تھا ایک کتاب لکہی تہی جو بقول ڈاکٹر رابرٹ براؤن بہت مفصل اور صحیح نسخہ ہے۔ اس کے بعد شنس لو نے بھی ایک کتاب تصنیف کی جو کسی طرح کم مفید نہیں ہے۔ سر جون ڈرمنڈ ہے کو موت نے اپنی تصنیف کی تکمیل میں فرصت نہ دی جس مراکو ہی علم ادب کو نقصان پہونچا ہے۔

یہ امر بہی قابل غور ہے کہ تین نہایت عمدہ کتابیں ایک ہی زمانہ میں تحریر ہوئیں کیونکہ جیکسن چینیر۔ اور ہوسٹ۔ تینوں ہمعصر تھے۔ اور اسی فہرست میں لمپریری۔ علی بے۔ جیمس۔ بے شبیہی لو اور لیقا کے نام ایزاد کرنے چاہئیں۔ یہ سب تصانیف اٹھارہویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں ظہور پذیر ہوئیں۔ لعد ازاں کوئی معتبر تصنیف وقوع میں نہیں آئی۔ ریتنو نے ایک رسالہ تالیف کیا تہا۔ لاکن یہ کتاب صرف سلطنت کا جغرافیہ تہا۔ گنائے برگ کی تصنیف محض مبالغہ ہے۔ گاڈرڈ کی جلدیں اغلاط سے مملو ہیں۔ اور ردکو ہارٹ۔ رچرڈسنی اور روہلفس نے اگرچہ ملک میں سفر کیا۔ مگر اس کتاب پر توجہ

خاص نہیں کی۔ جدید تصانیف معتبر ہوکر اور بال کے سفرنامے اور کیوس اور ڈی فوکالڈ اور تھامسن کی کتب ہیں۔ لیکن حال میں جو چند کتابیں طبع ہوئی ہیں وہ زیادہ ترمفید ثابت ہونگی اور ان کے مصنف جو ماشاء اللہ زندہ ہیں۔ امید ہے اُن میں ایزادی بھی کریں گے۔ مثلاً مارٹلبنری۔ ڈاکٹرمی۔ تیرس۔ دی کیوس اور جانسٹن۔ جو ابتک مراکو میں مقیم ہیں۔ مسٹرس دی فوکالڈ۔ پنیلن۔ کوان۔ ٹرانرٹ۔ کولولی۔ سٹکنس واٹسن۔ آویلو۔ آرکمین اور لنزاپ مراکو میں نہیں ہیں۔ مگر مراکو کی دلچسپیاں ایسی نہیں ہیں جو شخص ایکدفعہ ان سے مستفیض ہوجائے وہ پھر اس کی کوشش نہ کرے۔

ذیل میں ایک فہرست درج کیجاتی ہے جس سے دو اغراض پوری ہوتی ہیں۔ اول ہر ایک کتاب کے حالات جو مراکو کے متعلق لکھی گئی ہے۔ اس سے فائدہ ہوگا کہ کون سے واقعات ابھی تک قلمبند ہونے باقی ہیں۔ اور کن امور کی نسبت تفحص ہونا چاہیئے۔ دویم ان تصانیف کی حالت کا اندازہ لگایا جائے جن سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تاکہ آئندہ ناظرین نہ صرف اپنی عام غرض ہی پوری کرسکیں۔ بلکہ ہر ایک مصنف ترازوے تنقید میں وزن کرسکیں۔ مگر عدم گنجائش کی وجہ سے ہم نے اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔

یہاں یہ امر حوالہ قلم کرنا کچھ موزوں نہ ہوگا کہ تاریخ مراکو میں کل معتبر اور اہم واقعات درج کئے گئے ہیں۔ اور غلط واقعات نظرانداز کئے ہیں۔ اگرچہ اس کتاب میں ہزارہا اغلاط ہونگی مگر ہم اپنے منصف مزاج نقادوں سے امید واثق رکھتے ہیں کہ وہ ان ماخذوں سے اس کتاب کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ جن کی نسبت چھان بین کی جاچکی ہے۔

فصل اوّل

کتب متعلق مراکو معہ تقریظ

تاریخ کتب مراکو لندن ۱۸۹۲ء۔ تاریخ کتب مراکو نہایت ۱۸۹۱ء مصنفہ لفٹنٹ کرنیل سیمبرٹ سپلے فیر۔ کے۔ سی۔ ایم۔ جی۔ وڈاکٹر رابرٹ بروان ایم اے۔ الیف۔ ایل۔ ایس (نسخہ۔ رائل جیوگرافیکل سوسائیٹی۔ جلد ۳۔ حصہ ۳ جسکو مرے نے علیحدہ چھپوایا)

یہ کتاب بہ نسبت عام کتابوں کے جو اکثر علم تاریخ کتُب کی لکھی جاتی ہیں۔ نہایت اعلیٰ ہے۔ ہر ایک امر میں نہایت صحت سے تفحص کیا گیا ہے۔ اور نہایت باریک بینی سے کام کیا گیا ہے۔ علم ادب مراکو کے واسطے اس سے بڑھکر دوسری کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ اس میں ڈاکٹر بسعن کی تیز قلم کی لکھی ہوئی خلاصہ اور تنقید بھی موجود ہیں۔ ذیل میں مختصر طور پر جو ہم نے نظر نقادی مختصر سی رائے زنی کی ہے۔ وہ کچھ بے محل نہ ہوگی۔

لیوافری کینس روم ۱۵۲۶ء

دلاڈِ سکرینیریون افریقہ مصنفہ جیونی لیوالحسن بن محمد الوزان باہتمام جی۔ بی۔ رحمو سیو اسکریٹری آف دی ونیشن کونسل آف ٹن ۱۵۶۵ء یہ کتاب مراکو کے جغرافیہ اور اقوام کی ایک معتبر تاریخ ہے۔ اگرچہ کتاب مذکورہ مدت ہوئی جب لکھی گئی تھی۔ مگر نہایت صحیح ہے اور یہ امر تعجب انگیز ہے کہ ملک کی رسم و رسوم اور پیداوار کی بارہ میں جو کچھ اس میں مذکور ہے وہ بالکل درست ہے اگرچہ وہ بعض ایسے اضلاع کے متعلق جو بہت دور دست ہے اور جہاں پر پہونچنا محال تھا اور اکثر مورخین کے لئے یہ کتاب ایک عمدہ ماخذ رہی ہے۔ مگر چونکہ ان لوگوں نے اس ماخذ کا اعتراف نہیں کیا اسواسطے بندریج اغلاط بہت واقع ہوئی ہیں۔ ان میں سے مشہور مورخین کے نام یہ ہیں۔ مارسول۔ گرہمرگ۔ کیلڈکرن۔ اور

دی ہک لیت ایڈیشن لندن ۱۸۹۶ء

یہ کتاب مراکو کی تاریخ اور دیگر حالات میں ہے جو جن پوری نے ۱۶۰۰ء میں اس کا ترجمہ کیا اور ڈاکٹر رابرٹ براون کے اہتمام میں چھاپی گئی۔ لندن ہک لیت سوسائٹی۔

اس کتاب کے تراجم اور حاشیہ دل کی طرف نظر کرنیسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے بہت ہی مقبولیت حاصل کی ہے۔ مسٹر براون کے نوٹ جو انہنے کتاب ہک لیت میں دئے گئے نہایت مفصل ہیں۔ اصلی عربی مسودہ گم ہو گیا ہے۔ اس کا مصنف ایک مسلمان غرناطہ کا رہنے والا تھا۔ جس نے فارس میں تعلیم پائی تھی۔ اور وہاں ہی ملازمت کی یہ شخص افریقہ میں سیر و سیاحت بھی کرتا رہا۔ بعدمیں یہ شخص قید ہو کر روم کو چلا گیا جہاں عیسائی کیا گیا اور لیو دہم نے بہت تسلی دی اور اسکا نام لیو ہی پڑ گیا۔

ملاحظہ ہو المراکش عبدالواحد

ملاحظہ کاک ڈکشنری۔ صفحہ ۱۳ ایڈیشن (رپورٹ)

ایڈیسن لینسلاٹ
اکسفورڈ ۱۶۷۱ء

بربر مغربی (دست بربری)

یہ ایک چھوٹی کتاب ہے اس کا مصنف مشہور شاہی چیلین کا باپ ہے یہ چیلن طنجہ میں تھا۔ جب جزیرہ الجزائر برطانیہ کے قبضہ میں تھا اسکا زیادہ تر حصہ تو فاس اور مراکو کے ملکی انقلابات کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ ان انقلابات کا بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے کوئی بات باقی نہیں چھوڑی جو حالات انگریزی فوج قلعہ کے متعلق تحریر کئے ہیں وہ بہت دلچسپ ہیں۔ مگر یہ امر سوائے افسوس بیان نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے اخراج کے بعد کے حالات مصنف نے قلمبند نہیں کئے۔ جس سے کتاب کی تکمیل نہیں ہوئی۔ حصہ دوئم میں سلطنت مراکو۔ اس کے کاشتکاری کے طریقوں۔ اس کے باشندگان اور وہاں کے رسم ورواج کا بیان ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کے واسطے نہایت مفید ہے جو اسلامی سلطنتوں کی کے حالات سے ناواقف ہیں۔

اگریل الڈولف
سناک ہام ۱۷۹۶ء

براعیت اوم مراکو

یہ کتاب ایک سلسلہ خطوط پر مشتمل ہے جو بڑے غور وتعمق کی نظر سے لکھے ہوئے ہیں۔ جن میں ستمبر ۱۷۸۹ء سے کر اکتوبر ۱۷۹۰ء کے حالات مندرج ہیں۔ جب خونخوار اسیرید سلطنت مراکو ہی کی بیخکنی کر رہا تھا۔ اس کا مصنف ایک شخص باشندہ سوئیڈن ہے جو طنجہ میں اسوقت سکرٹری تھا۔ اس کا ترجمہ بھی بزبان جرمنی چھپ چکا ہے۔

علی بے
لندن ۱۸۱۶ء

سیاحت مراکو (ترجمہ جلد دو)

اس سیاح کا اصلی نام جنرل دومنگو بیدیا ے لیبلیح ہے مراکو کی رسم ورواج اور زبان سے کافی واقفی بہرہ رکھتا تھا۔ یہ مسلمان بنا رہا۔ مگر آخر میں راز فاش ہوگیا۔ دراصل ہسپانیہ کا رہنے والا تھا۔ جاسوس کرکے مراکو میں بھیجا گیا۔ اس نے جو حالات ارقام کئے ہیں۔ معتبر ہیں اور اسکی کتاب کی جلد اول ایک مستند کتاب متصور ہوتی ہے۔ دوسری جلد میں دیگر ممالک کے حالات مذکور ہیں جہاں جہاں اس نے سفر کئے ہیں۔

سنیٹ امینٹ لیونس

بحری سفر بسرزن سینٹ المینٹ۔

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں سنٹ المینٹ کی سفارت کے حالات مندرج ہیں جو مولائی اسمٰعیل کے وقت میں گیا تھا۔ اس کتاب میں کوئی مفید اطلاع نہیں ہے۔

امی سس اڈمنڈو وی
لندن سنہ ۱۸۸۲ء

مراکو۔ باشندگان۔ مقامات (مترجمہ سی رولٹن
اصل کتاب اطالیہ کی زبان میں تھی)
حالات سفارت جو ۱۸۷۵ء میں روم سے فارس گئی مفصّل درج ہیں۔ اس کا مصنّف ایک مشہور نامہ نگار ہے۔ اس کتاب میں تصاویر کثرت سے ہیں۔ اور اگرچہ نہایت اعلےٰ قسم کی صنعت اس میں نظر آرہی ہے۔ مگر اکثر فرضی سی ہیں۔ کتاب میں حشو اور مبالغہ بہت ہے۔ مجموعی طور سے سیاحت مراکو کے خاصے حالات ہیں۔

اندروس ڈبلیو۔ ایچ سی۔ لندن سنہ ۱۸۸۴ء

مراکو جنوبی (سنہری مراکو)
ایک انگریزی کمپنی پر افیون ناجائز طریق پر لیجانے کا الزام عاید کیا گیا۔ یہ کتاب گویا اس الزام کی تردید میں تحریر کی گئی ہے۔ کمپنی مذکور کو کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ سلطنت مراکو اس کے مخالف تھی۔ اس کتاب میں انگریزی اور مراکوئی ڈپلوماسی پر بحث کی گئی ہے اس میں ایک بہت عمدہ نقشہ بھی کھینچا ہے۔

اسٹانی نس منداجین" پیرس سنہ ۱۶۳۲ء

صفحہ نقشہ ۱ ملاحظہ ہو
بحری سفر افریقہ۔
اگرچہ کتاب اسی نام پر مشہور ہے۔ مگر در اصل مؤلف کوئی دوسرا شخص معلوم ہوتا ہے۔ اس کا حصّہ دوم تولیو کی کتاب کے بعض حصص کا خلاصہ ہے۔ پہلے حصّہ میں رزینل موکلنی بجانب اصلیہ کا ذکر ہے (سنہ ۱۶۲۹ء) یہ اس عہد نامہ پر دستخط ہونے کا ذکر جو دوسری سال تحریر ہوا۔ تاریخ مراکو میں یہ کتاب چنداں مفید نہیں ہے۔

دی۔ انیگرس الی پیری
فرنیکوئیس نیورٹ سنہ ۱۶۴۴ء

سٹری دی لانشن دس پیرس کیوسنس ایکراک ۱۶۲۴ لغایتہ ۱۶۳۶ (سنہ ۱۶۹۹ء میں روم میں دوبارہ طبع ہوئی) اس میں ریزنل کی مختلف سفارتوں

کا جو مراکو میں گئیں ذکر ہے۔ نیز ان لوگوں کی تکالیف کا بیان ہے۔ جو اس کے ہمراہ گئے اور ان کی گردنوں میں حلقہ غلامی ڈالا گیا۔ تاریخی واقعات میں اور معتبر معلوم ہوتے ہیں۔

آگسٹین فریہرسان
دین سنہ ۱۸۳۸ء

اریبنی زنگن اوس مراکو

بقول مصنف صرف حالات سفر ہیں۔ مصنف سفارت آسٹریا کے ہمراہ گیا تھا۔ مصنف کہتا ہے کہ سلطان نے ایک کاغذ ہمیں دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہم اسے نور العین سے بھی زیادہ ہیں۔ اور وہ اس سے زیادہ انتظار کی کیفیت گوارا کرنے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔

بیڈیسے اگسٹ وان
برلن سنہ ۱۸۶۱ء

ناح مراکو۔

اس کا مصنف جرمنی کا باشندہ ہے۔ اس نے فوج ہسپانیہ کے ہمراہ سنہ ۶۰-۱۸۵۹ء میں سفر کیا۔ جنگی معاملات میں مفید ہے۔ لاکن اور کوئی بات اس میں مندرج نہیں ہے۔ فی الحقیقت یہ لڑائی اور سیاحت کے حالات ہیں جو بعد میں یادداشت کے زور سے قلمبند کئے گئے ہیں۔

ابن بطوطہ (محمد)
لندن سنہ ۱۸۵۹ء

محمد ابن بطوطہ کی سیاحت (مترجمہ پادری۔ الیس۔ لی۔ ڈی۔ ڈی بزبان انگریزی۔ یہ شخص باشندہ افریقہ ہے۔ کوئی پچیس برس تک ایشیا میں سفر کے بعد اپنے ملک ڈمبکٹو کے حالات دریافت کرنے میں تین سال سے زیادہ صرف کردی۔ مگر چونکہ کل حالات سفر و واقعات سیاحت ایک ہی جلد میں بند کئے گئے ہیں اسواسطے مراکو کو بہت ہی حصہ ملا ہے۔ بنابریں صرف چند واقعات کے لئے بھی ہم ابن بطوطہ کے ممنون ہیں۔

بوکلارک کپتان
جی الندن سنہ ۱۸۲۸ء

سفر مراکو سنہ ۱۸۲۶ء

بیان دلچسپ ہے اور مفید مذاق ہے۔ مصنف ایک انگریزی ڈاکٹر کی معیت میں مراکش گیا تھا۔ اس کے ترجمے جرمنی و پومنیہ کی زبان میں شائع ہوئے ہیں۔

بوبلی رکپتان ایلیو
میڈرڈ سنہ ۱۸۸۲ء

ایل امپیر یو دی مراکو سی کنستلیوشن (حالات سلطنت مراکو) یہ کتاب بڑی مفصل ہے اگرچہ پیرا زا غلط ہے۔ اس کا مصنف ایک افسر ہے جو ہسپانیہ کا رہنے والا ہے۔ وہ چند سال تک

مراکو میں ملازم رہا۔ اسکی واقفیت زیادہ تر عام ہے مگر اس میں اصلیت کم نظر آتی ہے۔

کونسل سٹیفن جونیر لندن سنہ ۱۸۹۲ع

مراکو کی موجودہ حالت۔

یہ کتاب اغلاط اور مبالغات سے مملو ہے۔ جو تصاویر اس میں درج ہیں ایک دو کے سوا سب غلط ہیں۔ اس میں غلط امور بہت درج ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں سر یوفی سمتیہ کی سفارت کے حالات قلمبند کرنے کا منشا رکھا گیا ہے۔ جو سفیر ہو کر سنہ ۱۸۵۲ع میں فارس میں گیا تھا۔

بویل (رابرٹ) دیکھو نکلسن صفحہ......

برتھیوٹ کپتان جوہن لندن سنہ ۱۷۲۹ع

تاریخ انقلابات سلطنت مراکو بعد وفات مولائی اسمٰعیل برتھیوٹ رسل کے ہمراہ آیا۔ رسل جارج اوّل شاہ انگلستان کیطرف سفیر ہو کر احمد خامس سلطان مراکو کے حضور میں آیا تھا۔ کہ عہدنامہ سنہ ۱۷۲۱ع جو سیدار ٹیٹے نے ترتیب دیا تھا تکمیل ہو جائے۔ برتھیوٹ کو مراکو کے حالات معلوم نہیں ہو سکتے اور جو کچھ اس نے آنکھ سے دیکھا ہے بے کم و کاست تحریر کر دیا ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر اُن عہد و پیمان کا ذکر ہے جو دربار مراکو میں طے ہوئے۔ اور اس وقت کی حالت کا بھی کسی حد تک خاکہ کھینچا ہوا ہے۔ یہ امر قابل دلچسپی ہے کہ مسٹر رسل نے تطاون سے فاس تک براہ وادی درغہ سفر کیا اسوقت قصبہ ورلل کی بنیاد نہیں ڈالی گئی تھی۔ رسل نے قراص میں شریف خاندان بزرگ سے ملاقات کی اس سے پہلے کبھی کسی عیسائی نے وہاں جانے کی جرات نہیں کی۔

برسن ایم۔پی۔آر۔ دی جنیوا سنہ ۱۷۸۵ع

تاریخ قیدیاں مصنف برسن۔ انگریزی طبع منسلکہ سوکنز سیاحت سنہ ۱۷۹۲ع

سنیگال کے قریب جہاز ٹوٹ گیا۔ قیدیوں کو مراکش و موگیدار میں لے گئے۔ اس کتاب میں مراکو کے متعلق واقعات درج ہیں۔ البتہ آخر میں جو کچھ یہاں کے عربوں کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے خالی از دلچسپی نہیں۔

بروک سرآ-دی-سی
بابرٹ الندن ۱۸۳۱ء

سیاحتِ مراکو کے حالات ۔
اس کتاب میں حالات سیاحت ہیں یہ اسوقت حیطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں ۔ جب مصنف کے نزدیک دخانی جہاز پر سفر کرنا ایک عجیب بات تھی ۔ مگر مراکو کی قصبات میں سے پتہ لگانے کی اجازت نہیں دی گئی ۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا شاہی نشان سمجھا جاتا ہے مصنف کا طرزِ بیان دلچسپ ہے مگر لونٹ قابل اعتبار نہیں ۔

بادی اہنری ا

دیکھو نکشن صفحہ . . . . .

بفاجوہن لندن
سنہ ۱۸۱۰ء

سفر سلطنت مراکو
یہ مختصر سا سفرنامہ اطمینان بخش ہے کیونکہ ڈاکٹر بقا نے صرف اپنے چشم دید واقعات ارقام کیے ہیں اگرچہ جہاں جہاں اس نے تاریخی واقعات کی طرف گریز کیا ہے ۔ انہیں غلطیاں کی ہیں ۔ ڈاکٹر مذکور مفصل حالات بآسانی تحریر کر سکتا تھا مگر اسکا منشا صرف حصول ملازمت تھا ۔ اسواسطے اس نے اصلی واقعات کی طرف رجوع نہیں کیا ۔

بسناٹ لی پیرے
ڈانیک اوٹن ۱۷۳۱ء

تاریخ سلطنت مولائے اسمٰعیل وغیرہ ۔
اس کتاب سے اس خوفناک عہد کے متعلق اور مکناس کے یورپین غلاموں کی نسبت نہایت قیمتی اطلاع ملتی ہے مصنف تین دفعہ غلاموں کی رہائی کے واسطے گیا ہے ۔ جیسا کہ قاعدہ ہے متاخرین نے اس کتاب سے اقتباس کیا ہے ۔ مگر اس امر کو تسلیم نہیں کیا ۔ مگر بعض ہمعصروں کی تحریروں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے ۔ انگریزی ترجمہ ۱۷۳۹ء میں شائع ہوا ۔

کیبریرا کپتان جوسی الویریس
میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ء

جنگ افریقہ
یہ ایک مختصر سی کتاب ہے اسکا مصنف ایک ہسپانوی افسر ہے جس کے ماتحت ایک جنگی سفارت سلطان مراکو کے پاس آئی تھی ۔ اس کتاب میں یہ بحث ہے کہ اہل مراکو کے ساتھ انکی اپنی سرزمین میں جنگ کے بہترین طریقے کون سے ہیں ۔ مراکو کی فوج کے پوست کندہ حالات مندرج ہیں ۔ کتاب

بہر کیف مفید ہے۔ مصنف ایک دقیقہ رس شخص ہے۔

کیہوا کھوڈ دیر پیرس سنہ ۱۹۰۲ء

آپیرز ڈس ماسک (ملک مراکو)

کتاب کا نام دہوکہ دہ ہے کیونکہ اس میں صرف ٹونس کا ذکر ہے۔ ملک مراکو کا ذکر ہرگز نہیں ہے۔

ہال کین

ملاحظہ ہو فکشن صفحہ......

کلڈران سٹیشن میڈرڈ سنہ ۱۸۴۴ء

منیوئل ڈل اوفنشل ان مرکوس (مراکو میں رہائش) ابتدائی جستجو کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ کتاب ہسپانوی تصنیفات سے جو مراکو کی نسبت کی گئی ہیں تالیف ہوئی ہے۔ اس کتاب کا یہ مدعا تہا کہ اہل ہسپانیہ کو جو ملک ہذا میں نئے نئے آباد ہونے تہے آگاہی دی جاوے۔ اس کتاب میں ان معاملات کی نسبت زیادہ تر بحث ہے جن کی نسبت اس وقت بڑا چرچہ تہا۔ مگر اس زمانہ میں نسیاً منسیاً ہو گئے ہیں۔ اگرچہ مکمل نہیں مگر پہر بہی اس سے کافی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رچرڈسن نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے گو وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتا۔ یا یوں کہو کہ دونوں مصنفوں نے گریبرگ سے استفادہ کیا ہے اور گریبرگ نے مارمول وغیرہ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ مارمول نے لیٹو سے لیا تہا کیونکہ ان تمام مورخوں کی غلطیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے

کلڈران

بلاحظہ ہو فکشن صفحہ......

پیڈرو ڈی لا بارکا

ملاحظہ ہو فکشن صفحہ....

ڈی کیپولیٹو ڈوک پیرس سنہ ۱۸۸۶ء

ان کوئی کردلی۔ بی مراک کنجیورین۔

اگرچہ یہ ایک چہوٹی سی کتاب ہے۔ مگر قابل تعریف ہے عبارت دلچسپ۔ مراکو کے حالات کی اس سے بہت اچھی اطلاع حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اس میں بالیسے امور کم ہی مذکور ہیں جو زیادہ مفید ہو سکیں۔ مصنف نے اس سرزمین کی بہت سیر کی ہے۔ مگر کتاب میں جابجا انہی امور کا اعادہ کیا ہے یا ایسے واقعات قلمبند کئے ہیں جو ادہر ادہر سنے ہیں۔ لاکن عام طور پر کتاب کی وقعت ہو گئی ہے۔ کیونکہ دلچسپ واقعات نفیس عبارت

میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں کم از کم وہ غلطیاں نہیں ہیں۔ جو دیگر مورخین نے کی ہیں۔ تاہم جو کچھ اس نے گورنمنٹ وغیرہ کی نسبت ارقام کیا۔ ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ دریاؤں کے پاٹ تنگ ہو جانے کی نسبت بہت کچھ قلم فرسائی کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے مصنف کو اس میں خاص دلچسپی تھی۔

کیس ٹیلنیاس (منیول پیلو) اور مہیلا [illegible]ء

دسکرپشن ہسٹوریکا مراکوس۔ اتاریخی واقعات سلطنت مراکو

اس کتاب کا مصنف ایک فرانسسکن قسیس ہے۔ جو ملک مراکو کے مختلف قصبات میں مقیم رہا۔ جو واقعات اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگرچہ نامکمل ہیں۔ مگر تاریخی طور پر یہ کتاب بہت قابل قدر اور معتبر ہے۔ مصنف بہت سی اطلاعیں اپنے ذاتی تجربہ سے دیتا ہے۔ بیشک کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔

چرنٹ اے پیرس [illegible]ء

اس مصنف نے اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہا۔ پچیس سال تک مراکو میں رہا ہے۔ باوجود اس کے اس کا ذاتی واقفیت دمراکش سے آگے نہیں گیا۔ دوسرے حصص ملک کا بیان جو اس نے ترقیم کیا ہے وہ نامکمل اور غلط ہے۔ اس کتاب کی اس قدر تعداد کا طبع ہونا اسکی کتاب کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ اور اس سے وقت کے مذاق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

چارلیوڈ جوہن لندن [illegible]ء

حالات جنگ بربری

کتاب کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ بربر کی ایک نہایت مہلک اور خوفناک لڑائی کے حالات درد انگیز طور پر بیان کئے ہیں۔ یہ لڑائی اگست [illegible]ء میں واقع ہوئی۔ اس میں۔ اس میں دو بادشاہ بعض کا خیال ہے کہ تین بادشاہ قتل ہوئے اور بھی بڑے بڑے افسر میدان میں کام آئے۔ بیشمار کپتان اور سپاہی کھیت رہے۔ اس کتاب میں ایک فہرست ان عورتوں کی ہے جو اس میں قید کئے گئے۔ لندن [illegible] جوہن چارلیوڈ اور تھامس ہان نے طبع کرائی

چارلس گبریل پیرس ۱۸۸۷ء

[illegible] مراکو۔ اول ہی اول چھپی

مصنف ایک بڑا مشہور شخص ہے۔ جو امور رانہ درج

کئے ہیں۔ بہ نسبت دیگر مصنفین زیادہ تر معتبر ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایم۔ فیراد سفیر اہل اسلام کے اوضاع و اطوار سے بخوبی واقفیت رکھتا تھا۔ دربار کے حالات و دیگر امورات جو ارقام کئے گئے ہیں ان سے کافی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر علمی پہلو سے دیکھا جائے تو یہ کتاب نہایت عمدہ ہے۔

چینیر لوئیس ساورڈی پیرس ۱۷۸۷ء لندن ۱۷۸۸ء

تاریخ اہل مراکو (تین جلد۔ انگریزی میں ترجمہ نامکمل دو جلد مراکو کی موجودہ حالت۔ کتاب بڑی قیمتی ہے۔ اس کا مصنف ایک فرانسیسی قونصل ہے۔ جو موگیدار میں ۱۷۶۷ء میں مقرر ہوا تھا۔ اس کا بھائی مسمی انیدرے علیبوی) ایک مشہور شاعر تھا۔ پہلی دو جلدوں میں مختصر طور پر خلفائے راشدین کے وقت کے عربوں کے حالات تحریر ہیں۔ نیز مسلمانوں کے ہسپانیہ کے فتوحات مرقوم ہیں۔ درحقیقت یہ روضۃ القرطاس کا ترجمہ ہے۔ اگرچہ مصنف نے اس امر کو مخفی رکھنا چاہا ہے۔ جلد سوم میں مراکو کے حالات دلچسپ طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف نے کوئی اہم امر باقی نہیں چھوڑا اور یہ بات ایک حیران کرنیوالی ہے کہ لوگ پرانے رسم و رواج کے اسقدر گرویدہ اور پابند ہیں کہ اتنی صدیوں میں بہت کم تغیر واقع ہوا ہے۔

کاک یا کاکس سیموئیل، بوسٹن ۱۸۱۷ء

حالات رابرٹ آدم (نیچرل رائز) جس کا افریقہ کے عربی ساحل پر لوٹ گیا۔ اس شکستہ جہاز میں ملاح کے سفر کا قصہ جس کو اسوقت بہی مبالغہ سے بیان کیا گیا تھا مجھے اسکی نسبت یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ ایک بے بنیاد فسانہ ہے۔ (مدخطہ گربرگ کا فیصلہ حوالہ تاریخ کتب) لاکن اب بہی دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے مسٹر ڈپی رسر ساکن موگیدار کی یادداشتوں کی بہی یہی حالت ہے اگرچہ مراکو کے متعلق بہت ہی کم لکھا ہے۔ مصنف لندن کی مجلس افریقہ کا سکریٹری تہا۔

کالنس (ایڈ ئیل) ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

کاول (کپتان ایچ۔ ای لندن ۱۸۸۸ء

(رائڈ ان ٹی کرنس اینڈ سلیپرز) اس کتاب میں ایک سفر کا ذکر ہے تو تفریحاً

طنجہ سے براہ فاس سرحد الجزائر تک کیا گیا۔ بیان دلچسپ ہے اور کسیقدر اس قصبہ تک کے بھی حالات درج ہیں جس کی نسبت پہلے کچھ معلوم نہیں تھا۔ مصنف کا میلان طبع مبالغہ کی طرف زیادہ تھا اس لئے اپنے ہر امر کو غلو کے ساتھ ذکر کیا ہے یہاں تک کہ اکثر مقامات پر بیان کی صحت مشتبہ ہوگئی ہے چونکہ سفر میں اس کی زوجہ بھی ساتھ تھی اسلئے زیادہ گھبراگیا البتہ جو امور اس نے جبل الطارق کے متعلق تحریر کئے ہیں درست ہی پڑھ چکا ہیں۔

کینسل ہیک (جی - جی - ایل) ملاحظہ ہو کلسن صفحہ . . . .

کینسل ہیک (جے - جے - ایل) ہسپانیہ میں حکومت اہل عرب

کوندے جے انٹالیو میڈرڈ ۱۸۲۱-۲۰ء

اگرچہ بقول مولفان تاریخ کتب دوزی (صفحہ) اور گیانگوس (صفحہ) کی تمام تصنیف جہاں تک تاریخ سے تعلق ہے کوندی کی تصانیف کی ناسخ ہیں مگر پھر بھی ان کی اچھی قدر ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوندی نے بنیاد رکھی اور بعد میں اوروں نے اسپر عمارت بنائی۔

کانرنگ ڈاکٹر نیل ایڈ الف وان، میڈرڈ ۱۸۸۱ء

مراکو (جرمنی کی زبان سے)

یہ کتاب بالکل بے وقعت ہے مصنف جرمنی کی جانب سے فروخت اسلحہ کی واسطے ایجنٹ مقرر تھا۔ اس نے کچھ دریافت نہیں کیا جو کچھ اناپ شناپ اس نے اپنے ترجمان یا دوسرے لوگوں سے سنا وطن میں واپس آکر بنام ملک و باشندگان مراکو طبع کرا دیا۔ باوجود یہ کتاب خالی از دلچسپی نہیں اور ملک کے حالات شرح و بسط سے ارقام کئے گئے ہیں اگر مصنف زیادہ دیر تک مراکو میں رہکر واقعات کی تصدیق و صحت کرتا کراتا تو اس کی کتاب بڑی قیمتی ہوتی۔ اسکا مشاہدہ اعلیٰ قسم کا ہے۔

کوٹلی انار سے پیرس ۱۸۶۰ء

لی مراک کنٹمپوریں (ہمعصر مراکو)

جو دعویٰ کتاب کے نام میں مضمر ہے وہ اصل کتاب میں موجود نہیں فرنچ قونصل جنرل کے ایک اتاشی کے جمع کردہ واقعات ہیں اور بطور تتمہ آخری مضمون میں باشندگان مراکو (مراکو کے حالات) دلچسپ پیرایہ میں مرقوم ہیں۔

روسی کاٹنگش لندن ۱۶۰۹ء

مولائے حمید کا ہرسہ

ریاست مراکو۔ فاس۔ اور مجبوں پر تسلط کرنا اس کے بعد موردں یا بربریوں کے مذہب کی مذمت لکھی ہے۔

یہ کتاب ایک نرالی قسم کی ہے۔ پرانی طرز میں چھپی ہوئی ہے خاصی معتبر کتاب ہے اسمیں سترہویں صدی کے پہلے سات سال کے واقعات درج ہیں۔

کوٹن و جونسٹن جی۔ ڈی آر۔ آئی۔ این

ڈیزرش ویلوڈس بیونڈ گلمپس آف سدرن مراکو یعنی

یہہ کتاب دو شخصوں کی تصنیف کی ہوئی ہے۔ ہر دو ملک اور باشندگان ملک سے بخوبی واقف معلوم ہوتے ہیں۔ مراکو کی زندگی کے حالات معتبر اور دلچسپ طور پر قلمبند کئے ہیں۔ موگیدار سے بطور ی اسپ مراکش جانا۔ خنزیر کا شکار بندوق سے کرنا۔ خلیج موگیدار میں سیر کشتی کرنا۔ اگیدیر اور مسا کے حالات پر قلم فرسائی کرنا۔ فوج کے ہمراہ چاندنی رات کو کوچ کرنا اور اہل مراکو کا عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنا یہ مضامین ہیں جن پر کتاب میں بحث کی گئی ہے واقعات نہایت خوش اسلوبی سے تحریر کئے گئے ہیں۔ جانسٹن اور بھی چند کتاب کا مصنف ہے۔

از انجملہ ایک بنام عبدالکریم یعنی سپاہی کا تب پہلی کتاب تھی جو مراکو میں طبع ہوئی مگر جو اوراق لندن میں بغرض جلد بندی روانہ کئے گئے تھے راستہ میں گم ہو گئے۔ اسی واسطے کتاب ناکمل ہی رہی ایک جلد مصنف کے پاس ہے۔

کرافورڈ جی۔ ڈی۔ لیمنگٹن ۱۸۹۹ء

مراکو ایٹ اے گلینس (مراکو پر ایک نظر)

چونکہ مصنف کو ملک کے حالات سے ذاتی واقفیت بہت تھوڑی تھی اسواسطے جو کچھ واقعات اس نے مرقوم کئے ہیں انمیں غلاط بہت ہیں لیکن با وجود اس کے سیاحوں کے واسطے کتاب مفید ہے۔ اگر معقول طور پر دیکھا جائے تو کوئی کبھی سرسری نظر سے اصل حالات معلوم نہیں کر سکتا۔ نہ ہی کوئی امر صحت بیان کیا جا سکتا ہے۔ کرافورڈ کی کتاب قابل شمار کیا د ہے اگرچہ دایرہ بہت ہی محدود ہے۔

کرانورڈ اورایلن لندن ۱۸۸۶ء	مراکو یہ ایک قسم کی رپورٹ ہے جو انٹی سلیوری سوسائٹی (مجلس ملغ بردہ فروشی) کو ارسال کی گئی تھی۔ مصنف کا منشا تو چھا ہے مگر مبالغاوہ مزد ہے۔
کرورنیک اے ڈی بومنٹ پیرس ۱۸۷۴ء	ہسٹری دی لادرنیری ریوولیوشن ڈین امپائر آتوٹمن۔ اس موقعہ پر مصنف ایک ترکی سفارت ہمراہ مراکو گیا تھا لاکن جو واقعات مراکو کی نسبت حوالہ قلم کئے ہیں وہ بالکل مہمل ہیں۔
داکنہار لوزمیر یادوکوٹو دی (البوکرک) لسبن ۱۸۴۶ء	محایرنہ پیرا ہسٹوریہ دایرا کادا مازاگو آ۔ کتاب بہت عمدہ تھی اور بڑی محنت سے معلوم ہوتا ہے تصنیف کی گئی ہے۔ اس میں مازاکان کے اس زمانہ کے حالات مندرج ہیں۔ جو اہل پرتگال اسپر قابض تھے کتاب مصنف کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ مصنف جزیرہ سینٹ تھامس میں سرکاری ملازم تھا۔ ان لوگوں کے حالات جو مقبوضاجات واقعہ غیر ممالک میں داخل ہی نقل آکر آباد ہوئے تھے بہت دلچسپ ہیں۔ یہاں انکا اخراج قابل ہمدردی ہی ہے۔
دی کیواس اٹیودور وہ میدرد ۱۸۸۴ء	اسنٹیو جنرل سوبرایل بجالدٹودی لاٹکی۔ جس غور و فکر سے اس مصنف نے تحقیقات کی اگر تمام اشخاص غیر ممالک جو مراکو میں سکونت رکھتے اس مضمون کی طرف توجہ کرتے تو آج ہمارے کم از کم علاقہ جات واقعہ ساحل کے پورے پورے حالات موجود ہونے۔ یہہ مصنف ہسپانوی قونصل کی ملازمت میں تھا۔ اس نے نہر دل۔ دریاؤں۔ اور پہاڑوں وغیرہ کے خوب حالات لکھے ہیں کتاب پڑھنے سے کبھی طبیعت سیر ہوتی ہی نہیں۔ طرز بیان بہت عمدہ ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ ہے مگر ابھی تک چھپا نہیں۔

کرٹس (جیمیس) لندن سنہ ۱۸۰۳ء

حالات سیاحت بربر (اے جورنل آف ٹرتوس ان بربری) یہ کتاب ایک ڈاکٹر کے تجارت کا ایک مجموعہ ہے جو ایک سفارت کے ہمرکاب فاس میں گیا تھا۔ کتاب البتہ مختصر ہے اور طرز بیان بالکل غیر مانوس۔ تجارت صمغ سنی گال کی متعلق تحریر کسی قدر دلچسپ ہے۔

دمبر جر

دیکھو فلکش مطبوعہ

دان کا پیری پائیری پیرس طبع دوم سنہ ۱۸۶۹ء

تاریخ تورسانی بربر

یہ کتاب اپنی قسم کی کتابوں میں سے بالعموم اچھی ہے۔ اسکا مصنف پچیس سال تک بربر میں رہا۔ بحری قزاقی کے عروج و نشوونما کی متعلق اس کی تحریر عالمانہ ہے اگرچہ مراکو کے بارہ میں مختصر ہی لکھا ہے۔ مگر دلچسپ ضرور ہے۔ دان ہر چہار ریاست بربری سے ذاتی واقفیت رکھتا تھا۔ اس لئے جو حالات اس نے تورسانان صلیبہ کی بابت ارقام کئے ہیں وہ درست تصور ہونے چاہئیں۔ پہلے مورخوں کی کتابوں سے بعض انتخابات بھی دئے گئے ہیں جو قابل قدر ہیں۔

ڈیوس (لفٹننٹ کرنل جوہن) لندن سنہ ۱۸۸۷ء

ہسٹری آف دی سیکنڈ کوئینز رائل رجمنٹ۔ جلد اول طنجہ میں انگریزی قبضہ کے متعلق ہے۔ اس کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور جو حالات اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ قابل اعتبار ہیں۔

ڈیوس (ہارڈنگ) دیکھو فلکش مطبوعہ

ڈاسن (اے۔ جی) دیکھو فلکش مطبوعہ

ڈکسر (جین) ھورن سنہ ۱۸۴۴ء

بشیر فورجی ...... ان ژن ۲۸ جارج سیلوگی

ان [illegible]

اس کتاب میں ایک ولندیزی غلام نے اپنی ذاتی تجارب کا ذکر کیا ہے زیادہ تر تو مصنف نے اپنی تکالیف کا بیان کیا ہے۔ مراکو کو بہت تھوڑا صفحہ دیا ہے۔

ویلا مرسی ۔ ملاخط ہو نولسک

ای ایم لی کمٹی) (دیکھو صفحہ ۱۵۱ ریلیشن ہسٹورک صفحہ ۱۵۱ وفکشن صفحہ ....)

ویفرو، ا پروفیسر جی ا پیرس داداں ۱۸۹۵ء } ۔ فاس سن یونیورسٹی ایل انسائمنٹ سوپیریر مسلمان

ایک سالہ ہے جسکا مصنف ایک بڑا تجربہ کار عالم ہے ۔ عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے ۔ اسمیں فاس کے دار العلوم کی تعلیم

کے حالات مذکور ہیں ۔ اخیر میں چند اسمامات بھی درج ہیں ۔ مگر چنداں قابل وقعت نہیں ہیں ۔

دسمی لولیس ا پیرس ۱۸۳۵ء ۔ ریلیشن دو ویج دی آر آر پی پی دی لامرسی پور لاریڈمپشن دی کیپٹف

رسین ۱۸۱۲-۱۸۱۶ ۔ اس کتاب کی تحریر بالکل سادہ ہے ۔ اس میں جو حالات مرقوم ہیں وہ پادریان نجات دہندہ یعنی جو

عیسائی غلاموں کو رہائی دلاتے تھے) کے متعلق ہیں اور مراکو کی نسبت کچھ بھی مذکور نہیں ۔

دیدبییر ا چارلس ا پیرس ۱۸۴۴ء } یونی پرنیڈ اد مراکو ۔ کتاب دلچسپ ہے اور تحریر بھی بری نہیں لیکن کچھ زیادہ

وقعت کے قابل نہیں مصنف کا تمام سرمایہ سیاحت صرف اسقدر ہے کہ طنجہ سے تطاوین تک تفریحاً چلا گیا ۔ اور واپس طنجہ میں آگیا ۔ دیگر

کتب سے مضامین چرائے گئے ہیں ۔ باوجود اسکے کتاب عام طور پر اپنی قسم میں اچھی ہے ۔

ڈائرک (ڈاکٹر کسٹھو) برلن ۱۸۹۴ء ۔ مراکو ..... اندر مراکو فیبج ۔ یہ کتاب گویا ایک مختصر سا خلاصہ ہے اسمیں مراکو و باشندگان

مراکو کے حالات مندرج ہیں ۔ اگرچہ مولف کو اپنی تحریر کی نسبت کوئی شبہ نہیں ہے مگر کتاب بناتہ ایسی نہیں ہے کہ سند گردانی جاسکے

دولنس دکمیں) ریڈنگ ۱۸۸۶ء } وایج دینس لی اکسینڈنل ای لی سودم کبی ران دی پولٹن دی للسوسایٹی باریکگدی

فرگریفی) اسکا مصنف ایک جوان آدمی ہے جو بڑا دلیر اور بے پروا شخص تھا ۔ دیوو دسن کسطرح اپنی جان خطرے میں ڈالدی

اپنی تجارت کے حالات حوالہ قلم کئے ہیں مسلمان بھی ہو گیا تھا مگر عاقبت الامر قتل کیا گیا ۔

دوزی (آر پی ۔ اے) لیڈن ۱۸۶۱ء ۔ ہسٹری دی مسلمان د اسپین جسکو الا کنکٹ دی ایل انیدلوس

پار لی المور لوپڈیز ۱۱۱۰ ۔ ۱۱۱۵ء (چہار جلد) نہایت ہی عمدہ کتاب ہے مصنف نے اس میں بڑی دماغ سوزی

سے کام لیا ہے ۔ عربی قلمی نسخوں سے بڑی محنت سے ذخیرہ حاصل کیا ہے اور جتنی کتب اس بارہ میں تصنیف ہوئی

ہیں ان سب پر اس کتاب کو سبقت ہے ۔ طویل بہت ہے ۔ اور عربی مصنفین کی مانند خفیف امورات پر بڑی بحث

کی ہے اس میں نقص یہ ہے کہ مضامین کے عنوان و ابواب کی تقسیم و تفریق نہیں کیگئی ۔ مصنف لیڈن میں عربی کا پروفیسر تھا ۔

ولائیڈن ۔ دیکھو فکشن صفحہ ۔

فرنندیز دورو کپتان سیزیو مینلد ۱۸۷۷ء ۔ انگس پلورلیسین دی روناپارسی دی لاگوسنا لور دسٹی دی افرقہ

ان لیکا دی سنتاکرزوی مارپیکوینہ (جلد ۴ ۔ جلد ۵ ۔ بولٹن دی لا موسیاد جیو گرافی کا) یہ فرنیند دورو

ایک جہاز ہسپانیہ کا کپتان تھا ۔ جو مراکو میں روانہ کیا گیا تھا ۔ کتاب کی تصنیف میں نہایت محنت و غور و فکر سے

کام لیا ہے۔ گویا مراکو کی تاریخ کتب میں اسکا خاصہ حصہ ہے۔ یہ کتاب مستند شمار ہوتی ہے۔
ورین (اکسیویر) لندن ۱۸۹۹ء دی پریزنٹ سٹیٹ آف مراکو۔ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے مگر پُر از اغلاط ہے انکا اغلاط کی ذمہ داری برگردن مترجم ہے۔
ویلانی سٹ پیبری جیان پیرس ۱۷۲۶ء۔ ریلیشن دو وایج پور لاریڈمشن دی کیٹیپس یبٹلی ۱۷۲۳ لغایت ۱۷۲۵۔ خاصی کتاب ہے مگر معمولی ہے۔ صرف مراکو و باشندگان مراکو کے بیان تک محدود ہے۔
ابوالفدا اسمٰعیل ۱۳۳۱ء ۔ ذکر بلاد المغرب
الجزیرہ ۱۸۳۹ء ۔ فرنچ ٹرنسلیشن (مصنف سالوٹ)
پیرس ۱۸۴۸ء ۔ جغرافیہ مصنف رینا ؤ۔ اور لیسی کے حواشی جا بجا ہیں۔ مگر یہ کتاب ویسی جامع نہیں ہے۔ ابوالفدا نے بھی مراکو کی حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی۔ ابوالفدا ایک شاہزادہ سیریا کا رہنے والا تھا اس نے ایک ضخیم کتاب جغرافیہ پر لکھی ہے۔
فنکس (انھری ٹی) لندن ۱۸۹۱ء۔ سپین اینڈ مراکو۔ یہ کتاب ایک شخص باشندہ امریکہ کی تصنیف ہے وہ کہتا ہے کہ آیا ایک سیاح صرف دو مہینہ کی ایک سرسری سیاحت کے بعد دو بڑے وسیع ملکوں پر ایک کتاب تحریر کرنے کا مجاز ہے۔ اور پھر ثابت کرتا ہے کہ اس کو یہ حق حاصل ہے۔ طنجہ و تطاوین پر ایک فصل لکھی ہے۔ سوا اس کے اور کچھ مراکو کی نسبت ارقام نہیں کیا۔

ڈی فوکالڈ (دیکھئے چارلس پیرس ۱۸۸۸ء)

ریکنائیڈنس آف مراکو
(ایک ضخیم کتاب جس میں تصاویر و نقشے دیے ہوئے ہیں)
یہ کتاب بہت قیمتی ہے۔ اس میں سفر مراکو کے حالات بہت اچھی طرح مندرج ہیں۔ وائی کونٹ دی فوکالڈ نے زیادہ تر اسی حصۂ ملک میں سفر کیا ہے۔ جس سے جغرافیہ داں بہتیر ناواقف تھے۔

جہاں جہاں یہ شخص گیا ہے اور جس صحت و محنت سے اس نے تلاش کی ہے سیاحان متاخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکا۔ اس مصنف نے پہاڑ کی چوٹیوں کی بلندیاں اور مقامات کے فاصلے شرح و بسط کیسا تھ دیئے ہیں جیسے ظاہر ہوتا ہے کہ اس

نے سخت جسمانی تکلیف برداشت کی ہوگی۔ اور کئی قسم کے خطرات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا
مصنف اپنے کام کی اصلیت کو کماحقہ سمجھتا تھا۔ فوکالڈ ایک دیسی یہودی کے بھیس
میں سفر کر رہا تھا۔ طنجہ سے روانہ ہوا۔ تیتنہ وان۔ القصر۔ فاس۔ تازا۔ سیفرو۔ مکناس
تاڈلا وغیرہ وغیرہ مقامات میں گیا۔ اور تقریباً چھ مہینہ کے عرصے میں موگے ڈار میں جا
پہنچا۔ وہاں ایک مہینہ قیام کیا۔ اسی رستے ریگے ویر میں واپس آیا۔ اور پھر فاس
کے قریب ہو کر گذرا۔ اور اس رستے ادجدہ میں سے ہوتا ہوا فرانسیسی حد میں پہنچگیا
کوہ اٹلس کے جنوب میں سفر کرنا بڑی جان جوکھوں کا کام تھا۔ فوکالڈ نے الجزائر میں بہت
بڑا کام کیا ہے۔ اور ایک نووارد کے واسطے ایسے نتایج اخذ کرنا بالکل ناممکن ہے۔ وہ قدرتی
طور پر تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے لئے عادی واقع ہوا تھا۔ مگر اس مقام پر
گنجایش نہیں کہ ان کا ذکر کریں۔

سین فرانسکو افرے میٹی آس اکیڈ سنہ ۱۸۷۵ء

ریلیشن ڈل دایج کوا ینر دآمپرو کوس ال دہی پیدر فرنیچ جوآن ڈی پریڈو۔
یہ کتاب ایک نادر نسخہ ہے۔ اس سے فرانسکن مشنریوں کے تجارب۔ خیالات عزم بالجزم۔ مذہبی
جوش اور ان کے اعتقادات ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ایک گورنر کے خوف موزے گان سے
انا مور کو بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ مراکش میں بھی ان کو غیر معمولی سختی اوٹھانی پڑی۔
ڈی آل پوڈر نے واقعات اہم کا اعادہ کیا ہے۔

فریجس ولینڈ پیرس سنہ ۱۶۷۰ء

ریلیشن ڈون وایج فے ان سنہ ۱۶۶۶ء آرایا مینر ڈی مراک اے ڈی فینر ریلیشن کلیاس۔
ان رسالوں میں سے جو پہلا رسالہ ہے وہ بالکل ہی نکما ہے۔ اس میں بے فائدہ سفر کا فضول تذکرہ ہے۔ سیفر نجات
نے اکثر اس میں درج کیا ہے کہ اس نے کیا کھایا پیا۔ دوسرا رسالہ نہایت مختصر اور
غیر مفید ہے۔

فرش آرجے پیرس سنہ ۱۸۹۵ء

لے مراک۔ جوگریفی۔ ارگنائیزیشن۔ پولیٹکس
یہ کتاب نہایت احتیاط سے تحریر کی گئی ہے

اس کتاب کا اصلی منشاء فرانسیسی حقوق کا مراکو سے ادّعا کرنا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ جو لوگ رموز مملکت سے دلچسپی رکھتے ہیں اسکو ضرور مطالعہ کریں۔ مصنف محض ناواقف نہیں ہے۔ وہ دس سال تک مراکو میں ایک محکمہ میں افسر رہ چکا ہے۔

گیلنڈو الیئون ڈی ویرا۔ میڈرڈ سنہ ۱۸۸۴ع

مسٹریا ڈسیچوڈ پولیٹیکا ٹریڈیشنل ڈی ہسپانا۔ سکٹو ڈی سوس پوزنشنزان لاس کاسٹس ڈی افریقہ جو واقعات اس کتاب میں درج ہیں وہ کچھ معتبر نہیں اگرچہ کتاب بہت طویل ہے۔ مگر مفید ہے۔ اور ہسپانیہ کی رائل اکیڈمی نے اس تصنیف کے صلہ میں ایک تمغہ مصنف کو عنایت کیا۔ جیسا کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں مراکو کے علاوہ بھی حالات لکھے ہیں۔ مگر ایسی کوئی بات کم نظر آتی ہے جو پہلے چند تحریروں میں نہ آچکی ہو۔

گنیٹر (آرتھر ڈی) پیرس سنہ ۱۸۹۳ع

لی مراک۔ ڈی آجرڈ ہیوڈی ہیر اسے ڈی ڈیلین۔ یہ کتاب جو در اصل انتظام ملکی کے متعلق ہے۔ ایک حد تک صحیح نسخہ ہے۔ اس میں مراکو کا سرسری حال درج ہے باشندگان مراکو یا مراکو و دول یورپ کے باہمی تعلقات کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ اس ملک کی لڑائیوں کی نسبت خاص دلچسپی ظاہر کی گئی ہے اس کتاب کی اکثر تصاویر مونٹ بارڈ کی کتاب سے لی گئی ہیں۔

گیٹل جواکون میڈرڈ سنہ ۱۸۷۹ع

ڈیچر یو ر مراکش السوس ویدنون نکنا۔ اس قیمتی رسالہ کے مصنف سنہ ۱۸۶۱ع میں شرف ملازمت سلطان حاصل کیا۔ اسے توپخانے میں ایک عمدہ عہدہ عطا کیا گیا۔ اس نے رخصت کی درخواست کی مگر نامنظور ہوئی۔ اسیر وہ چوری سے فرار ہوا۔ چند سال تک اودھر اُدھر پھرتا رہا۔ اس عرصہ میں اپنا نام قاید اسمٰعیل بتایا۔ سنہ ۱۸۸۹ع میں ہسپانیہ کی طرف سے مراکو میں بھیجا گیا۔ اس کی جو رپورٹ چھپی ہے اس میں نقشے وغیرہ بہت دئے گئے ہیں جو بڑے مفید ہیں۔

گیان گوز

سی المکاری صفحہ ۴۹۰

گریری (اورٹ) ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

گوبل ای لیپنگ
۱۸۸۷ء

ڈائی ویسٹ بوس افریقاس ام الطرظم انیڈ ڈائی جیتیسی ٹی مارسٹینسن۔
یہ کتاب ایک نہایت مفید خاص ہے۔ ملک ہذا کی تمام سابق تواریخ کا اسمیں ذکر ہے۔ اس میں واقعات بڑی صحت سے بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

گاڈرڈ اے لیئون ا
پیرس ۱۸۶۰ء

ڈسکرپشین اے سٹوری ڈیو مراک (دو جلد)
اس کتاب میں مراکو کے حالات سے نہایت مفید آگاہی دی گئی ہے۔ اس کتاب کا سب سے مشہور حصہ وہ ہے جو تاریخ عسائیت مراکو کے متعلق ہے اور یہ عمدہ ترین کتابوں میں سے کتاب ہے۔ جو مراکو کی نسبت طبع ہوئی ہیں۔ اسے سخت متعصب آدمی تھا

گریبرگ ڈی ہمپسو
اجیکو پو اجنوا ۱۸۳۴ء

سپیٹیٹو۔۔۔۔۔۔ڈل امپیر یو ڈی مراک۔
گریبرگ کی کتاب نے بہت شہرت حاصل کی اور اس شہرت کی مستحق بھی تھی۔ مگر بعض نے اس کی تعریف میں مبالغہ بھی کیا ہے۔ اس کتاب میں سے دیگر مورخوں نے اکثر مضامین اقتباس کئے ہیں۔ مگر اس امر کو تسلیم نہیں کیا۔ مصنف جو مراکو میں سویڈن اور ساڈینیا کی طرف سے سفیر تھا۔ عربی میں اچھی مہارت رکھتا تھا۔ لاکن حدود طنجہ سے باہر ملک سے مطلق نابلد تھا۔

لیئون ۱۸۲۰ء

پرہسیس ڈی لالٹر یٹور مبٹرک ڈی مغرب الاقصی۔ تاریخ کتب مراکو پر ایک بہت قیمتی کتاب ہے۔ جو بیس بڑی بڑی کتابوں پر مقامی واقفیت کی بنا پر تنقید کی ہے۔ بعد میں یہ کتاب بھی سپیٹیٹو میں ضم کی گئی۔

گراہم اے بی کننگھم
لندن ۱۸۹۸ء

مغرب الاقصی (آجرنی ان مراکو)
کتاب بہت خوبصورت ہے۔ گو غلط ہے۔ مگر پڑھنے کے قابل ہے۔

صفحہ۔　ملاحظہ تتمہ　صفحہ ۴۸۵ (انگریزی)

ہاروین لر فریدرک الندن ۱۸۶۰ء

ڈی سپیٹیٹن کمپین ان مراکو۔
نامہ نگار اخبار ٹائمز خطوط دوبارہ چھپوائے گئے ہیں

ہسپانوی مہم کا تذکرہ تو اس میں مندرج ہے۔ مگر ملک کے متعلق ایک لفظ تک بھی نہیں ہے۔

ہیرس والیبرلی لندن ۱۸۸۹ء دی لینڈ آف این افریقین سُلطان

مصنف کی ابتدائی کوشش ہے۔ جو سفر اس نے اوّل اوّل مراکو میں کئے ہیں۔ اُن کا ذکر درج کیا ہے اور دلچسپ بھی۔ مگر اس میں کوئی نئی بات نظر نہیں آتی۔ اور نہ کتاب ہی مستند ہے۔ جو کچھ عیسائی سفارت کے متعلق تحریر ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خصوص میں مصنف محض ناواقف ہے۔ ۱ مئی ۱۸۹۰ء کے ٹائمز میں اس کا ریویو ہو چکا ہے)

لندن ۱۸۹۵ء دوم۔ تغیلت

اس کتاب میں اس سفر کا ذکر جو مراکش سے تغیلات تک کیا گیا ہے کچھ حصہ سفر کا گدھے کی سواری پر کاٹا ہے کچھ پا پیادہ۔ اس کتاب میں نئے امور درج ہیں۔ اور عام اغلاط سے پاک ہے۔ کیونکہ مسٹر ہیریس ملک سے کافی واقف ہے کتاب مفید بھی اور تصاویر نہایت عمدہ ہیں۔

ہے جی۔ ایچ ڈرمند لندن ۱۸۶۱ء وسٹرن باربری الٹس والڈ ٹرائب اینڈ سویج اینیملز یعنی وحشی اقوام وجنگلی حیوانات طبع ثانی)

یہ کتاب دراصل بالکل نکمی ہے۔ لاکن عبارت عمدہ اور دلچسپ ہے۔ اگرچہ ایسے مصنف سے یہ امید نہیں ہو سکتی تھی۔ باوجود اس کے اکثر سفرناموں سے اچھی ہے۔ اس میں جو تشریحات مراکوی زندگی پر کی گئی ہیں وہ اچھی قابل اعتبار ہیں۔

کمبرج ۱۸۴۰ء دوم۔ جنرل اوف اکسپیڈیشن ٹو دی کورٹ آف مراکو۔

یہ رسالہ کبھی طبع نہیں ہوا۔ تابریں اس کی اغلاط پر اعتراض کرنا مناسب نہیں۔ یہ ایک قسم کا مسودہ جو خاص دوستوں کے واسطے طبع کرایا گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل مراکو کے ساتھ معاملات کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

بے اینڈ برکس لندن ۱۸۹۶ء اے ممائر روف سرجون ڈرامنڈ ہے۔

اس قابل سفیر کی عمر کا بہت سا حصہ مراکو میں گذرا۔ وہ برطانیہ کی طرف سے طنجہ میں سفیر تھا۔ مراکوئی معاملات میں

اسکا ایسا گہرا تعلق ہوگیا تہا کہ جو کتاب اس کی بیٹیوں نے تیار کی وہ ان بڑی مفید کتابوں میں سے ہے۔ جو سلطنت مراکو پر تیار ہوئیں۔ اس سے صرف مقامی انتظام کے متعلق ہی آگہی حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں ایک محتاط فاضل طبع رسا نتیجہ نظر آتا ہے۔ نیز اس میں وہ غلطیاں نہیں ہیں جو عام اجنبی کیا کرتے ہیں۔

ہے کیٹیس۔ ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ ۳۰۴ ۵ (انگریزی)

ہیرودوتوس۔ ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ ۱۴ ۵ (انگریزی)

ہائیڈ سمتھ ولیم ولسن لندن سنہ ۱۸۸۶ء اے ٹوئیرز ینیل فالس اینڈ مسہیبس ان مراکو کتاب اسی قیمت کی ہے جو اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر بہی ان کتابوں سے اچھّی ہے۔ جو مفصل حالات ذکر کرنے کی مدعی ہیں۔ اور پر از اغلاط ہیں۔

ہاگکن ڈاکٹر ٹومس لندن سنہ ۱۸۶۶ء نیر یٹو اوف اے جرمنی ٹو مراکو یعنی بیان سفر مراکو یہ کتاب معمولی اچھّی ہے۔ اس میں اس سفارت کا ذکر ہے جو مراکش میں لبہر کردگی سر موزز مو سیفیو رہبیجی گئی تہی۔ ملک کی حالت کی نسبت چندان ذکر نہیں ہے۔ یہ کتاب چندہ فراہم کرکے چھپوائی گئی تہی۔ کیونکہ اس کا مصنف جلد ہی فوت ہوگیا تھا۔

ہوکر جوسف ڈی بال (جوہن وما اجارج) لندن سنہ ۱۸۷۹ء مراکو اینڈ دی گریٹ اٹلس سائنس داں خاص کر علم فلاحت داں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔ اس کتاب کے مصنف انگریز تھے جو قدرتاً بیباق تھے۔ وہ بہر بہر میں اس بہانے سے پھرتے رہے کہ ان کی ملکہ نے ایک بڑا عالیشان باغ لگوایا ہے۔ جس میں اسکی خواہش ہے کہ ہر قسم کے پودے لگائے جاویں۔

ہوروولٹز ڈکٹر اوّل لیپزگ سنہ ۱۸۸۷ء مراکو ملک اور اس کے باشندگان کی نسبت دلچسپ طور پر واقعات لکھے ہوئے ہیں۔ مگر عبارت نفضول اور ناکمل ہے

ہوسٹ جیئورگ کیوبن ہیون سنہ ۱۷۸۱ء و سنہ ۱۷۸۱ء + الف ٹیرٹ ننگرا دم مراکوس

اوگفینز آرنگز گشن دان مراکوس اینڈ فیز۔
اس مستند کتاب کا مصنف ڈنمارک کی طرف سے بہت سال تک طنجہ میں کونسل رہا۔ اس نے واقعات کی تحقیق میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ بعد کے تمام مصنفین جنہوں نے مراکو پر کتابیں لکھی ہیں بالواسطہ یا بلا واسطہ ہوسٹ کے ممنون ہیں۔ اور جنہوں نے اس کتاب سے کچھ بھی فائدہ نہیں اوٹھایا وہ بہت بدقسمت تھے۔

ادریس (محمد) سنہ ۱۱۵۰ء لندن سنہ ۱۸۰۹ء
صفات العرب وارض السودان و مصر و اندلوس شمالی مراکو کا مختصر سا جغرافیہ ہے۔ مگر یہ کتاب قابل استفادہ نہیں ہے۔

جیکسن جیمز گرے لندن سنہ ۱۸۰۹ء
این اکونٹ اوف دی امپائر اوف مراکو اینڈ ٹمبکٹو یعنی بیان سلطنت مراکو و ٹمبکٹو سلطنت مراکو پر۔ یہ ایک نہایت عمدہ اور نئی کتاب ہے اس کا مصنف جو ایک سوداگر تھا موگیدار اور ریگیدیر میں بہت مدت رہا۔ مصنف کا یہ منشا تھا کہ اس اطلاع کو مکمل کرے جو ان کتابوں میں درج ہونے سے رہ گئی ہے جو آج تک لکھی گئی ہیں۔ پھر بھی غلطیاں اکثر ہیں۔ ٹمبکٹو کا بیان خاصکر دلچسپ ہے۔

جیمز لفٹننٹ کرنل ٹومس لندن سنہ ۱۷۷۱ء
ہسٹری آف دی ہرکولین سٹریٹیس (جلد دو)۔
اس کتاب کا مصنف ایک انگریز تھا جو جبل الطارک میں رہتا تھا۔ کچھ نئی باتیں درج نہیں ہیں جو مفید مطلب ہوں۔

جنیش ڈاکٹر آر برلن سنہ ۱۸۸۷ء
ڈائی ڈوشٹی ہینڈل اکسپیڈیشن سنہ ۱۸۸۶ء
اس میں اہل جرمنی کی اس کوشش کا بیان ہے جو اُنہوں نے رد میں کے کھولنے میں کی۔ جو مہم بھیجی گئی تھی مصنف اسکا اعلیٰ افسر تھا۔ اس کی ملک نے حرفت و دستکاری و پیداوار کے متعلق خوب واقفیت حاصل کی یہ کتاب عمدہ نسخوں میں شمار ہوتی ہے۔

جنیش ڈبلیو اے لندن سنہ ۱۸۱۶ء
آدیو آف دی پریزینٹ کنڈیشن آف دی سٹیٹس آف بربری۔ (موجودہ حالت ریاستہائے بربری پر ایکنظر)

بربر کی قزاقی کے انسداد کے متعلق ہے۔ صرف دوسری فصل میں مراکو کا ذکر ہے۔ یہ ایک جنگی افسر کی رپورٹ ہے جو گورنر جبل الطارق سعدی محمد بخت وہم کو عارضی طور پر دیا تھا۔ کتاب مختصر سی ہے اور کچھ زیادہ مفید نہیں ہے۔ مگر خالی از دلچسپی نہیں ہے۔

جولسٹن (آر۔ ایل۔ این) ملاحظہ ہو کورن دجونسٹن۔

کیٹیج (کرنل مارس) لندن ۱۸۸۶ء

ٹریولز ان یورپ اینڈ افریقہ (ممالک یورپ وافریقہ کی سیاحت) (دو جلد)

اس کتاب میں معمولی طور پر سفر کے حالات درج ہیں۔ مراکو کی نسبت کچھ درج نہیں ہے۔ اس واسطے یہ کتاب قابل استصواب نہیں ہے۔

کردی جینی اے۔ ڈی طنجہ و پیرس ۱۸۸۹ء

گائڈ دو دیجو یر آ مراکو (رہنمائے بحری سفر مراکو)

یہ کتاب سفر مراکو کی ایک رہنما ہے۔ ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ خاص کر ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو فرانسیسی زبان پڑھتے ہیں۔ اگرچہ اغلاط بھی ہیں۔ مگر بعض بڑی بڑی کتابوں سے زیادہ تر مفید ہے۔ اس میں ایک نقشہ بھی دیا گیا ہے۔

کرابرٹ لندن ۱۸۹۴ء

پاینیرنگ ان مراکو (سفر مراکو بطور مقدمۃ الجیش)

یہ کتاب نہایت بے تکلفانہ لکھی گئی ہے۔ اور عمدہ ہے۔ اصل میں مصنف کے خطوط و یادداشت سے جمع کی گئی ہے۔ اس میں اکثر نئی باتیں نظر آتی ہیں۔ لاکن اس قابل نہیں کہ استصواب کا کام دے۔

ابن خلدون عبد الرحمان ۱۴۰۵ء بولاک ۱۸۶۷ء الجزائر ۱۸۵۲-۵۶ء

سطوریہ دی بیربی۔ انتخاب از کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر آٹھ جلد۔ مترجمہ بیرن گوکن دی سلین۔ چہار جلد مع تتمہ جات وغیرہ

کتاب اسلامی دُنیا کی تاریخ سے اور عربی علم ادب میں سب پر سبقت لے گئی ہے۔ دی سلین کا ترجمہ و تشریحات بھی کچھ اس سے کم مستحق تعریف نہیں ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ اس کتاب کے تصنیف کرنے میں اس کے چودہ سال صرف ہوئے ہیں۔ مورخین مراکو و اسلام نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ ابن خلدون جو عربی النسل تھا تیونس میں ۱۳۳۲ء میں پیدا ہوا۔ اور اکیس برس کی عمر میں شاہی پرائیویٹ سکرٹری

مقرر ہوا۔ اِدھر اُدھر کے انقلابات کے بعد صلاح الدین نے اسے قاہرہ میں قاضی القضات مقرر کردیا۔ بعدہ وہ مکہ شریف کی سرزمین میں سیاحت کرتا رہا۔ پھر سلطان کی معیت میں دمشق پہونچا اور جب تیمور نے دمشق پر حملہ کیا تو ابن خلدون وہاں ہی مقیم تھا۔ وہ تیمور کی پناہ میں آگیا اور جب تاتاریوں کی تاریخ وشجرہ نسب پڑھ کر سنایا تو تیمور حیران رہ گیا۔ تیمور نے اس کی بڑی عزت کی اور آخرالامر اس کو مصر میں آنے کی اجازت عطا کی۔ تاکہ وہ اپنی کتاب کو ختم کرے۔ جب اس نے فیوم میں جہاں وہ ۱۴۰۶ء فوت ہوا چودہ برس صرف کئے تھے۔

ابن خلدون کی کتاب فی الحقیقت نایاب ہے اور نہایت نفیس ومعتبر ہے یہ مصنف نہایت ذکی۔ فہیم اور اہل الرائے شخص تھا۔ اور ساتھ ہی نہایت دقیقہ رس اور باقاعدہ دالا شخص تھا۔ اگرچہ بعض مقامات میں واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ہر ایک قوم کے حالات وشجرہ انساب شرح وبسط کے ساتھ دئے گئے ہیں۔

ابن خلکان (احمد) لندن ۱۸۴۳ء ۱۲۷۵ء

کتاب واقعات الغیان (بیرن میک گرکسی دی سلین نے چار جلدیں ترجمہ کیا ہے) کتاب نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجہ کا نسخہ ہے۔ اہل عرب اکی قیمت کے لحاظ سے اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ دی سلین نے اس کا ترجمہ کرنے میں مغربی دُنیا پر بڑا احسان کیا ہے جیسا کہ اس نے ابن خلدون کی صورت میں کیا ہے۔ ابن خلدون دمشق میں صدر الصدور بھی تھا اور مصر میں پروفیسر بھی رہا ہے۔ مراکو کے مشہور تذکرہ نویسوں میں یوسف بن تاشفین ابن تمارت مہدی عبدالمومن۔ یعقوب المنصور وغیرہ وغیرہ ہیں۔

کوملٹ ڈاکٹر ولیم فرنیک فرٹ ۱۸۸۳ء

پنج دن سولن دی ہرکلینز (دو حصے)

اس کتاب میں ایک اہل علم کی سیاحت کا ذکر ہے اس کے بعض جلد مراکو کے متعلق ہیں۔ مفید ہیں۔ ان حصوں میں قدرتی اشیا مثلاً حیوانات وا صوات جانوران کا ذکر ہے۔

لادسرے پی دیکھو نکسن صفحہ

لیارو ڈاکٹر آرتھر لندن ۱۸۷۶ء

مراکو داہل مراکو (مراکو اینڈ دی فورس)

اس کتاب کی قدردانی میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ مصنف صرف ساحل پر گشت کرتا رہا ہے۔ یا درکفرن تک پہنچا

ہے زبان ملک و باشندگان ملک سے محض ناواقف تھا البتہ جو واقعات ڈاکٹر ہردم نے بہم پہونچائے وہ قابل اعتبار ہیں۔ اس کتاب کا سب سے مفید حصّہ وہ ضمیمہ ہے جس میں مراکوی ادویہ کا ذکر ہے مگر اس باب میں جو مراکوی امراض کے متعلق ہے کچھ بھی مفید مطلب درج نہیں ہے۔

لنڈن سنہ ۱۸۷۹ء

ادورڈ اے ورث لودی کورٹ آف مراکو (دربار مراکو کی سیر)

اصل میں برٹگیزوں کی سفارت کا جو مولائے الحسن کی جانشینی کے موقعہ پر آئی تھی ذکر ہے جو خالی از دلچسپی نہیں۔ علاوہ حالات سفر کے الصیغر الکبیر کی لڑائی کے حالات مذکور ہیں جو سنہ ۱۵۷۸ء میں واقعہ ہوئی ڈاکٹر لیانڈر نے اس امر پر بحث کی ہے کہ آیا قیصر فرعون و دالیو بتی ایک ہی ہیں اور ڈاکٹر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ایک ہی ہیں اور اس کے اس نتیجہ کی تصدیق بھی بعد میں ہوئی ہے۔

لیمپریری (ڈاکٹر ولیم) لنڈن سنہ ۱۷۹۱ء

اے تور تو مراکو (سفر مراکو)

مصنف ایک ڈاکٹر (سرجنے) ساکن جبل الطارق ہے۔ سنہ ۱۷۸۹ء میں سعدی محمد بتھم بنی کے علاج کے واسطے گیا تھا جو بیان مصنف نے اپنے سفر سوس کا ذکر کیا ہے وہ دلچسپ ہے اور ملک و باشندگان ملک کی نسبت جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بھی قابل تعریف ہے مگر کتاب بحالت مجموعی پڑھنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ حصّہ جو الیغریہ کے مظالم اور اس کی بدسلوکی (جو فرنصلوں کے ساتھ کی) کے متعلق ہے ایک ہمعصر کی معتبر شہادت ہے۔

لنز (ڈاکٹر رسکہ) لیپزگ سنہ ۱۸۸۴ء

ٹمبکٹو۔ ریسی درج مراکو۔

اور بارہ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی طبع ہوا ہے

ان میں سے ایک جلد مراکو کے متعلق ہے گویا ملکی حالات کا ایک خلاصہ ہے اور چونکہ جس جس کتاب سے استفادہ یا اقتباس کیا ہے اسکو بتلایا نہیں۔ کیا اس سے کتاب کی وقعت میں کچھ فرق آگیا ہے۔ نقشہ جو دیا گیا ہے کچھ زیادہ قابل تعریف نہیں ہے تصاویر عمدہ ہیں۔

لا نہ (مینوئل جی) اور اور گنیز طرسوم میڈرڈ ۱۸۷۹ء

ابل امپر یو دی مراکو
یہ ایک مختصر سی کتاب ہے مگر ملک و باشندگان ملک کے حالات بخوبی تحریر کئے گئے ہیں۔ تاریخی حالات بھی کچھ کچھ مرقوم ہیں۔ اخیر میں ان معاہدات کو درج کیا ہے جو ۱۸۶۰ء سے لے کر ہسپانیہ کے ساتھ ہوتے رہے لاکن اس میں مصنف کا اپنا کوئی مضمون بھی نہیں ہے۔

پیری لوٹی (ویو) الفٹنٹ جولن (پیرس ۱۹۰۰ء)

مراک
اس میں مشرقی سیاحت کا حال دلکش عبارت میں تحریر کیا ہے۔ اس میں اس سفارت کا تذکرہ ہے جو ۱۸۸۹ء فرانس سے فاس میں گئی۔ اس میں مراکو کی زندگی پر بحث کیگئی ہے لاکن یہ کتاب اس کام کی نہیں ہے کہ اس سے واقعات کے متعلق استصواب کیا جائے۔

میکنزی ڈونلڈ لندن ۱۸۸۶ء

رلپورٹ اون دی کنڈیشن آف مراکو (اطلاع نسبت حالت مراکو)
یہ کتاب ایک مختصر سا رسالہ ہے جو اینٹی سلیوری سوسائٹی کی جانب سے جاری ہوا۔ ملک کی حالت پر بحث کی گئی ہے۔ ناواقف اشخاص پڑھ کر کچھ فائدہ اوٹھا سکتے ہیں۔

(میرالٹ) (انڈرین مارس) پیرس ۱۸۴۳ء

ریلیشن دی۔ سی۔ کوئی پیسے و مینس لی رویایومی دی مراک و پولیسی اپنی ۱۷۲۷ اسبکون ۱۷۳۷ء
اگرچہ مصنف کا نام دیا ہوا ہے مگر ایسے گا ردا سے ایم میرالٹ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ بہرحال کتاب تاریخی لحاظ سے ایک مفید نسخہ ہے۔

المکاری (احمد) لندن ۱۸۴۳ء

ہسٹری آف دی محمدن ڈائنیسٹیز ان سپین (ہسپانیہ کے اسلامی خاندانوں کی تاریخ) (مترجمہ پیکول دی گیانگوس) نفحۃ الطیب (دو جلد)
اصل میں یہ کتاب بطور یادگار کے ہے اور افریقیہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ پہلا ترجمہ جو میڈرڈ کے ایک پروفیسر نے کیا تھا وہ کچھ ٹھیک نہیں ہے المکاری مصنف نہیں بلکہ مولف ہے۔ مگر چونکہ وہ حوالجات دینے میں سخت محتاط ہے اور جہاں کہیں استفادہ کرتا ہے اس کو تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے اسکی تصنیف وقعت

کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اس نے یہ کتاب مصر میں ینندھویں صدی میں تحریر کی تھی۔

مبلطزن (ہینرج وان) لیپزگ سنہ ۱۸۶۳ء

ندی جہری ایم ناسعو سٹن وان افریقیہ (چہار جلد) کتاب نہایت محنت سے لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جا بجا تاریخی واقعات بھی تحریر ہیں۔ سواحل مراکو و مراکش کی ساحت کا ذکرہ کیا ہوا ہے۔ مراکش کو مصنف ومشق و مغرب کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ بعض مقامات میں مصنف نے ذاتی مشاہدات بھی درج کئے ہیں۔ مگر ان پر اعتبار کرنے میں کافی احتیاط درکار ہے۔

مارسنٹ ڈاکٹر اے پیرس سنہ ۱۸۸۵ء

لی مراک

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے مصنف نے اپنی طرف سے کچھ بھی ترمیم نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ایک ملک کی زبان سے محض ناواقف نہ تھا۔

مارمول کیبراجل الیوس گرنیڈا سنہ ۱۵۷۳ء

دسکرپیشن جنرل دی افریقیہ (سہ جلد) (بیان افریقیہ)

یہ کتاب گویا مراکو کے واقعات کا ایک ذخیرہ ہے اور تین سو سال تک اس سے استفادہ ہوتا رہا ہے اور مورخین نے بھی اس کتاب سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ مارمول گرنیڈا کا باشندہ تھا۔ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ پڑا آٹھ سال تک افریقیہ میں رہا۔ کتاب سوم چہارم مراکو کے متعلق ہے۔

المراکشی (عبدالوحید) مراکش سنہ ۱۲۲۴ء لیدن سنہ ۱۸۴۷ء و سنہ ۱۸۸۱ء الجزائر سنہ ۱۹۱-۱۹۲۳ء

المعجب فی تلخیص اخبار المغرب۔ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ای۔ فیگین کیا ہے۔

المراکشی نے صرف عہد موحدین تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھا ہے اور اسکا بیان ہے کہ اسے سابقہ تاریخیں ہاتھ نہیں لگیں اس امر واقعہ سے اس کتاب کی قیمت اور بھی دو بالا ہو جاتی ہے کہ اس میں ایسے ایسے واقعات بغیر اسرار کے جمع کئے گئے ہیں۔

مارٹی ہیری (اوہی کمٹی) اپچ۔ دی۔ لا) لندن سنہ ۱۸۹۹ء

جنرنیران دا کنگدم آف خیر انیڈ ٹو دی کسٹ آف مولائی حسن (مملکت فاس کا سفر و دربار مولائے حسن کی سیر) اگرچہ کتاب میں بڑے بڑے اہم ادر کار آمد واقعات مندرج کئے گئے ہیں اور اگرچہ نقشہ جات جو اس میں متعلق رسنہ دئے ہوئے ہیں مفید ہیں

مگر کتاب فی الحقیقت نامکمل ہے اور نہیں معلوم ایسے قابل مصنف نے کیوں اس کتاب کو نامکمل رکھا۔ مصنف مذکور سے بہت سی باتیں درج ہونگی بعید تھی جو درج نہیں ہوئیں ترجمہ بالکل بھدا ہے۔ کاشکے مصنف از سر کتاب تصنیف کرے۔

میس لیٹری۔ لی۔ بکٹی ایل دی امپیریل ۱۸۶۶ء ۱۸۷۲ء ۱۔ ٹریٹیز دی پیکس دسے دی کرس آدا کو نسنس و اسٹوریز وغیرہ د دحصہ۔ د ضمیمہ۔

اس کتاب سے تاریخ مراکو کی بنسبت کم ہی کوئی کتاب زیادہ مفید ہوگی۔ دیباچہ میں جو خلاصہ خط وکتابت وعہد ناموں ات درج کیا ہے۔ وہ بہت مفید ہے اور وہ علیحدہ بھی شائع ہوا ہے۔

پیرس ۱۸۸۶ء رلیشین اسے کرس دی افریقہ۔

یہ ایک عمدہ تاریخی کتاب ہے اور ان نسخہ جات میں سے ہے جو اطمینان بخش طور پر مراکو کے حالات کے جامع ہیں اور باقی بربری باشندوں کا بھی تذکرہ مندرج ہے۔

مارولے ابیڈی۔ دی ایمسٹر ڈم ۱۷۷۵ء رلیشین دی ایل انفیر دی لاریکے۔

مصنف کا نام کتاب میں نہیں دیا گیا ہے مصنف غالباً معلوم الاسم ہے ۱۷۶۵ء میں اہل فرانس کو جو ناکامیابی لاریکے میں ہوئی اس پر بحث کی ہوئی ہے نیز مصنف نے اپنی دو سالہ قید کے حالات لکھے ہیں جب کہ فرانسیسی قیدوں کا جمعدار مقرر کیا گیا تھا۔ مصنف مراکو اور وہاں کے باشندگان کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔

میسوا ادبلیو۔ الیس ا مسلا۔ دیکھو فکشن صفحہ
دیکھو ضمیمہ صفحہ

ہندو کا رہیرو نیمو ا لس بو ۱۷۰۷ء جرنیدا دی افریقہ

جس میں مصنف بھی موجود تھا نیز ان قیدیوں کے حالات قلمبند کئے ہیں جو مسلمانان مراکو کے ہاتھ پڑے اور ان کے زرفدیہ کے بارہ میں قلم فرسائی کی ہے۔ یہ کتاب بھی جہاں تک تاریخ مراکو کا تعلق ہے معتبر متصور ہونی چاہیئے۔

میینریزا فرینڈو دی
لیسوا اکسیڈنٹل سنہ ۱۷۳۲ء

سٹوری دی تینجر
طنجہ کے حالات کی جبکہ وہ زیر قبضہ پرتگیز تھا ایک عمدہ تاریخ ہے۔ (سنہ ۱۶۶۲ء) اس کے زمانہ سلف کی بھی مختصر سی تاریخ یکجا ہے۔ آخری پرتگیز گورنر نے یہہ تاریخ جمع کی تھی۔ اس میں اس کے سوا کچھ درج نہیں ہے کہ طنجہ کس طرح فتح ہوا اور کون کون گورنر مقرر ہوا گورنروں کی فہرست دی ہے اور ان کی لڑائیوں کا حال جو اہل مراکو سے ہوئیں درج کیا ہے۔

مرسیر ا آرنسٹ
پیرس سنہ ۸۸-۱۸۹۱ء

سٹری دی افریقہ ...... تین جلد۔
اس کتاب کے جو باب زمانہ سلف کی تاریخ کے متعلق ہیں وہ نہایت اعلیٰ ہیں۔ بعد میں ابن خلدون۔ روضۃ القرطاس۔ دالربانی سے رستنباط کیا ہے گویا یہ کتاب ایک مکمل و باقاعدہ عمدہ تاریخ ملک بربر ہے اگرچہ مراکو کی نسبت کوئی نئی بات اس میں درج نہیں ہے۔

کنسٹینٹن و
پیرس سنہ ۱۸۷۴ء

قدیم سٹری دی اسٹابلشمنٹ دی عرب
ابن خلدون و دیگر مصنفین کے منتشر واقعات کو جمع کیا ہوا ہے اس میں زیادہ تر اہالی عربوں کے نقب مقام کا ذکر ہے جو گیارہویں صدی میں واقع ہوا ہے۔ بہر صورت کتاب بہت فائدہ بخش ہے۔

میری وکولمب فرانسسکو
میڈرڈ سنہ ۱۸۶۴ء

جی الیا جاو الکسٹرا آدنیر یا مار وکوس سنہ ۱۸۶۳ء
اس میں کوئی نئی بات مندرج نہیں ہے صرف سفارت کی رپورٹوں کا ذکر ہے۔

فونٹ بارو (جی)
لندن سنہ ۱۸۹۴ء

المینگ دی موزر سکچر آف اور سنیٹل لالیف
اہالی مراکو کے درمیان قیام
فاس کے سفر کا دلچسپ طریقہ میں تذکرہ کیا ہے اگرچہ حسب معمول کوئی بات نہیں لکھی۔ اکثر تصاویر کتاب میں دکھائی گئی ہیں کتاب کے اکثر مقامات میں برا بر مذاق بھی ہے۔

موٹ لی سیور۔ جی۔ پیرس سنہ ۱۸۸۳ء سٹوری دی کنگوسٹ دی مولا آئیمی مولا اسمعیل یہہ کتاب دلچسپ اور اسکا مصنف

ایک قیدی ہے جو کچھ تعلیم یافتہ بھی تھا۔ جو کچھ واقعات اس شخص نے حوالہ قلم کئے ہیں وہ اسوجہ سے زیادہ قابل اعتبار ہیں کہ وہ ایک باشندہ مراکو کی زبانی سنے گئے ہیں۔ جو اتفاق سے مصنف کے ساتھ قید تھا۔ اور اچھا عالم تھا۔

پیرس سنہ ۱۷۰۳ع	ریلیشن دی لا کیپ ٹیوٹی دو سیور موٹ ڈینس لیس۔ رالومی دی نیرا سے ٹی مراک۔

مصنف نے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے ذاتی تجارت تحریر کئے ہیں اور ایسے کارناموں سے کئی باب پر کئے ہیں۔ قیدیان یورپ کے حالات کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔ کیونکہ مصنف نے گیارہ سال تک قیدیوں کا ساتھ دیا تھا۔ کتاب میں کچھ زیادہ تاریخی واقعات مندرج نہیں ہیں۔

ادسگے پادری سائمن لندن سنہ ۱۷۱۳ع	این کونٹ آف سوتھ وسٹ بربری (بیان جنوب مغربی بربر)

کتاب کا نام ایڈ طرکے نام پر ہے جو کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا اور مصنف کا نام جو مراکو میں مقید تھا نا معلوم ہی رہا ہے ملک و باشندگان ملک کا حال بالعموم صحت کے ساتھ لکھا ہے اور قیدیوں کی تکالیف کا حال بہت موثر زبان میں تحریر کیا ہے۔

اولیوو دی املینو بل بارسلونا سنہ ۱۸۹۳ع	مراکو جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کتاب دلچسپ ہونیکی امید کم ہے اسکا مدعا دراصل یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی طرح ہسپانیہ کی مداخلت

کا جواز ثابت کیا جائے۔

سنٹ لون ریپائیلو دی پیرس سنہ ۱۷۹۵ع	ریلیشن دی ایمپائر دی مراک (التعلقات سلطنت مراکو) طبع ثانی لیوس شانزدہم کا خاص حکم تھا کہ مراکو و فاس سلطنتوں کے طرز معاشرت حکومت، مذہب وغیرہ کا صحیح صحیح حال ارقام کیا جائے بنابرین

اس کے سفیر نے حالات درج کئے اسوقت کے سفیر و زمانہ حال کے سفیر کے استقبال کا مقابلہ کیا ہے۔

اولوڈ اکٹر فلیپ) میڈرڈ سنہ ۱۸۸۱ع	لاموجر مراکوئی

یہ کتاب اطمینان بخش ہے۔ مصنف طنجہ میں سفارت کے ساتھ ڈاکٹر تھا۔ اور اسنے اس کتاب کو بڑی محنت سے لکھا ہے۔ مصنف نے مراکوئی عورت کے حالات ارقام کئے ہیں خواہ وہ مورو بربری ہو یا یہودی ہو اور القرآن کے قوانین متعلق مستورات کو مختصر طور پر تحریر کیا ہے۔ تصاویر کتاب کی قدر کو کچھ کم کرتی ہیں۔ فرضی معلوم ہوتی ہیں۔

پیڈک جورہ — میڈرڈ ۱۸۱۶ء

شپ ریکو آف دی شپ برگ آفد ہی آسوبگو

ساحل سوس پر جو تکالیف امریکوی ملاحوں کو پیش آئیں انکا بیان ایک نہایت عمدہ طریق پر ادا کیا ہے۔ رسم در واج باشندگان پر خوب بحث کی ہوئی ہے۔

پیٹن چارلس اے — لندن ۱۸۷۹ء

ماسما شروم اے رولنگ سٹون اگردگاں برگیند)

اس کتاب میں دیگر کتاب سے اقتباس کیا ہے مراکو و دیگر مقامات کی زندگی کی تصویر کھینچی ہی طرز تحریر جوش آئند ہے۔

پیلو جارج

دیکھو ذکنش صفحہ

پیلو ٹامسن — لندن ۱۷۳۶ء

کیپ ٹونی واید ونچر رانی لوتھہ بربری۔ (جنوبی بربر میں قید و سرگذشت)

ایک انگریز فالمتھ کے رہنے والے کا جو چھوٹی عمر میں بحری قزاقوں میں قید کیا گیا (۱۷۱۶ء) حال نہایت دلچسپ پیرایہ لکھا ہوا ہے۔

کرنیل جیمس نے بھی اس کتاب ۔ ۔ ۔ کا تذکرہ کیا ہے۔ برتھوسٹ کا بیان ہے کہ پلو مکناس میں سفیر رسل کے پاس گیا اور اپنے تجارب اس کے سامنے ظاہر کئے۔ اس کتاب کی عبارت میں صرف و نحو کی غلطیاں بہت ہیں۔

لندن ۱۸۹۰ء

یہ ایک جدید نسخہ ہے جسپر ڈاکٹر رابرٹ براؤن نے شرح لکھی تھی۔ مراکوئی زندگی کا حال خوب مرتیم کیا ہے۔ مصنف تئیس سال تک مراکو میں رہا ہے اور چند سال تک سلطانی فوج میں افسر ہو رہا ہے۔ اس کتاب سے اندازہ پایا جاتا ہے کہ مراکو میں طریق عمل میں کسقدر کم تغیر واقع ہوا ہے۔

پیشر الڈوگ ہیپزگ

مراکو

ایک مسافر کے خطوط جو ہمراہ سفارت جرمنی فاس

میں گیا۔ دوبارہ طبع کرائے گئے ہیں۔ معمولی کتاب ہے۔

پیٹری کیرس اوان
لندن سنہ ۱۸۸۷ء

امریکن کلیجز اینڈ پروٹیکشن آف سبجکٹس ان مراکو (دعاوی و امریکہ و حفاظت رعایا ملکی) اس میں صرف مصنف اور سابق قونصل کا باہمی تنازعہ درج ہے یہ کتاب کوئی تاریخی نسخہ کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔

پیریز دل ٹورو فیلپ
لندن سنہ ۱۸۸۷ء

اسپانہ ان ایل لورسے دی افریقہ

اگرچہ بلحاظ صحت واقعات تو اس کتاب کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی مگر تالیف میں احتیاط اور محنت نظر آتی ہے۔

پیریز ارالیا
لندن سنہ ۱۸۷۳ء

اے ونٹر ان مراکو (مراکو میں موسم سرما)

مصنف نے اس کتاب میں غائر نظر سے کام نہیں لیا صرف طنجہ کی حالت موجودہ اور اس کی سابقہ حالت کا مقابلہ کیا ہے۔

پینری (رفیل)
میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ء

ہسپانیہ کے قلاع واقع مراکو کے حالات مرقوم ہیں مصنف جنگی دفتر (وار آفس) کا ایک ملازم ہے کتاب میں نقشہ جات وتصاویر اکثر درج ہیں۔

فلپس (تھامس)
لندن سنہ ۱۶۸۵ء

(تھامس فلپس کی قید)

یہ ایک دلچسپ مختصر سی کتاب ہے ایک بحری کپتان نے جو مکناس میں قید رہا ہے اپنی ذاتی تجارب تحریر کئے ہیں اس سے بحری قزاقوں کے حالات روشن ہوتے ہیں۔ پی لیس کے نام جس نے مصنف کو شاہ چارلس کے پیش کیا تھا معنون ہے۔

پکارڈ وایڈ منڈ
برسلز سنہ ۱۸۹۳ء

المغرب الاقصے۔

اس کتاب میں صرف وطنیل سفیر بلجیم (۱۸۸۷ء) کے سفر کے حالات لکھے ہیں اور اچھے لکھے ہیں۔ مصنف کا مذاق فرانسیسی ہے جس کی کتاب میں ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

پلزینجی۔

دیکھو تتمہ صفحہ

پالی تبیس

دیکھو تتمہ صفحہ

پور شر (اجین)	دیکھو فکشن صفحہ
پر یڈوا جوسی۔ مار کویز دی ام میڈرڈو ۱۸۵۹ء	حالات افریقیہ ۔ تاریخ سیتہ ۔ مکینزی کی کتاب جواس نے طنجہ پر لکھی ہے اور کتاب ہذا تقریباً یک ہی جیسی ہیں۔ بہت مختصر ہے ضروری واقعات نہیں قلم انداز کئے گئے ہیں۔
نپولی۔	ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ
دی ایور تو پرنسکو دی سین جوان دی شرلا ۱۷۲۸ء	مشن مسیطوریل دی مراکو سفارت فرانسسکو کی تاریخ ہے جو بہت مفید ہے اور سابقہ تاریخ عیسائیت پر بہی مختصر بطور یادداشت تحریر کیا گیا ہے۔ سترہویں صدی کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ اس صدی کے اخیر ہیں مصنف بکناس من فراری (خانقاہ) کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ کتاب اپنی قسم میں بہت نفیس ہے۔
رائج ایڈورڈو لندن ۱۸۷۷ء	دی کنٹری آف دی مورز (ملک مورہا) نام غلط رکھا گیا ہے۔ مضمون کتاب یہہ ہے کہ نپولی واقعہ بربر سے قیروان تک سفر اہالی مراکو کا ذکر تک بہی نہیں۔
روضتہ القرطاس۔ ابو الحسن ابن ابی زرع الفاسی یا صالح بن عبد الحلیم الغرناطی	الانیس المطرب۔ روضتہ القرطاس فی اخبار ملوک المغرب دتاریخ مدینتہ الفاس۔ اس کتاب کی تصنیف دو مصنفوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے جن کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ ابن ابی زرع کو نقاد کتاب ہذا نے ترجیح دی ہے۔ روضتہ القرطاس کے وجہ تسمیہ میں بہی شبہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ فاس کے متصل زری بن عطیہ نے ایک باغ لگایا تہا جس سے اس کا یہ نام پڑ گیا روضتہ القرطاس میں سلطنت مراکو کا ذکر اس کے شروع سے لیکر چودہویں صدی تک درج ہے اور اسمیں واقعات اہم اور قدرتی نظارات کے دلچسپ خلاصہ جات مندرج ہیں۔ جو واقعات کتاب ہذا میں مرقوم ہیں وہ محتاج تصدیق نہیں۔
ریلینس ...... دی لامرسی	دیکھو نالسک ۔

رینو (اسیطین) پیرس سنہ ۱۸۴۶ع
سلطنت مراکو کا جغرافیہ۔
یہ کتاب اہل فرانس نے چھپوائی تھی۔ مصنف کو ذاتی واقفیت ملک کی نسبت نہیں ہے۔ نہ ہی اسکو باشندگان ملک سے دریافت کرنے کا کافی موقع ملا ہے۔ اس میں ایک نقشہ بھی دیا ہوا ہے۔ جو کہ کسی قدر مفید ہے اور مقامات کے طول بلاد عرض بلد درج کئے ہیں۔

اپارس (جی) میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ع
مراکوس۔ السریف۔ ملیلا۔
یہ کتاب محض ایک پولیٹیکل رسالہ ہے جسمیں گورنمنٹ ہسپانیہ کو تحریک کی گئی ہے کہ جو علاقہ اس کے مراکوی مقبوضات کے گرداگرد ہے اُسے طلب کرے۔

لے الجزز انیڈ پیرس سنہ ۱۸۴۴ع
بحری سفر مراکو۔
ایک ساحل کے رہنے والے نے دلچسپ طرز میں یہ کتاب لکھی ہے۔ جس میں انگریزوں سے نفرت دلانے کی کوشش کی ہے۔

رچرڈسن (جیمس) لندن سنہ ۱۸۶۰ع
ٹریولز ان مراکو۔ یعنی سیاحت مراکو (دو جلد)
اس کتاب کا نام غلطی دہ ہے۔ مگر یہ نام رکھنے میں مصنف پر الزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ کتاب اسکی وفات کے بعد شائع ہوئی ہے۔ کپتان کیو نے کتاب کے شروع میں جو دیباچہ لکھا ہے۔ اس سے کتاب کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہی ہے۔ حالات کی نسبت مفید اطلاع کلاٹران سے لی گئی ہے۔ کتاب کی عبارت غیر موزوں اور ناگوار ہے۔

رلی (جیمس) لندن سنہ ۱۸۱۷ع
جہاز امریکہ (اکمرس) کی گمشدگی۔
کیپ باربوا کے متصل جہاز ساحل پر پھینکا گیا۔ عربوں نے کپتان رلی اور اُس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور موگادور میں لے آئے اگرچہ مصنف ایک وقیقہ رس اور فایر نظر سے واقعات لکھنے والا ہے۔ مگر اکثر بہت بے پروائی سے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔

ریڈ ا۔ ملاحظہ ہو فکشن۔

روہلفس (جرہرڈ) برمین سنہ ۱۸۶۷ع لندن ۱۸۷۴ع ریزن ڈرچ مراکو۔

سرگذشت مراکو۔ (ونڈ وڈریٹ نے جرمن سے ترجمہ کیا۔) کتاب پڑھنے کے قابل ہے خاصکر جہاں تک اس کا ادنےٰ طبقات سے تعلق ہے۔ ڈاکٹر رولفس نے تن تنہا مراکو میں پیادہ بہت لمبا سفر کیا مسلمانوں کا لباس پہن لیا تھا۔ نہ اس کے پاس زادِ راہ تھا اور نہ وہ زبان جانتا تھا۔ وہ ملک کے ان حصص میں گیا ہے۔ جہاں عیسائیوں کا جانا ناممکن ہے۔ جو اغلاط اس سے ظہور میں آئے ہیں۔ ان سے کتاب کی وقعت میں بہت فرق آگیا ہے۔

مراکو کی علم ادب پر ڈاکٹر مذکور نے جو کتابیں بعد میں لکھی ہیں وہ کچھ قابل قدر نہیں ہیں اور ان میں صرف دوسرے اشخاص کی تجارب سے استفادہ کیا ہے۔

روچن لبے الکسس — پیرس سنہ ۱۷۹۱ء

بحری سفر بد عاسکنہ

مصنف نے ایک فرانسیسی جہاز میں بطور ایک بحری منجم کے سفر کیا تھا۔ جبیر ڈاکٹر برگنان و جبنیر طس سنہ ۱۷۸۶ء میں آسیفہ کو گئے تھے۔ مصنف نے مراکو کی تعریف کی ہے۔

رسل (ریورنڈ مچل) — اڈن برا سنہ ۱۸۳۵ء

ریاستہائے بربری کی موجودہ حالت و تاریخ۔ مراکو کا سرسری حال ارقام کیا ہے۔ زیادہ تر جلبسن علی بے۔ ولیمپریری کی تصنیفات سے یہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں لکھا۔

صالح بن عبد الحلیم۔

ملاحظہ ہو روضتہ القرطاس

سلسلہ۔

ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ

شلیگنٹ وسٹ — ریڈ ورڈ لنیرگ سنہ ۱۸۶۳ء

جنگ ہسپانیہ و مراکو سنہ ۱۸۵۹ و ۱۸۶۰ء

ایک افسر ساکن لوپیریا۔ اس کتاب کا مصنف ہے۔ اس جنگ کی اطلاع بڑی صحت کے ساتھ دی ہے۔ اپنی قسم میں نہایت اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے۔ مصنف اپنی کتاب جبیر اس کے اپنے ہاتھ کی یادداشت لکھی ہوئی۔ ڈاکٹر بردن کے مجموعہ میں ہے۔

ہنوفر — ڈپن سنہ ۱۷۶۳ء

مراکو و فاس

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے۔ مگر واقعات کے لحاظ سے بہت مفید

ہے۔ اس میں ملک کے حالات بہت اچھی طرح بیان کئے گئے ہیں۔

سکاٹ (انگریز تاجر) ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

سکاٹ اکرنیل کے۔ ایس الیف۔ لنڈن ۱۸۴۲ء سیاحت مراکو والجزائر۔
اس کتاب کا اصلی منشا یہ ہے کہ ان الزامات کی تردید کیجائے جو فرانسیسی اخبارات امیر عبدالقادر پر تھوپ رہے تھے۔ اسکا مصنف ایک انگریز ہے جو امیر موصوف کے ہاں ملازم تہا۔ مراکو کے حالات اس میں درج نہیں ہیں۔ تاہم مصنف نے تازہ فاس تطاوین وغیرہ کے حالات درج کئے ہیں۔ اگرچہ نامکمل طور پر بیان کئے ہیں اور انکی صحت بہی مشتبہ ہے۔

سنا ٹیلیکس ملاحظہ ہو تتمہ۔ صفحہ

سیگرا ڈن برٹ ۱۸۷۹ء حیات مولائی سلیمان (مترجمہ رابرٹ ہیرن)
فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ فرنیکولیس المعروف سعدی ادریس مصنف دراصل جرمن کا باشندہ تہا۔ درمیان میں مسلمان ہوگیا۔ لیکن بعد میں کینیڈا میں جاکر پہر عیسائی ہوگیا۔ دربار مراکو میں وہ ہسپانیہ کیطرف سے غالباً جاسوس تہا۔ مسٹر ہیرن کا خلاصہ تاریخ مراکو بہی مفید اور قابل قدر ہے۔

سیران دی لارلور جنوی ۱۸۷۹ء تذکرہ مولائی محمد ولد مولائے اسمٰعیل۔
مولائے اسمٰعیل کے ہونہار خلف رشید کا تذکرہ ہے مختلف کتب سے تالیف کیا ہے اور شیر منیلا کی کتاب کا بہی حوالہ دیا ہے مصنف کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی طرح گورنمنٹ مراکو کے ظلم و تعدی کی شکایت رفع ہوجائے اور بس غرض اس نے سارے نقائص ظاہر کئے ہیں۔

دی سسٹری (جولین لے) بارسلونا ۱۸۹۲ء یورپ اور مراکو
دراصل سر جوسی۔ تہامسن کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ تصاویر جو اس میں درج کی ہیں۔ غلط معلوم ہوتی ہیں۔ بہرکیف کتاب قابل خواند ضرور ہے۔

سٹل (الکناہ) ملاحظہ ہو صفحہ

شا آکسفورڈ ۱۷۳۸ء بربری اور لیوانٹ کی سیاحت یا مشاہدہ۔ اس کتاب

میں صرف الجزائر و ٹیونس کا ہی ذکر ہے مراکو کی نسبت کچھ بھی نہیں لکھا۔

شیلے - ملاحظہ ہو فکشن صفحہ -

حملے ا کیپٹن اے۔ ڈبلیو لندن ۱۸۵۷ء یہ ایک معمولی رسالہ ہے۔ اس میں مفید واقعات مندرج نہیں ہیں۔

سٹر یہو - ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ -

سٹٹفیلڈ ایف۔ اے ایم) لندن سنہ ۱۸۸۶ء المغرب بارہ سو میل مراکو کے درمیان سے۔ کتاب میں نہایت دلچسپ قصص وحکایات بیان کی گئی ہیں۔ اور خوش طبعی کا اظہار اکثر مقامات میں کیا گیا ہے۔

مصنف کو اس ملک کی بد آئینی سے خاص دلچسپی تھی۔ اور وہ چاہتا تھا کہ جو ظلم و تعدی عیسائیوں وغیرہ کے ہاتھ سے رعایائے مراکو پر ہو رہی ہے کسی طرح اسکا انسداد ہو اس کی رائے نیک تھی۔ مگر الجزائر کے حالات سے اس کو زیادہ واقفیت ہونی چاہیئے تھی۔ (نیز ملاحظہ فکشن صفحہ)

تفیلیا لندن سنہ ۱۶۶۹ء تفیلات (...) کے بعض حصص کا مختصر و عجیب بیان ہے۔ مصنف مراکو میں سرکاری ملازم تھا۔ اور جو واقعات کتاب میں درج ہیں سب سماعی ہیں۔ کتاب ہر سہ زبان یعنے فرانسیسی۔ ولندیزی اور جرمنی میں شایع ہو چکی ہے

طنجہ لندن سنہ ۱۶۶۴ء طنجہ کا بیان۔ (اس کا کچھ حصہ ہسپانوی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ کتاب میں مصنف کا نام نہیں دیا گیا)

پرانی طرز کی کتاب ہے اور بالکل خوبی سے معرا ہے۔ ہمیں لکھا ہے کہ مراکو میں ایسے انسان ہیں جن کی آنکھیں اور منہ سینے میں ہیں۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ انگریزوں کو بھی بحری قزاقی اختیار کرنی چاہیئے۔ جو ایک جائز طریق وجہ معاش ہے۔

تھامس مارگرٹ لندن سنہ ۱۸۹۲ء طنجہ اور ہسپانیہ کے درمیان سے ایک دوڑ۔ مصنفہ اسٹریلیا کی رہنے والی ہے۔ لکھتی ہیں کہ یہ امر کافی مشہور ہے کہ طنجہ جہاز سے اترنے کے واسطے غیر مناسب مقام ہے۔

اور اس کے سفر کے تاریخ سے یہ شہرت زیادہ ہو جائے گی۔

تھامسے ریمنڈ۔ پیرس سنہ ۱۸۴۵ء

لی مراک اے سمس کارا و بنبئر

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے یہ کتاب بڑی مفید ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف میں بہت محنت کی گئی ہے۔ تھامسے کتاب میں فرانسیسی خیال تحریر ہے۔ اسواسطے اس نے جو کچھ دوسری اقوام کی نسبت لکھا ہے اسکو نظر انداز نہ کر کے یہ کتاب واقعی تعریف کی مستحق ہے۔

تھامسن (جوزف) لندن سنہ ۱۸۸۹ء

سیاحت اٹلس و مغربی مراکو۔

اس کتاب کا مصنف ایک مشہور شخص ہے۔ گو اٹلس کے دشوار گذار حصوں کے حالات لکھے ہیں۔ اس تصنیف میں اسوجہ سے ایک نقص رہ گیا کہ مصنف زبان ملک و اطوار باشندگان سے محض نابلد ہے اور اسوقت کی وجہ سے وہ ملک کے اکثر حصص کی نسبت دریافت کرنے سے قاصر رہا ہے۔ باوجود اس کے جغرافیہ ملک و اصلیت باشندگان کے متعلق مفید حالات درج کئے ہیں۔ نقشہ جنوب مغربی مراکو بہت عمدہ ہے۔ مگر اس کا بہت سا حصہ قیاسی ہے۔ تھامسن نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

لسٹ چارلس پیرس سنہ ۱۸۷۰ء

تحقیقات متعلق جغرافیہ مراکو۔

یہ کتاب بڑی قیمتی اور معتبر ہے۔ اس کتاب سے جو قیاسی علم جغرافیہ بعض مقامات کی نسبت تھا وہ منسوخ ہو گیا ہے نقشہ اور فہرست مقامات کے متعلق منسلک کی ہے۔ بڑی کام کی چیزیں ہیں۔ اس مصنف کی اور بھی تین تصنیفات ہیں، جنہوں نے اسکی شہرت کو قایم رکھا ہے۔

ٹارس (دیگو دی) سیولا سنہ ۱۵۸۶ء

سلطنت مراکو کی اعلیٰ قسم کی تاریخ ہے۔ سنہ ۱۵۰۲ء سے شروع ہو کر سنہ ۱۵۷۵ء پر ختم ہوتی ہے۔ مصنف ہسپانیہ کا رہنے والا تھا۔ اہل مراکو کا حال بالکل بے تعصبانہ لکھا ہے۔

ٹراٹر کیپٹن فلپ دی اڈنبرا سنہ ۱۸۸۱ء

ہماری سفارت اور اہل مراکو۔ (اور مشن ٹو دی کورٹ آف مراکو۔

باوجود اغلاط کے عام کتب سے یہ کتاب بہت اچھی

ہے۔ مصنف نے صرف وہی امور قلمبند کئے ہیں جو اس کے اپنے مشاہدہ میں آئے ہیں اس کا بہترین حصہ وہ ہے۔ جو فاس کے متعلق ہے۔

ٹوسٹن تھامس
لندن سنہ ۱۸۷۵ء

ظلم بربری
عیسائی غلاموں کی نہایت دلچسپ تصویر کھینچی ہے۔ خلیج طنجہ میں جہاز ٹوٹ گیا تھا۔ اسّی آدمی گرفتار کرگئے بارہ ہزار پونڈ کی ضمانت میں جو بابت سابقہ زر فدیہ واجب الادا بیان کیا جاتا تھا مقید رکھے گئے۔ واقعات بعینہ قابل اعتبار نہیں۔

العفرانی محمد سنہ ۱۶۷۱ء
پیرس سنہ ۱۸۸۹ء

تاریخ خاندان سعدی مراکو سنہ ۱۵۲۳ء لغایت سنہ ۱۶۲۳ء ترجمہ نزہتہ الحادی۔ مصنفہ ہوداس۔ تمام کتاب دلچسپ واقعات سے لبریز ہے اور اس امر سے اسکی وقعت زیادہ ہو گئی ہے

ارکہارٹ (ڈیوڈ)
لندن سنہ ۱۸۵۰ء

اہرام ہرقل (پلرز آف ہرکلیز) دو جلد
کتاب بہت دل پسند اور مفید ہے۔ اگرچہ مصنف کا ذاتی علم محدود تھا۔ پھر بھی مراکو کی نسبت اس نے بہت کچھ دریافت کیا ہے۔

ارسٹازو۔ فرانسسکو
ڈی۔ اے۔ ڈی) میڈرڈ سنہ ۱۸۷۶ء

دیاجس پور مراکو
اس کتاب میں جو مختصر ہے مراکو و باشندگان کے حالات بہت صحت کے ساتھ ارقام کئے ہیں۔ مصنف اسی ملک میں پیدا ہوا اور طالب عبدالقادر بن الجلالی کے نام سے ملک میں سیاحت کرتا رہا۔

فلاویو روٹیا و نسلاس
آر ڈی میڈرڈ سنہ ۱۸۸۷ء

یہ کتاب دراصل ایک سفر کی ڈائری ہے اور ان چند اوراق میں اس نے جو کچھ لکھدیا ہے وہ دوسروں نے ضخیم جلدوں میں بھی نہیں لکھا۔ البتہ اس میں کوئی نئی بات نہیں۔

والیس مسز ہاورڈ
لندن سنہ ۱۸۹۲ء

طنجہ میں ایک موسم سرما اور ہسپانیہ میں گذرتا
مصنفہ نے اپنے حلقہ کے دوستوں کی دلچسپی کتاب کے متعلق دیکھی ہوگی۔ فی الحقیقت کتاب ایک قسم کی تاریخ کی ڈائری ہے

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے احباب نے اسکی تعریف کی ہوگی جس کی وجہ سے یہ عوام میں پیش کی گئی۔ ورنہ معاملہ برعکس ہوتا۔

واٹسن (آر سپنس) لندن ۱۸۸۰ء

سیر وزان (اے ذرت ٹو وزان)

ڈاکٹر واٹسن کے رہنما نے ہر مقام پر یہ ظاہر کیا کہ ڈاکٹر مذکور تشریف وزان کا ساہ ہے۔ اسوجہ سے جہاں کہیں وہ گیا اسکی بڑی عزت ہوئی۔ اور اس نے بھی مراکو کی مہمانداری اور تواضع کی بڑی تعریف کی ہے چونکہ وہ بے تعصب شخص تھا۔ اس لئے اہالی مراکو کے اخلاق کی بہت تعریف کی ہے اور اسکو زیادہ عرصہ ان کے درمیان رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اسلئے ان کے نقائص اسے معلوم نہیں ہو سکے۔ بنابریں اس کے مشاہدات دلچسپ اور قیمتی ہیں۔ اور اسکی کتاب قابل اطمینان ہے

وائیٹ (ایڈورڈ) ملاحظہ ہو فکشن

وندس (جوہن) لندن ۱۷۲۵ء

سفیر لکھتا ہے بر موقعہ سفارت سٹیوارٹ ۱۷۲۱ء

یہ کتاب بھی ان مقبول کتب میں سے ہے جن کے بہت ترجمہ ہوئے ہیں اور بڑی اشاعت ہوئی ہے۔ وندس کی شہادت قابل اقتباس متصور ہونی چاہئیے کیونکہ وہ ایک بلاواسطہ گواہ ہے اس کتاب میں محل مکناس کا ایک نقشہ ہے جو مشہور گولیئش دلندیز نے تیار کیا تھا اور ایک جلسہ میں مولائی اسمٰعیل وغیرہ کی تصویر کھینچ کر دکھائی ہے۔

وائیٹ ۔ ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

الزیانی (ابوالقاسم احمد) طلسانسہ ۱۸۱۳ء پیرس ۱۸۸۶ء

الترجمان المعرب عن دول المشرق والمغرب

پروفیسر اوہوڈس نے پندرہویں باب کا ترجمہ کیا۔

مصنف مراکو میں سرکاری ملازم تھا ملازمت سے علیحدہ ہو کر تاریخ لکھنی شروع کی۔ اس میں ترکوں اور مراکو کے حکمراں خاندانوں کے متعلق مفصل بحث کی ہے اور بطور تتمہ اپنی سیاحت کی حالات بھی دئے ہیں۔ صرف باب پانزدہم مراکو پر ہے۔ مصنف مولائے اسمٰعیل کا سکریٹری آف اسٹیٹ تھا۔ اور اس حیثیت میں جو اس کے ذاتی تجارب ہیں انسے کتاب کی وقعت وقدر بہت بڑھ گئی ہے۔ بلحاظ طرز بیان وغیرہ کوئی دوسری عربی تاریخ الزیانی سے لگا نہیں کھاتی اور

مضامین کو ایسی عمدگی سے سلسلہ وار بیان کیا ہے کہ حد تعریف سے باہر ہے۔

ملاحظہ ہوا ر دفتہ القرطاس

مقام مراکو یعالم فسانہ و نکشن

جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ کئی ایک دور دست ممالک فسانہ نویسوں کے خیال کا مرجع رہے ہیں اور انکی نسبت مختلف قصص و حکایات حیز تحریر میں آئی ہیں تو ہمیں تعجب آتا ہے کہ مراکو نے اسمیں بہت کم حصّہ لیا ہے قصّے کہانیوں میں مراکو کا تذکرہ آیا ہے اور کنایتہً یا صراحتہً اس کے بحری قزاقوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے مگر الشتثنائے ایک دو مصنف کے تمام اشخاص نے جسقدر فسانے وغیرہ تحریر کئے ہیں وہ ملک مراکو کی غلط تصویر کھینچتے ہیں اور آجتک کوئی بھی ایسی معتبر کتاب نہیں لکھی گئی جس سے مراکو و باشندگان کی حالت کا پورا پورا نقشہ اتر آئے۔

پیلی جارج لندن ۱۵۹۴ء ملک مراکو کیطرف سب سے اول اوّل قصّہ نویسوں کی توجہ منعطف ہوئی ہے جنکی تصنیفات بذریعہ تماشا و کھیل عوام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اس کے بعد عام قصّہ نویسوں کے خیال نے ادہر پلٹا کھایا چنانچہ تین سو سال گذرے ہیں کہ تین بادشاہوں کی مشہور لڑائی پر جس میں ڈان سیباسٹین کام آیا ہے اسوقت کے اکثر مصنفین نے اپنے قلم کا زور دکھایا ہے سب سے مشہور کھیل جو اسوقت بنایا گیا وہ پیل کا کھیل ہے جو اسنے القصر کی لڑائی کی نسبت لکھا ہے اگرچہ اس کھیل کو شکسپیر اور بن جونسن نے بنظر حقارت دیکھا ہے کیونکہ اس میں یہ نقص ہے کہ اسمیں باشندگان مراکو کی حالت کما حقہ نہیں ظاہر کی گئی۔ انگلش مین شک لے کیطرف بہت دلچسپی دکھائی گئی ہے۔

وائٹ ایڈ ورسنہ ۱۵۹۷ء ایک نظم ایڈ ورڈ وائیٹ کے نام سے مشہور چلی آتی ہے جس میں مختصر طور پر بربر کی خونخوار لڑائی کا تذکرہ ہے۔

ڈرائیڈن ایک صدی بعد ڈرائیڈن اپنی کتاب ڈون سیباسٹین میں ان خوفناک واقعات سے استفادہ کیا ہے جو پیل کے کھیل میں مذکور ہیں۔ اس کھیل کی نسبت سنٹسبری

بری نے یہہ اعتراض کیا ہے کہ حالات واطوار ملک و وقت کا لحاظ بالکل نہیں رکہا گیا مگر اس سے بہی بڑہکر یہہ ہے کہ اہل اسلام کی نسبت جو کچہہ تحریر کیا ہے وہ کچہہ محض فضول ہی سے بہی زیادہ ہے -

سٹل الکناہ لندن سنہ ۱۶۷۳ع

سٹل نے ایک کہیل نام شاہزادی مراکو لکہی ہے جیسر فرائیڈن اور رلفیٹ نے نہایت بیرحمی کے ساتہہ نکتہ چینی کی ہے - فی الحقیقت اس کتاب میں مراکو کے متعلق کچہہ بہی نہیں لکہا اور جو دربار مراکو اور وہاں کے عشق و تعشق کا ذکر کیا ہے وہ حالات مراکو سے بلکل مختلف ہے - سنہ ۱۶۸۵ع میں سٹل نے ایک اور کتاب لکہی ہے جس کا نام وارث مراکو ہے مگر اس میں زیادہ تر حالات الجزائر کے ہیں - اسی زمانہ کے قریب کیلڈرن نے جو ایک مشہور ڈرامانسٹ (تمثیل نویس) ہسپانیہ کا رہنے والا ہے ایک کتاب لکہی جسمیں باشندگان ممالک یورپ کو اس ملک میں تشقہ غلامی لگانیکا ذکر ہے - نیز اس نے ایک پلے (تمثیل) ایک شاہزادہ مراکوی الاصل کے عیسائی مذہب قبول کرنیکی نسبت لکہی ہے -

کونہیک جیان جے ایل پیرس سنہ ۱۸۴۴ع

اس کتاب میں ایک خوبصورت یہودی عورت مسماۃ سول ہیکوہل کی شہادت کا ذکر ہے اسی عورت کے متعلق لیکے انانیو نے ایک ڈراما لکہا ہے اصل بات یہہ ہے کہ ان کتابوں میں واقعات درج نہیں ہیں یوں ہی خیالی اور کیاسی گویا درج ہیں نہیں معلوم کہ یہہ قصہ نویس یا فسانہ نویس اصحاب ایک ملک کے متعلق کیوں غلط بیانیاں کرتے ہیں اور وہ کیوں ایسے ممالک کے متعلق قلم نہیں اٹہاتے ہیں جن سے وہ بخوبی واقف ہیں -

شیلے شعرا میں سے کم از کم شیلے ایک ایسا شخص ہے جسنے اپنی کتاب ٹرنزیم آف اٹلس میں مراکو کا ذکر کیا ہے لاکن سوائے نام کے اور کچہہ بہی تحریر نہیں ہے - یہ کتاب تیسرہ کے قریب لکہی گئی ہے اور مسٹر شیلے نے زور سے لکہا ہے - کہ اس کتاب میں انسان کے واسطے کوئی دلچسپی نہیں ہے -

ملٹن اس کی نظم میں صرف کسی مقام پر مراکو کا نام آیا ہے اس سے زیادہ کچہہ نہیں

لشو اس کتاب میں لشو کی تحریر سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے۔ کہ مصنف حالات مراکو سے محض ناواقف ہے۔

مارلو اوتھیلو کی طرح اس نے بھی تحریر کیا ہے۔ کہ شاہان مراکو وفاس کے چہرے جنہوں نے تیمور اعظم کے آگے گردن اطاعت خم کی تھی۔ پورے درجے کے سیاہ تھے اور برونگ نے بھی ایسا لکھا ہے۔

بل۔ ایک نظم میں جو حال ہی میں لکھی گئی ہے۔ مسٹر ہیکمن بل نے ایک کتاب جس کے معنی اوزرے لکبس۔ متصل مضا گون ہیں۔ لکھی ہیں۔

ڈڈلیر چارلس رسل سنہ ۱۸۹۳ء مراکو کے متعلق فسانہ لکھنے والے اشخاص بہت کم ہیں ان اشخاص میں سے جنہوں نے سب سے پہلے اس بارہ میں قلم اٹھایا ہے ایک ڈڈلیر ہے۔ اس کی کتاب میں تطاوین میں اجنبیوں کے حالات زندگی مندرج ہیں۔

مبو ولیم۔ الیس لندن سنہ ۱۸۹۵ء دس سال بعد ڈاکٹر طمیلو نے جو امریکہ کا رہنے والا تھا۔ ایک کتاب لکھی ہے جسمیں اس نے معدقہ تاریخی واقعات درج کیئے ہیں۔ اس کتاب سے اسقدر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ دیگر مصنفین کی نسبت مراکو کے حالات کے متعلق کچھ زیادہ واقفیت رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ بھی مراکو یا بربر کے باشندوں کی پوری پوری تصویر کھینچنے سے قاصر ہیں۔

لون الندن سنہ ۱۸۹۷ء اس کے بعد جو قصہ مراکو کی نسبت لکھا گیا ہے جس کے مصنف کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ اسکا لکھنے والا ایک باشندہ امریکہ تھا۔ محمد نبانی نے جو کتاب لکھی ہے وہ فسانہ کے نام کی مستحق نہیں ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو بلحاظ علم ادب محمد نبانی کو کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

سیل کالنس مٹلک لندن سنہ ۱۸۹۰ء شاید خراب ترین کتاب جو اس ملک کے متعلق لکھی گئی ہے وہ اس مصنف کی کتاب ہے۔ مصنف نے ایک سرسری مسافر طنجہ و تطاوین تک کیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ تین دیسی رئیس مصنف پر عاشق ہو گئے۔ اگر کوئی اس کتاب کا مطالعہ کرے تو مراکو کی نسبت اس کے

عجیب وغریب خیالات ہوں۔

ہیل کین جلد دوم لندن ۱۸۹۶ء ہیل کین کی کتاب قابل تعریف ہے اور بہت سی کتب میں جو الزام لگائے ہیں ایک طرح سے ان کا کفارہ کرتی ہے۔
مراکوی زندگی کے حالات بڑی احتیاط اور غایر نظر سے تحریر کئے گئے ہیں۔ چھوٹے طبقات سے لیکر اعلیٰ طبقات تک تشریح کی ہے البتہ جہاں کہیں مراکو یا اہل مراکو کے عیوب بیان کئے گئے ہیں وہاں تو غلو سے کام لیا ہے اور جہاں کہیں اس کی خوبیوں کا ذکر آیا ہے وہاں سے خوب گریز کیا ہے اور اکثر واقعات میں غلطی بھی کی ہے اور ایسے واقعات بھی حوالہ قلم کئے ہیں جنکا وقوع پذیر ہونا از قبیل محال ہے۔ بہرکیف کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔

سٹٹ فیلڈ سیف ایم لندن ۱۸۹۱ء جو واقعات اس کتاب میں درج ہیں وہ محض غلط ہیں نیز اس جہاتوں اور گردوں دغیرہ کا ذکر ہے البتہ ابتدائی فصل میں مصنف نے کچھ اپنی طرف سے ارقام کیا ہے زیادہ تر ذکر اس میں اس سفر کا ہے جو چیس بارہ سومیل کی راہ گھوڑوں پر طے کی ہے۔

ڈاسن اے۔ جی لندن ۱۸۹۸ء ڈاسن کی کتاب کا نام بسم اللہ ہے اس میں مصنف نے مراکوئی زندگی کی تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے اس میں سخت تکلف کیا گیا ہے اور جو کچھ مذکور ہے وہ مراکو کے متعلق معلوم نہیں ہوتا۔ بہرصورت بسم اللہ قابل تعریف ہے۔

پورٹر اجین لندن ۱۸۸۱ء مصنف نے رپر طاکی بہادریوں کی نسبت تحریر کیا ہے جس میں عجیب عجیب نظارات کا تذکرہ ہے۔ مدبر کا نام ابن حمید ظاہر کیا گیا ہے اور یہی بھیس میں وہ اہل ہسپانیہ سے لاریکا واپس لیتا ہے اور پھر تطاویر میں پونچکر فوت

گریرسے اورٹ لندن ۱۸۹۰ء ایک حکایت وائرلس ٹیلیگرافی اور جنگ کی نسبت تحریر کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ایک دن کسی مرکوئی بندر پر کاٹا ہے اور وہاں سے چند مقامی ناموں کی نسبت واقفیت حاصل کی ہے

ہارڈنگ ڈیوس نیویارک ۱۸۹۳ء یہ کتاب دوسری کتابوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں ناممکن الوقوع حکایات مندرج ہیں۔ یہ مضامین ابتدا

میں امریکہ کے میگزینوں میں چھپتے رہے۔ فسانہ کی ایک اور قسم بھی ہے۔ یا یوں کہو کہ واقعات کو فسانہ کے ساتھ مخلوط کیا گیا ہے۔

پارٹو پاٹری کلونی سنہ ۱۷۰۰ع

یہ ایک مختصر سی نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ مصنف کا نام ظہیر دیا ہوا ہے اس میں مولائے اسمعیل کی درخواست کی نسبت جو اسنے لوئس چہاردہم کی لڑائی کے واسطے کی تھی حالات مندرج ہیں۔

کپتان بائیل جیونڈ لندن سنہ ۱۷۲۶ع

اس کتاب میں کپتان رابرٹ بائیل کے بحری سفر و دیگر حالات درج ہیں لیکن اصلی شخص کتاب کے لکھنے والا ایک رابرٹ چونڈ ہے۔ ۱۷۳۰ میں اسکا بزبان فرانسیسی ترجمہ ہوا۔ اگرچہ بعض قصوں میں ایسی رنگ آمیزی دکھلائی ہے کہ وہ اصلی معلوم ہوتے ہیں مگر زیادہ تر مبالغہ کیا گیا ہے البتہ رابنسن کروسو کے متعلق جو کچھ اتہام کیا گیا ہے وہ امر واقعہ ہے مگر گولیور کی ایسی صورت نہیں ہے۔

ریپرڈاس ممائیرز یعنی تذکرہ ریپرڈا لندن سنہ ۱۷۴۰ع

تذکرہ ڈیوک ریپرڈا سفیر ولندیزان بہ ہسپانیہ۔ بعدہ وزیر اعظم ہسپانیہ۔ ازاں بعد سپہ سالار افواج مراکو۔ ڈیوک کے حالات میں امورات عجیبہ مذکور ہیں جو فسانہ کے نام سے تعبیر کئے جا سکتے ہیں۔ یہ شخص مختلف عہدوں پر ممتاز رہا ہے اور عجیب آدمی گذرا ہے۔

وائٹ ا جیمز لندن سنہ ۱۷۸۹ع

جیمز وائٹ کے حالات زندگی اور دیگر سرگذشتہائے عجیب مرقوم ہیں۔ بقول گربرگ مفید ترین کتابہائی تتمہ میں مراکو کے متعلق نہایت مفید اطلاع دربارہ جغرافیہ و تاریخ دی گئی ہے۔

سکاٹ الیکزنڈر ادنبرا سنہ ۱۸۲۱ع

رڈز کی پیروی تو الیکزنڈر سکاٹ نے کی ہے مگر ویسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ نامبرہ نے ایڈمنڈ کی طرح ناگر تک پہونچنے کا دعوے کیا ہے۔ مگر اسکا سارا بیان معتبر نہیں۔ اس کتاب کا ماخذ چند فرضی تحریرات متعلق مراکو ہیں۔ بعد ازاں سنہ ۱۸۹۱ میں بمقام میڈرڈ ایک اور رسالہ شائع ہوا مگر وہ قابل تشریح نہیں۔

حصۂ سوئم

مراکو کی اخباری دُنیا

کوئی ایک صدی منقضی ہوئی ہے کہ ایک مورخ نے یہ لکھا تھا کہ زمانہ سلف میں جس چیز کی کمی تھی وہ اخبار ہے۔ اور افریقہ کی جہالت حماقت اور غلامی کی زیادہ تر یہی وجہ ہوئی کہ اسوقت وہاں اخبار کوئی نہ تھا۔ بربر میں چھاپہ کے نام سے لوگ ناواقف ہیں۔ سکاٹین کے اخبار کا ایک نامہ نگار تحریر کرتا ہے (سنہ ۱۸۷۳ء) کہ اگر کوئی شخص ان کتابوں سے جو اسوقت چھپی ہیں مملکت مراکو کے حالات علم حاصل کرنا چاہئے تو اسکو معلوم ہوگا کہ یہ کتب جو تاریخ مراکو کے ماخذ قرار دے گئے ہیں کسقدر ناقص اور غیر مکمل ہیں چونکہ اخبار اور چھاپہ مراکو میں نہیں تھا اس لئے سولہا دقت تاریخی نشانات کو مٹاتا چلا گیا ہے اور جو ماخذ تاریخ مراکو کی نسبت دستیاب ہوسکتی ہیں وہ صرف ان سیاحوں کی تحریریں ہیں جو ملک میں گذرے اور ان کی تحریریں بھی کسی معتبر بنا پر مبنی ہیں مگر موجودہ زمانہ میں مراکو کی حالت ویسی نہیں ہے اور بہت سنور گئی ہے۔ اسوقت وہاں چھاپہ خانہ بھی موجود ہے اور اخبارات کے ذرائع سے غیر ممالک والوں کو وہاں کے حالات معلوم ہورہے ہیں اور یہ ظاہر ہورہا ہے کہ مراکو جس کو دست قدرت نے اسقدر سامان بہم پہونچائے ہیں وہ کیسے ردی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ اوّل ہی اوّل سنہ ۱۸۸۰ء میں مسٹر گریگوری ٹی ربرنیز نے سنہ ۱۸۸۰ء میں یہاں چھاپہ خانہ قایم کیا اور بتاریخ ۲۸ فروری سنہ ۱۸۸۴ء میں عمارت اخباری دُنیا کا بانی ہوا ہے۔ بتاریخ مذکورہ اس نے ایک اخبار بنام المغرب الاقصےٰ نکالا سنہ ۱۹۰۵ء میں ٹائمز آف مراکو کے ساتھ المغرب الاقصےٰ کو ملا لیا گیا اور اُسوقت زبان انگریزی میں یہ اخبار جاری ہے۔

سنہ ۱۸۶۰ء۔ ایک اخبار بزبان ہسپانیہ شائع ہوا تھا۔ اس اخبار کی اشاعت کا صرف یہ مدعا تھا کہ اس جنگ کے واقعات جو اسوقت ہورہی تھی قلمبند کئے جاویں۔ لیکن ایک سے زیادہ دفعہ اس کی اشاعت نہیں ہوئی۔ بعدازاں سنہ ۱۸۸۹ء میں ایک ماہواری اخبار

سبتا میں شایع ہوا۔ مگر اس کا حشر بھی دوسرے اخباروں کی طرح ہی ہوا۔ اور اسکی زندگی کچھ ان سے زیادہ نہ ہوئی۔

پھر ایک فرانسیسی اخبار مراکو میں نکلا ۱۴۔ جولائی ۱۸۸۰ء اسکا نام لی ریپوبلیل دومرکہ تھا۔ مسٹر لیوی اے کوہن اس اخبار کا مالک و ایڈیٹر تھا۔ مگر اس وقت سے اس کے مالک بدلتے ہی رہتے ہیں۔

دوسرے سال بتاریخ ۵ جولائی ایک انگریز ایڈورڈ ودی۔ میکن نامی نے ٹائمز آف مراکو کی بنیاد ڈالی ایڈیٹر کورکو بعد میں اس کا بیٹا یعنی موجودہ ایڈیٹر بھی اسی فرائض کی بجا آوری میں مدد دیتا رہا۔ اور آخرکار بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ یعنی بحیثیت اڈیٹر ٹائمیس آف انڈیا کرنے لگا۔ چونکہ مسٹر میکن مسٹر ابرنتیس کے ماتحت پوری پوری آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے بتاریخ ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۶ء اسکا اخبار انگریزی چھاپہ خانے سے شائع ہوا اور تب سے یہ اخبار ہفتہ وار شایع ہوتا ہے۔ ۱۸۸۸ء میں ایک اور مختصر سا اخبار نکالا گیا۔ مگر صرف پندرہ پرچوں کے نکلنے کے بعد بند ہو گیا۔ اور چند ہفتہ کے بعد پھر شروع ہو کر ہمیشہ کے واسطے بند ہو گیا۔ ۱۸۸۹ء کے اوائل میں مسٹر اگسٹین لیوگرو نے بامداد مسٹر آبنرگ لاریڈو ایک اخبار ہفتہ وار یعنی ازل الکوماری ٹمینو نکالا جو ہفتہ میں دوبار شایع ہوتا ہے۔ بعد ایک اخبار اوران سے بزبان فرانسیسی شایع ہوا اس کا نام لی کمرس آمرک تہا اور مہینہ میں دو دفعہ شایع ہوتا تہا۔ اسکی عمر سات اشاعت سے زیادہ نہ ہوئی۔

اس کے بعد لادیلو ودل پراگر سو مراکوئی نام اخبار جاری ہوا۔ اس اثناء میں عربی اور عبرانی زبان میں اخبار جاری کرنے کی کوشش کی گئی۔ لاکن کچھ سرسبز ہونے پائی۔ ۱۸۸۳ء میں طنجہ کی ہسپانوی مجلس تجارت نے ایک دلچسپ ماہواری اخبار بولیٹین جاری کیا اور تھوڑی مدت بعد لا ازسٹرنا ایک ہفتہ وار اخبار بزبان ہسپانوی جاری ہوا۔ اور ۱۹۰۵ء میں امل دیر یودی طنجہ اخبار روزانہ طنجہ کے نام سے موسوم ہوا یہ پرچہ چند سال تک اچھا چلتا رہا۔ ایک اور اخبار ۱۸۸۹ء میں جاری ہوا۔ اس کا نام ایل ہیر یودی مراکو تھا۔ مگر چند ماہ تک جاری رہکر بند ہو گیا۔ سال مذکورہ میں مراکو پہلا عربی اخبار المغرب شایع ہوا۔ مگر اسکی عمر بھی ایکسال سے کچھ ہی زیادہ ہوئی

۱۹۱۰ء میں ایک عربی اخبار ہفتہ وار جاری ہوا۔ اس کا نام کالا اسرائیل تہا۔ عبرانی حروف
میں لکہا جاتا تہا۔ سب سے آخر ۱۹۱۳ء میں لا کرونیکا دی ٹینجر انگریزی پرلیس ہفتہ میں دو دفعہ
شایع ہونے لگا۔ اور صرف یہ اخبار معہ المغرب الاقصے اَی ریویل دو مرک۔ اور ایل ایکو
ماری ٹینو کے سرسبز ہوا۔

مذکورہ بالا اخبار اندرون حدود سلطنت مراکو شایع ہوتے رہے ہیں۔ اور سب میں اس
طاقت کے لقالیف وغیرہ پر بڑے زور سے حملے ہوتے رہے۔ عاقبت الامر بعض اشخاص کیطرف
سے درخواست گذری کہ اخباروں کو کلیۃً بند کیا جائے سید سعدی حاج محمد گمنتنر صاحب بہادر
امور خارجیہ نے حکم دیا کہ اگر یہ اخبار آئندہ انتظام سلطنت وغیرہ پر حملہ کریں گے تو اُن کی
اشاعت مسدود کیجائے گی۔ اس امر کا ذکر کرنا بہی بیجا نہ ہوگا کہ یہ امر مراکو کے اختیار میں نہیں
ہے کہ وہ اخبار طنجہ کے متعلق مداخلت کرے کیونکہ از روے معاہدہ باشندگان ممالک کوئی ایسا
پیشہ مراکو میں کرنے کے مجاز ہیں جو ان کے اپنے ملک میں جایز متصور ہوتا ہے۔

کوئی سال کے بعد پہر اس سوال پر غور ہونے لگا کہ اخبار مراکو کی منہ زوری کا کسی سخت لگام
سے تدارک کیا جائے۔ مگر اس تجویز کی جماعت سفرا کے روشن خیال ممبروں نے مخالفت
کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک اخبار مراکو جاری ہیں۔

تتمہ

مستند شہادت متعلق مراکو

وہ جملہ مورخین جنہوں نے پانسو سال قبل از مسیح کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یا تو فسانہ
نویس تھے یا شاعر اور اُن کا علم جغرافیہ بہی فرضی یا قیاسی تہا۔ ہیک ٹیئس سا لیے
مایل ٹس پہلا شخص گذرا ہے۔ جس کی تصنیف اعتبار کی نظر سے دیکھی جا سکتی ہے
معلوم ہوتا ہے ہیک ٹیئس خود سیاح تہا۔ اور اس نے اپنے سفر کے حالات
جمع کئے۔

وہ بربری اقوام فری زگینٹی کی نسبت تحریر کرتا ہے جس کے متعلق بعد میں ہیرو
ڈوٹس نے بہی لکہا ہے اسے معلوم تہا کہ بنا گو یم اہرام ہرقل کے نزدیک واقع ہے وغیرہ
وغیرہ۔ نیز یہ امر غیر اغلب نہیں ہے۔ جیسا کہ سر ایڈورڈ بانبری اپنی کتاب تاریخ جغرافیہ

ظاہر کرتا ہے کہ دیلاے لزا اور لکشتن ایک ہی تھی۔ لیکن اس بارہ میں کوئی بات نفی نہیں کہی جاسکتی اور ہنو کے جغرافیہ پر بھی پورا پورا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ بعض امور جو اس نے ارقام کئے ہیں وہ دور از قیاس معلوم ہوتے ہیں۔ ابنا سے جبل الطارق سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک بستی کی بنا ڈالی گئی تھی۔ یہ بستی غالباً آصلیہ یا رباط کی قریب ہو گی اور شاید مہدیہ ہو۔

بقول مسٹر بجٹ میکن بستی مذکورہ اس جگہہ واقع تھی جہاں اب مازاگون کے نزدیک قصبہ تیت جواب بیچراغ ہے واقع ہے۔ مسٹر ویون دی سینٹ مارٹن کارینج کا ابیرلجر کی تحریریں دیکھکر حیران رہ گیا تھا۔ کیونکہ وہ حالات سے محض نابلد تھا۔ مارٹن کہتا ہے کہ جہاں ایک معبد کی بنا ڈالی گئی تھی۔ اس مقام کو اہالی مراکو راس الحدیقہ کہتے ہیں حالانکہ وہاں کھجور کا درخت نام کو بھی نہیں۔ ایم لشٹ بڑے وثوق سے کہتا ہے کہ اصلی باشندگان ملک راس الحدیقہ کے نام سے بالکل ناواقف ہیں۔ راس کا نام راس کنٹین ہے شاید یہ نام قنت الزیت سے لیا ہو۔ مسٹر کونسل وائٹ طنجہ کا یہ اعتراض ہے کہ کنتن کاف کلمن سے لکھا جاتا ہے اور قنت قاف قرشت سے۔ چونکہ اس خوفناک مقام پر اُترنا مشکل ہے۔ اسلئے غالباً ہنو کے ہمراہی اسجگہہ اترے ہوں گے۔ جہاں اب شکارگاہ ہو۔

آدھے دن کے سفر کے بعد وہ ایک جھیل پر پہونچے۔ اب کوئی ایسی جگہہ موجود نہیں ہے جو جھیلیں مراکو کے کنارے پر مشہور ہیں وہ سب راس قنطین کے شمال کیطرف ہیں۔ اس کے جنوب میں ساحل کے ساتھہ ساتھہ صرف چٹانیں۔ نشیب یا ریتلے قطعے زمین کے ہیں۔ نہ وہاں کسی ایسی جھیل کا نشان ہے۔ یہ بھی اغلب معلوم نہیں ہوتا کہ برسات کیوجہ سے جو ہر ایک خشک ندی کو لبالب بھر دیتی ہے رد کو وہ لوگ جھیل سمجھے ہوں۔ ہاں صفی کا ایسا مقام ہے جس کے قریب اس جگہہ کا ہونا اغلب ہو جس کا ہنو نے بیان کیا ہے۔ اگر اس نے واقعات کو خلط ملط نہیں کیا۔ یا اس کے مورخوں نے غلطی نہیں کی تو یہ تصور کرنا پڑے گا کہ مراکش کا ساحل ۲۳ صدی کے عرصے میں بالکل بدل گیا ہے اور حقیقت میں اس کا کافی ثبوت ہے۔

طنجہ سے مکادور امیگیڈور تک چالیس سے ستر فٹ تک اونچے کنارے ہیں۔ اور رباط کے شمال کیطرف جتنی جھیلیں ہیں وہ سب انہیں بلندیوں کی وجہ سے ہیں۔

اسی طرح کہیں کہیں زمین بھی بیٹھ گئی ہوگی جس حالت میں صفی کی کھاڑی ہیلو کے زمانے میں دلدل یا جھیل ہوگی اور دریائے تنسفت کا دھانہ ایک راس ہوگا۔ ہاتھیوں اور دوسرے جنگلی جانوروں کا گرد و نواح میں کثرت سے ہونا باسانی سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ اس سے چار صدی بعد پلینی کے زمانے میں بھی کثرت سے پائے جاتے تھے اگرچہ آجکل یہ صحرائے میں کہیں نہیں دیکھے جاتے۔

اس جھیل سے روانہ ہوکر اہل کارتھیجیا نے ساحل کے ساتھ ساتھ پانچ شہر آباد کئے جن کی جگہ تلاش کرنا اب لاحاصل ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ انکا ایبس آج کل کا اجادیر ہے۔ جس کے معنی شہر پناہ۔ مگر یہ لفظ اور بھی کئی مقامات کے واسطے مشتق ہوتا ہے۔ اسکا پورا نام اجادیر غیر ہے۔ ان کی دوسری جائے قیام کے قریب یا ئے لکس تھا۔ یہ وہ دریا نہیں ہے جو آج کل لکس کے نام سے مشہور ہے۔ غالباً یہ دریا آجکل سوس یا خرا کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے کنارے پر جو لوگ رہتے تھے وہ گلہ بان اور ملہ نہتے۔ مگر ان لوگوں کا بیان ہے کہ ملک کے اندرونی حصے کے لوگ بہت خونخوار اور جاہل تھے۔ اور اس میں جنگلی درندے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اکثر جگہوں پر اونچے اونچے پہاڑ تھے۔ جہاں سے دریا بہتے تھے۔ اور انکی غاروں میں وحشی لوگ آباد تھے۔ پہاڑ تو انسے خود بھی دیکھے ہونگے۔ کیونکہ کوہ اطلس کی ایک شاخ مقام اجادیر پر سمندر تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور جیسا کہ ایک مولف اپنے تجربے سے بیان کرتا ہے۔ بڑے اطلس کی برفانی چوٹیاں جہاز میں بیٹھے ہوئے باسانی دکھائی دیتی ہیں۔ جزیرہ سرن جہاں وہ بہت مدت تک آباد رہے شاید آج کل ماکرن ہوگا۔ جو رالیو دی اورو کے دہانے میں واقع ہے اور جسمیں کچھ مدت سے اہل ہسپانیہ آباد ہیں۔ کیونکہ اجادیر کے قریب جہاں شرح کرنے والوں نے اسکا جائے وقوع بتایا ہے کوئی اور جزیرہ نہیں ہے۔

مشہور و معروف بانی علم جغرافیہ نے سولاییں کا ذکر کیا ہے۔ اور بطلیموس اور رسائیلکس نے بھی یہ نام دیا ہے۔ اور اس سے موجودہ راس قنطین مراد لیا ہے۔ لیکن ہمارا مطلب اس سے راس سپارٹل مراد لینا ہے۔ مراکو کے بحر اوقیانوس ساحل پر اسنے متعدد مقام کا ذکر کیا ہے اور غالباً یہ بھی کارتھیجین ملاحوں سے سنا ہوگا۔ اس ملک کی بابت

اسکا ذاتی تجربہ نہیں ہے۔ اور افریقہ کے بحر روم کی طرف کے ساحل کی تو اسے سوائے تونس کوئی جگہ معلوم نہیں۔

ہائیلکس بھی جبل الطارق (جبرالٹر) سے پرے کے ملک سے بالکل ناواقف تھا۔ لیکن وہ راس سپارٹل کے قریب ایک مقام کو جانتا تھا۔ اغلب ایک مقام کا ذکر کیا ہے جس کے یونانی نام کے معنی "شہر لب دریا" کے ہیں۔ معنون سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایم لشسٹے نے شش و پنج میں نتیجہ نکالا ہے کہ یہ شہر اس مقام پر تھا جہاں اب طنجہ ہے مگر اس کے ساتھ یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ پرانا طنجہ ذرا جنوب مشرق کو ہٹا ہوا۔ دریائے وادالحق کے کنارے پر واقع تھا۔ یہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتا کہ اس کا پوتامس آجکل کا لقم وادا ہے۔ اس کا یا نیٹیوں طولیس کمپولیس غالباً موجودہ بیجرین اور خرف العقب ہوگا۔ اور ہکا کیفیس لمنی میگالی آجکل کا مختار اور تورت کا نشیب ہوگا۔ اسی طرح اس نے وادالعالشہ۔ سولعکوئین اور سپرائے شہر لکس کی مقابات کا جائے وقوع بیان کیا ہے۔ لکس وہی شہر ہے جس میں ہسپریڈیز کے بہت سے باغات تھے۔ اور آجکل اس کا جائے وقوع ایک حقیر سا گاؤں شمس تبایا جاتا ہے جو دریائے کوس پر واقع ہے۔ جس دلیسی گاؤں پالسی بسیوں کا اس نے ذکر کیا ہے وہ غالباً موجودہ رائیش کی جگہ پہ واقع ہوگا۔ اور اس میں تو کسی طرح کا شک نہیں کہ جس دریا کا اس نے ذکر کیا ہے وہ دریائے لسبو تھا جو مراکش کے سب دریاؤں سے بڑا ہے جس مقام پر مہید یا واقع ہے وہاں پر سیوا اور اس نے دو نوں ایک شہر کے ہونے کی بابت لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سائیلیکس کو جزیرہ سرن تک افریقہ کے ساحل کی واقفیت تھی۔ وہ راس سالوئیس کی بابت لکھتا ہے کہ وہاں ایک راس ایک دلیر پہلوان کی طرح سمندر میں بڑھی ہوتی ہے جسکے سرے پر ایک پاسیڈن (یونانی بحری دیوتا) کا معبد ہے۔ یہی راس ہے جسکا ہینو اس طرح بیان کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ایڈ ورڈ بلری کا خیال ہے کہ سائیلکس نے اس کی بابت اسی بڑے جہازراں سے سُنا ہوگا۔ بہرحال اس نے یہ حالات کار تھیجین ذرائع سے معلوم کئے ہیں۔ اس نے سوالیس اور سرن کے درمیان دریائے یا ئین لکھا ہے۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ یائین وہی دریا ہے جسکو آجکل سوس کہتے ہیں۔ اور جس کو ہینو نے لکس لکھا ہے اسمیں شک نہیں کہ جسکو سائیلکس نے لکس لکھا ہے وہ موجودہ وادالکوس ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ بعد کے مورخین نے بجائے یونانی نام کے لکھا ہے۔ اس زمانے میں دریا کا ایک طرف

توفنشین گاؤں تھا اور دوسری طرف بربری تھا۔ سائلکس کے خود اپنے بیان کا حوالہ اصطوخس دیا ہے مگر اسکی کتاب کبھی کی ضائع ہو چکی ہے جو کتاب اسکی طرف منسوب کیجاتی ہے وہ بھی دوسرے مورخوں کی کتابوں سے حوالے جمع کر کے تالیف کیگئی ہے۔

ہیراڈوٹس کے زمانے سے پولیبس کے زمانے تک ہمارے مراکو کے علم کے بہت کم اضافہ ہوا ہے۔ مگر پولیبس کو روم و یونان کی جنگ سے بہت سی واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملگیا اگرچہ وہ ایک یونانی تھا۔ اور یرغمال کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ تاہم اس نے اپنے دوست سپیو کی مدد سے شمالی اور مغربی افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ بحری سفر کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ لیکن بدقسمتی سے ہمیں اس سفر کا کچھ بھی حال معلوم نہیں۔ ہاں پلینی کی پہلے درجے کی بے سروپا تالیف میں کہیں کہیں اسکا حوالہ ملجاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پولیبس نے ایک سفرنامہ لکھا تھا۔ جس سے اس کے بعد کے سیاحوں کو مدد ملی۔ مگر وہ اصلی کتاب اب ناپید ہے۔ اس سے نقل کردہ بیان میں لکس اور رامنٹن کے نام لکھے ہیں۔ شاید وہ موجودہ ام الربیع ہو۔ وہ ایک مقام کا ذکر کرتا ہے۔ جہاں اٹلس سمندر تک پہنچتا ہے۔ شاید راس جبر سے مراد ہو۔ مگر فاصلے اور دوسرے ذرائع سے یہ رائے لگانی بہت مشکل ہے۔ اور اگرچہ اس نے جس دریا کا ذکر کیا ہے کہ اسمیں گھڑیال بہت ہوتے ہیں وہ سوائے موجودہ درّہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا مگر یہ عجیب ہے کہ اس میں گھڑیال ایک بھی نہیں ہے۔ ساحل کے جس حصّے کو فنشین قوم نے سکھایا یا سنیٹ مارٹن نے کونٹنگ ہاس اگنتی گھر لکھا ہے اسپر اہلکار تھے جا کی بہت سی بستیاں تھیں۔

لکس اور سیبو کے درمیان کی راس پر ایک قصبے کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ایم لیسٹ کا خیال ہے کہ وہ موجودہ گاؤں مولائے بوسلہام کی جگہ ہوگا۔ جو دریائے زرجا پر ہے۔ جب تمام باتیں اسی طرح اندازاً بیان کیجا رہی ہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ فلومن کا سنم دادجبر ہے جو ملسا کے قریب سمندر میں گرتا ہے۔ اسی طرح مسافات ماسہ ہونا چاہیئے۔ اور فلومن سلسوم دالملا اسی طرح اور کئی جگہوں کی بابت اندازاً کہہ سکتے ہیں کہ ان کے موجودہ نام فلاں فلاں ہیں بہرحال پولیبس کی کتاب بہری پلیس میں جس قدر مقامات کا ذکر ہے۔ ان کا آجکل پتہ لگانے کی کوشش کرنا بے فائدہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی جغرافیہ دان نے سیبو کا سفرنامہ دیکھکر مقامات کے غلط نام لکھدیئے ہیں۔ پولیبس ایسا بڑا مصنف ہے کہ ڈایونس نے حرف حرف اسکی

سے ایک صدی پیشتر اسکی بابت وہی رائے بیان کی ہے جو آج کل کے مورخ کرتے ہیں۔ کہ طریقہ تحریر کی خوبیاں کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے وہ ایک ایسی کتاب چھوڑ گیا ہے جس کو شخص پورے طور پر پڑھنے کو کافی صبر نہیں رکھتا۔ اس کی فیصلے سے اس کے مترجم بری ہیں۔ ایفں سروانٹر ڈیلیے بھی ہے جس کی ضخیم کتاب جنگ اہل کارتھیجیا [illegible] [illegible] میں چھپی تھی۔

گیئس سلیٹس چونکہ سیزر کے ساتھ اس کی افریقہ کی مہم میں شامل تھا۔ اور نومیڈیا کا گورنر رہ چکا تھا۔ اس لئے اسنے خود اپنے کوشش سے یا اپنے ماتحتوں کے ذریعہ سے بہت کچھ واقفیت حاصل کرلی تھی۔ لیکن وہ ایک جغرافیہ داں نہیں تھا۔ جو وقت اسے جگرتھا کی لڑائی کی بابت نوٹ لکھنے سے فرصت کا ملتا تھا۔ اس میں وہ دولت جمع کرتا تھا۔ جس سے اسنے رکم ہیچ کر رہا وتی سلسٹیانی تعمیر کروائے۔ جو کونسل کے واسطے ایک عجوبہ روزگار اور باعث ملامت تھے۔ لوئی کیطرح جنگی تواریخ اپنی پارٹی کے حالات سے بھری پڑی ہے۔ وہ اصلی واقعات کی نسبت عبارت کی آرائش کا بہت دلدادہ تھا۔ اسلئے اس کی ضایع شدہ کتابوں میں کچھ بھی لکھا ہو۔ جو کتابیں باقی رہ گئی ہیں وہ ایک جغرافیہ داں کی امیدوں کا خون کرنے والی ہیں۔ اسنے ملک کے اندرونی حصے کی بابت بھی کچھ تحقیقات کی تھی۔ جہاں کے باشندے بعض خانہ بدوش اور بعض مقیم تھے۔ جو جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ ان سے پرے سیاہ فام حبشی آباد تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب ہرکیولیز (ہرقل) مرگیا تو بے لگام ایرانی۔ ارمنی اور اہل میڈیا افریقہ میں کودپڑے اہل ایران نے وہاں کی قوم میں شادیاں کرلیں اور ان کی اولاد کا نام نیمڈی مشہور ہو گیا میڈیوں کا نام بگڑ کر ماری ہو گیا۔ ان دونوں قوموں نے ملکر تمام ارگرد کی قوموں کو زیر کرلیا۔ یہ سب کچھ فنیشن قوم کی نوآبادی سے بہت قبل وقوع میں آیا۔ یہ ان پیرانی افسانوں کا خلاصہ ہے جنکو سلسٹ نے جمع کیا تھا۔ تاہم بے پرواہی سے اسنے بعض ایسی حکایات بھی جمع کرلی ہونگی جو اصلی واقعات پر مبنی ہونگی۔ مراکو کے خانہ بدوشوں کے خیمے جو الٹی کشتی کی شکل کے ہوتے ہیں۔ پیرانی قوم میپالہ سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ سلسٹ کہتا ہے کہ ایرانی کشتیوں کو الٹا کر انہیں رہا کرتے تھے۔ اس لئے بعد میں اسیطرح کے خیمے بنانے کا رواج ہو گیا۔ لفظ میپالہ عربی لفظ [illegible] سے ملتا ہوا ہے جس کے معنی گھر یا خیمے کے

ہیں۔ سعد وینی سینٹ مارٹن کہتا ہے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ایک قوم جو مانہ مسلمانوں کے حملے
کے وقت میڈیا کے ایک حصے میں آباد تھی یہی سلسٹ کے ارنی تھے۔ میڈز غالباً وہ
بربر قوم ہے جسکا ذکر البکری نے کیا ہے۔ میڈطونہ میڈ اٹا کی ایک شاخ ہیں۔ ایک اور قبیلہ
اسی نام سے مشہور ہے اور مارٹیانیہ میں رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پرشین لفظ فارسی سے بگڑ
کر بن گیا ہو۔ فارسی ایک قوم ہے جو پولیس کے بعد اس نام سے مشہور ہوئی۔ اور اب بھی
بنی فراس کہلاتی اور بوگمی اور ٹیڈال کے درمیان آباد ہے۔ اسیطرح اور کئی مقامات کا
پتہ چل سکتا ہے۔

سٹریبو کو افریقہ کے اس حصے سے کچھ واقفیت نہیں تھی۔ اور جو تھی وہ بھی متقدمین سے
حاصل کی ہوئی تھی۔ وہ شیروں۔ چیتوں اور بھاڑھوں کا ذکر کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ
فلاں ندیاں میں مگرمچھ بہت ہیں۔ کیونکہ وہ ان چیزوں سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ وہ
جوبا کی کتاب کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اور ایسے مصنف کا حوالہ دیتا ہے جس کی تصنیفات
ہم تک نہیں پہنچی ہیں۔ اس وقت تک یہاں سے کالم تیجین نوآبادیاں نیست و نابود ہو چکی
تھیں۔ کیونکہ الایالیش کے جنوب کی طرف کسی مستقل آبادی کے نشانات نہیں پائے
جاتے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ کوہ اطلس تمام مارٹیانیا میں پھیلا ہوا ہے اس نے چند
اقوام کا بھی ذکر کیا ہے جو اسوقت وہاں آباد تھیں۔ یہ وہی تھیں جنکا سلسٹ نے ذکر کیا
ہے۔ باقی اس کے شہروں کا اب پتہ چل سکتا ہے۔

سب پرانے مصنفوں سے پلینی کو افریقہ کے شمالی ساحل کی جبرالٹر سے مصر تک
بہت اچھی واقفیت تھی۔ اسمیں صرف یہ نقص ہے کہ وہ اپنی معلومات کو اچھی طرح
آراستہ نہیں کرسکتا تھا۔ سلے سے پرے کے ملک کا اسکو بھی صاف علم نہیں تھا۔ مگر وہ
لکھتا ہے کہ اہل ملک اطلس کو دائیرس کہتے ہیں۔ شاید موجودہ لفظ داریں یا ادراریں
سے مراد ہو جو بربری مستعمل ہوتا ہے وہ شکایت کرتا ہے کہ ملک کے اندرونی حصے
کی بابت اندازہً غلط بیانیاں کی جاتی ہیں۔ کیونکہ وہاں لوگ اکثر ساٹرس کی تلاش میں
جاتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی لکڑی ہوتی ہے جس سے قرمزی رنگ نکلتا ہے۔ اس کی بہت
قدر کی جاتی ہے۔ وہ غالباً جوبا کی تحریروں سے دیکھکر جو اس علاقہ کا حاکم تھا بیان کرتا ہے
کہ سیٹلے اسانہ سالانہ سے ڈیڑھ سو دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ

پوبیس کا اناتش اور عربوں کا ام ربیعہ تہا۔ پلینی جیسے فوث لکہتا ہے وہ آجکل کا
شنفلب ہے۔ اسی طرح وہ اور کئی دریاؤں کا ذکر کرتا ہے۔ جو جہاز رانی کے قابل تھے
وہ لکہتا ہے وادا لکوس کے دہانے پر ہیسپرآیڈز کا باغ تھا۔ اور نگہبان اژدہا
سے مطلب دریا ہے۔ اسکی حفاظت کرتا تہا۔ پرانے کہنڈرات کے گرد کہجور کے باغات
اور انگور کی باڑیوں کے نشانات پرانی کار تھیجین آبادیوں کا ثبوت دیتے ہیں مگر پلینی
کا سب سے مشہور بیان یہ ہے کہ دریائے سالا مہر کے کنارے کے ساتھ ساتھ
ایک ایسے قطعہ زمین میں سے گذرنا تھا جس میں ہاتہی کثرت سے پائے جاتے تھے
اور وحشی لوگ آباد تھے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ جانور گڑہے کہود کر پکڑے جاتے تھے۔
اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن جنگلی ہاتہیوں کا سیپو نے ذکر کیا ہے وہ اسی علاقے کے
ہونگے۔ الجزائر میں کئی دفعہ ہاتہی دانت زمین سے نکلے ہیں۔ اور اگر زیادہ تفتیش کیجائے
تو اور بہی بہت سے نکلیں۔

پمپونیس میلا چونکہ جنوبی فرانس کا رہنے والا تھا۔ اسلئے وہ جبرالٹر سے اچھی
طرح واقف تھا۔ وہ لکہتا ہے کہ میری جائے ولادت مارٹیاتیا کا ایک گاؤں ہے
وہ خود کہتا ہے کہ اس گاؤں میں فنیشین آباد تھے جو افریقہ سے لائے گئے تھے۔ اس لئے
یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اتبک بہی اندلس کے تمام شہروں میں سے اس گاؤں
میں مراکش رنگ بہت پایا جاتا ہے۔ وہ لکہتا ہے کہ جبرالٹر اور کیوٹہ دو ہرقل کے ستون
ہیں اور اپنے آپ کو پہلی چٹان کی تمام غاروں سے بخوبی واقف ظاہر کرتا ہے۔ وہ لکہتا ہے
کہ ان دونوں میں چہوٹے سے چہوٹا فاصلہ دس میل ہے۔ اور یہ قریب قریب سچ ہے
کیونکہ یہ فاصلہ جغرافیہ کے مطابق سوا نو میل ہے اسی طرح اور کئی مقامات کا ذکر کرتا ہے
مگر ایم ٹسٹ کا خیال ہے کہ شاید موجودہ غارین جو ہرقل کے نام سے منسوب کی جاتی
ہیں وہ نہیں ہیں۔ جو میلا کے وقت تھیں کیونکہ یہ صرف چکی کا پتھر کہودنے سے نکلی ہیں۔
غالباً جبل عشاکر کی غاریں مراد ہونگی جو قدرتی طور پر بنی ہوتی ہیں۔

پلینی کے زمانے سے لیکر ٹالمی کے زمانے تک جبکہ روم و یونان کی فوجیں تواریخ کے واسطے
مصالح جمع کر رہی تھیں۔ اور ان دونوں ملکوں کی نو آبادیاں دُنیا کو شائستہ بنا رہی تھیں
کوئی مورخ ایسا نہیں ہوا جسکو اُسوقت کی شمالی افریقہ کی بابت واقعات کو قلمبند

کرنے کا شوق ہوتا۔ اگرچہ بعض مورخوں نے سلطنت کے اور علاقوں کی بابت بہت
کچھ لکھا ہے۔ مگر مارٹینیہ اور طنجہ کی بابت بالکل کچھ نہیں لکھا۔ ہاں اسکندریہ کے ایک
مصنف ٹالیولنیس نے ایک نہایت ضخیم کتاب میں افریقہ کے بہت سے اندرونی علاقوں کا
بھی مفصل حال لکھا ہے۔ ڈاکٹر مسکیچر بیان کرتا ہے کہ اسکی طرز تحریر اور تحقیقات بالکل
آجکل کے زمانے کے مطابق ہے۔ مراکو میں وہ لکھتا ہے کہ راس جیر کوہ اطلس کی ایک شاخ
کے بڑھنے سے بنی ہوئی ہے۔ اور سیولوکی جائے وقوع وہ اس جگہ بتاتا ہے جہاں اب
دریائے سوس ہے۔ اگرچہ اس کے مقامات کی مختلف فاصلوں کے بیانات بالکل ٹھیک
نہیں ہیں۔ تاہم ساحل کے ساتھ کی آبادیوں سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اسمیں شک
نہیں کہ ڈراڈس اس نے دراکو لکھا ہے۔ اگرچہ اسکا منبع اس نے بہت دور جنوب کیطرف
بیان کیا ہے۔ چونکہ اس نے اپنے بیان کردہ مقامات کی جگہ اچھی طرح قائم نہیں کی اسلئے
صرف اٹکل سے معلوم کرنا پڑتا ہے کہ کونسا مقام کس جگہ پر ہوگا۔

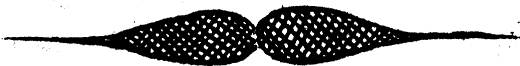
جتنی کتابیں رومی فوجوں کی رہنمائی کے واسطے تصنیف کی گئی ہیں۔ اُنمیں سب سے
اچھی اور زیادہ ضروری انیٹانمنیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نام کے ایک پرانے
بے ظالم بادشاہ کے عہد میں بنائی گئی تھی۔ اس میں شہروں کے نام اور ان کے
درمیان کے فاصلے بالکل ٹھیک ٹھیک لکھے گئے ہیں۔ یہی ایک پہلی کتاب ہے جنکو
مورخ پرانے مقامات کے اصلی نشانات دریافت کرسکتے ہیں۔ ایم لسٹ اور
دوسرے لوگوں نے اس کی شرح لکھی ہے اور پرانے اور نئے مقامات کی تطابق
میں محنت کی ہے۔

مثلاً۔ مالوا فلیومن ملویہ ہے۔ ایڈ تریس الہنوسی۔ جافرن ہے۔ آمدایڈ
پر منٹریم۔ بربری صاف ظاہر ہے کہ وادلاس سے مراد ہے۔ مراکو کے لوگ ایک چھوٹے
دریا کو اس نام سے پکارتے ہیں یہ دریا دہانے کے قریب اتنا گہرا ہے کہ جہاز
آسانی سے ٹہر سکتے ہیں۔

رومیوں کی یہ کتاب مراکو کے اندرونی حصے کے واسطے بہت ہی مفید ہے اور
سی پر ہمارے اس حصے کے جغرافیہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جہاں اسوقت فوجی
سپاہی آباد ہوتے تھے۔ اس کتاب میں سب مقامات کا حال باترتیب لکھا ہوا ہے کہندرات

سے معلوم ہوتا ہے کہ کالونیا علی نیاسا۔ دریائے سبو کے بائیں کنارے پر تھا اسکا ثبوت ایک نوشتہ سے بھی ملتا ہے۔ ٹیومیٹا اسی جگہ تھا۔ جہاں اب سیدی علی بن احمد ایک ولی یعنی بزرگ کی خانقاہ ہے۔ جس کے گرد بہت سے کھنڈر ہیں۔ چونکہ کیسلوالیسو کہلا کا جانے والو ع دریا سالا سے سولہ میل کے فاصلے پر بیان کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ وادعکن اور وادوشرات کے درمیان ہونا چاہیئے۔ اور رومی فوج کے اس مقام کا کوئی پتہ نہیں چلتا جو وادعکن اور فداء کے درمیان میں مراکش قصبات کی شکل میں قائم کیا گیا تھا تاکہ قوم بلالہ کو روکا جائے۔ جنہوں نے بیس صدیوں کے حملہ آوروں میں کسی کی اطاعت قبول نہیں کی۔ ایک سڑک ٹولوسا ئیلٹا سے طنجہ کو جاتی تھی۔ پہلے مقام کی بابت شک ہے۔ شاید یہ متعبلہ۔ ذرہوں یا سیدی قاسم ہو۔ تمام مقامات جن کا پتہ ٹسٹ روا ڈاکٹر تیسو سے پہلے لگایا گیا تھا۔ غلط تھے۔ کیونکہ وہ پلینی کے بعض تحریروں پر مبنی تھے۔ لیوا ئینہ لیوا فرتقنیس راستے سے بہت دور تھا۔ اگرچہ اس نے فیض میں پرورش پائی تھی۔ مارنٹ سچائی سے اس قدر بھٹکا ہوا ہے کہ وہ لیو کی گالائی کو دریائے سیبو پر تلاش کرتا ہے جو تھیا سلا سے پینتیس میل کے فاصلے پر ہے۔

ایکوا ڈا سیکا سلفات کی پہاڑی کے قریب ایک گندھک سے ملے ہوئے پانی کا چشمہ ہے وائیوشتیا جبل کورت پر ہوگا۔ جہاں البکری بیان کرتا ہے کہ ایک پرانے شہر کے کھنڈر تھے۔ ٹریمیون لبصرے کے کھنڈرات کی جگہ تھا۔ جو نویں صدی میں بسایا گیا تھا۔ اور بکری کے زمانے میں اتنا بڑا تھا کہ اس کے دس دروازے تھے۔ اس کے بعد کی صدی میں ادریسی اس کی بابت لکھتا ہے کہ ایک وقت میں یہ بہت مشہور شہر تھا۔ آجکل سوائے فصیل کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس میں کسی طرح کلام نہیں ہو سکتا کہ ا ویپلم نودم۔ القصر الکبیر اور ایدلونوس سیدی الیمانی ہے اور کالونیا اولیا بابا کمپٹرلیس جو سڑک سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ الشریف ہے۔



مفر ضہ مظالم آرمینا

اس میں عالی دماغ مصنف نے مسلمانان متعلقہ ٹرکی اور مسئلہ آرمینیا کے مختلف پہلوؤں پر بدلائل شائستہ دیرا ہین بالکل بحث کی ہے۔ تمام اصحاب جنہوں نے اس کتاب کے مضامین کو پڑھا ہے نہایت زور سے اس کتاب کی جامع اور بسیط ہونے کی تعریف کی ہے۔ اردو زبان میں ایسی جامع کتاب جو روم اور مسیحی یورپ کے تعلقات کے متعلق حالات سے کامل آگاہی دے سکے۔ اب تک کہیں تالیف نہیں ہوئی تھی تاریخیں مثل تاریخ خلد اد نپولین بونا پارٹ تقریر گلیڈسٹون وغیرہ کے علاوہ خلافت مآب کی کامیابی کی تصدیق شدہ پیشگوئی درج ہے یہ فخر اسی کتاب کو حاصل ہے کہ مسئلہ آرمینیا کے تصفیہ کے متعلق جو قیاس ١٨٩٥ء میں اس کتاب میں ظاہر کئے گئے تھے۔ وہ درست ثابت ہوئے۔ طبع سوم۔ قیمت فی جلد ہ۔ ایضاً بزبان انگریزی ۶

تاریخ خاندان عثمانیہ

اس تاریخ میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ضمناً کئی دیگر اسلامی سلطنتوں کے تنزل و بربادی کے حالات وواقعات اور اسباب اور یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی بحث کرنے کے ساتھ ہی ان ضروری اوصاف اور خوبیوں کی توضیح کی گئی ہے۔ جن کے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہے کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور دول یورپ اور اسلامی طاقتوں کے موجودہ وسابقہ تعلقات کے اسرار کو معلوم کرنے کے شائقین اس بسیط کتاب کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہ پائیں گے آج تک اردو میں کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی جس میں مسلمانوں کی ہر واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولٹیکل طاقت کو قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے۔ ایسی شرح و بسط سے جدید اصول پر لکھے گئے ہوں۔

اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں۔ قیمت دو روپیہ اور دوسری جلد میں سلیمان ثانی ١٠٩٩ھ سے لیکر جلالت مآب سلطان عبدالحمید خان ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں جس کی قیمت دو روپیہ چار آنہ ہے۔ قیمت ہر دو حصہ للعہ

ٹرکی کی موجودہ حالت اور اسکی باجگذار ریاستیں

اس رسالہ میں ٹرکی مصر مصر سوڈان تیونس۔ بلغاریہ۔ بوسنیا۔ ہرزیگوینا۔ ساموس اور کریٹ کے تمدن۔ تجارت بحری اور بری قوت تعلیم۔ رسل و رسائل قومی صنعت و حرفت۔ زراعت۔ مردم شماری۔ رقبہ۔ طرز و آئین حکومت اور موجودہ پولٹیکل حالت پر بحث کیگئی ہے

لاہور کا مشہور و معروف

وطن

عام اخباری اغراض و مقاصد کے علاوہ اسلامی۔ ملکی۔ قومی۔ فوجی زراعتی۔ تعلیمی۔ طبی۔ اور اخلاقی و تمدنی معاملات و مضامین پر بحث کرنیوالا ہندوستان کا واحد اردو اخبار جس نے چند مہینوں میں ملک کی ہر طبقہ و جماعت کے باسمجھ حصہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور انہیں تسلیم کرا دیا ہے کہ وہ فی الواقع اسم با مسمی اور ملک و وطن کا سچا خادم ہے۔ یہ اخبار ہر جمعہ کی شام کو حمیدیہ پریس لاہور میں طبع ہو کر دفتر حمیدیہ ایجنسی سے شایع ہوتا ہے۔

شرح قیمت } رؤسا سے ۶ روپیہ سالانہ۔ للعہ ششماہی۔ دیگر شائقین سے للعہ سالانہ۔ دو روپیہ آٹھ آنہ ششماہی۔ کم استطاعت طلبا سے ۳ سالانہ۔ دو روپیہ ششماہی۔

بیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر کسی صاحب کے نام اخبار جاری نہیں ہو سکتا۔

المشتہر

محمد انشاء اللہ سابق ایڈیٹر اخبار وکیل مالک ایڈیٹر اخبار وطن و حمیدیہ ایجنسی جوئی شہر لاہور